سلسلہ
مسیحی کتبِ دینیات
۳
گوجرانوالہ تھیولاجیکل سیمنری
مغربی پاکستان
راستبازی
رومیوں کے خط کا مطالعہ
ڈبلیو۔سی۔کرسٹی

A-R-P. church House
Vehari,
Dist. Multan
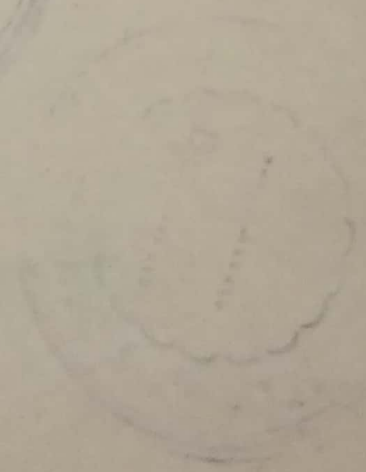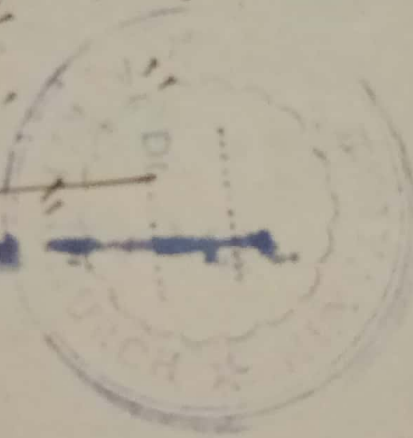
راستبازی

رُومیوں کے خط کا مطالعہ

مُصنّفہ

ڈاکٹر ڈبلیو۔ سی کرسٹی ایم۔ اے، ایس۔ ٹی۔ ایم، ڈی۔ ڈی

پروفیسر تھیولاجیکل سیمنری گوجرانوالہ

•

پنجاب ریلیجس بُک سوسائٹی

انارکلی۔ لاہور

سنہ ۱۹۶۶ء

بار اوّل — تعداد ۱۰۰۰

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحات
۱۱ -	چھٹا باب	
	(۳) راستبازی کا ضروری پھل یعنی پاکیزگی میں ترقی (تقدیس)	۱۵۲
۱۲ -	عملی نتیجہ یعنی روزانہ زندگی میں پاکیزگی کی ترقی	۱۶۳
۱۳ -	ہماری نئی زندگی - نیا مالک	۱۶۶
۱۴ -	ساتواں باب	
	تمہید	۱۷۱
۱۵ -	آٹھواں باب	
	نظرثانی اور تمہید	۱۹۰
۱۶ -	نظرثانی	۲۱۷
۱۷ -	نواں - دسواں باب	
	(۴) یہودیوں کی اپنی حالت یعنی چنی ہوئی قوم اس راستبازی سے کس طرح رہ گئی -	۲۱۸
۱۸ -	گیارھواں باب	
	اسرائیل کے رد کرنے میں خدا کا ارادہ	۲۴۴
۱۹ -	بارہ تا سولہ ابواب	
	(۵) - رومیوں کے خط کی عملی تعلیم	۲۵۵

رُومیوں کے خط کا مطالعہ

دیباچہ

رُومیوں کے خط کو بائبل مقدّس میں اعلیٰ ترین درجہ کا نوشتہ قرار دیا گیا ہے اور حقیقت میں یہ اوّل درجہ کا نوشتہ ہے ۔ انگریزی زبان کے مشہور و معروف شاعر سیموایل کولرج (SAMUEL COLERIDGE) نے رُومیوں کے خط کو دُنیا کی سب سے گہری کتاب کہا ہے یعنی یہ کتاب مسیحی تعلیم کے گہرے بھیدوں کا مرکز ہے ۔ گلتیوں کا خط بھی اسی خط سے ملتا جُلتا ہے ۔ ایسا معلُوم ہوتا ہے کہ گلتیوں کا خط نقشِ اوّل ہے اور یہ نقش ثانی ۔ گلتیوں کے خط میں ایسی باتیں اور نفسِ مضمُون موجُود ہے جس سے یہ صاف عیاں ہوتا ہے کہ مُصنّف نے رُومیوں کو لکھتے وقت گلتیوں کے خط کی بہُت سی باتوں سے استفادہ کیا ہے اور اُس کے ذہن میں گلتیوں کے خط کا نفسِ مضمُون واضح تھا ۔ اگر رُومیوں کا خط کسی دُوسرے مُصنّف کی تحریر ہوتی تو یہ کہا جا سکتا تھا کہ اس کے مُصنّف نے چراغ سے چراغ جلایا ہے ۔ مضمُون کے لحاظ سے دونوں خطوط میں ہم آہنگی ہے لیکن رُومیوں کے خط میں واضح الفاظ میں "خُدا کی راستبازی" کا پُورا بیان مُندرج ہے ۔ رُومیوں ۱۶ : ۲۲ میں مندرج ہے کہ اس خط کا کاتب ترتیس ہے ۔ مُقدّس پولُس رسُول نے اس سے یہ خط لکھوایا ۔ رسُول نے اس

خط میں اپنی ساری مُنادی بھی پیش کردی ہے۔ خُداوند یسُوع مسیح کی خُوشخبری کی وُہ مُنادی جو پولُس رسُول اتھنز اور دُوسرے مُقامات کے بازاروں میں پیش کیا کرتا تھا اور سامعین اور معترضین جو سوالات اُس سے پُوچھا کرتے تھے وُہ اُن کا مسکت اور مدلّل جواب دیتا ہے۔ خط ہذا کی کُچھ خصُوصیات مدِنظر ہیں۔

۱۔ یہ خط کسی کاتب کی معرفت لکھوایا گیا۔

۲۔ اس خط میں انجیل کی اُس مُنادی کا بیان ہے جو پولُس دُوسرے لوگوں کے سامنے کیا کرتا تھا۔

۳۔ مصنّف

اوّل۔ انجیل مقدّس کے مُفسّرین اور محقّقین اس پر مُتفق ہیں کہ پولُس رسُول ہی اس خط کا مُصنّف ہے۔ خط ہذا کی پہلی آیت میں ہی مصنّف کا نام لکھا ہُوا ہے "پولُس کی طرف سے جو یسُوع مسیح کا بندہ اور رسُول ہونے کے لئے بُلایا گیا اور خُدا کی اس خُوشخبری کے لئے مخصُوص کیا گیا ہے" (رومیوں ۱:۱)۔

دوم۔ قدیم زمانہ کے مسیحی مؤرخین اور کلیسیائی اکابرین نے تسلیم کیا ہے کہ پولُس رسُول ہی اس خط کا مُصنّف ہے۔

سوم۔ اس خط میں کُچھ ایسی باتیں اور نفسِ مضمُون موجُود ہے جو پولُس رسُول کے دُوسرے خطُوط میں بھی نظر آتا ہے۔ گلتیوں کے نام کا خط اس کی واضح مثال ہے۔ پولُس رسُول کے لکھنے کا اپنا ایک خاص انداز تھا اور یہ انداز اُس کے تمام خطُوط میں نظر آتا ہے۔ اُس کا خط لکھنے کا اپنا ایک دستُور تھا اور وُہ اپنے اس دستُور پر قائم رہا۔

اپنے تمام خطوط کے آغاز میں سلام کے بعد دُعائے خیر اور شکر گذاری لکھتا ہے اور خط کے اختتام میں مکتوب الیہ کے لئے دُعا ہے مکتوب الیہ کو خوشخبری کا پیام سُنایا جاتا ہے۔ اس پیام کے دو حصے ہیں۔

(۱) تعلیمی حصہ (۲) عملی حصہ

رومیوں کے خط کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنّف کے ذہن میں خط کا ایک مفصّل خاکہ موجود ہے اور اسی خاکہ کو مدِنظر رکھ کر اُس نے یہ خط لکھا ہے۔

چہارم۔ داخلی ثبوت۔ خط ہذا کی عبارت، طرزِ تحریر، نفسِ مضمون اور تشبیہات و استعارات سے واضح ہے کہ اس کا مصنّف پولُس رسُول ہی ہے۔ نئے عہدنامہ کی باقی کتابوں کے مصنّفین کا تعیّن کرتے وقت بھی کچھ اسی قسم کے اصُولات قائم کئے جاتے ہیں کہ کسی کتاب کا طرزِ تحریر اور نفسِ مضمون کس قسم کا ہے اور کیا تواریخی طور پر وُہ واقعات اور باتیں ظہور پذیر ہوئیں جن کا ذکر زیرِ نظر کتاب میں موجود ہے، رومیوں ۱۵:۲۱ میں اِن چند باتوں کا ذکر ہے جو پولُس رسُول کا طرۂ امتیاز تھیں وہ بلکہ جیسا لکھا ہے ویسا ہی ہو کر:۔ جن کو اُس کی خبر نہیں پہنچی وُہ دیکھیں گے اور جنہوں نے نہیں سُنا وُہ سمجھیں گے"۔ پولُس رسُول کسی دُوسرے کی بُنیاد پر عمارت اُٹھانے کو پسند نہیں کرتا تھا اور اگر اُس نے یہ دعویٰ کیا ہے تو اس کی تصدیق انجیل مقدّس میں موجود ہے۔

اعمال ۲۰: ۲-۳، ۲۴: ۱۷، ۱- کرنتھیوں ۱۶: ۱-۴، ۲- کرنتھیوں ۸: ۴، ۹: ۲، رومیوں ۱۶: ۲۱-۲۳، پولُس رسُول نے چند مخصوص افراد کو نصیحت فرمائی ہے۔ ایسے افراد کا ذکر انجیل مقدّس میں موجود ہے

اعمال ۲۰: ۴، ۱۶؛ ۱۶: ۳؛ ۱۸: ۲؛ ۱۸: ۱۸-۲۶؛ ۱-کرنتھیوں ۱۶: ۱۹-

مندرجہ بالا حوالہ جات سے واضح ہے کہ عہدِ عتیق یا عہدِ جدید کی دُوسری کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جس کے مصنّف کے متعلق ناقابلِ تردید اور قابلِ تسلیم ثبوت موجود ہیں۔

۲۔ خط کی تاریخ اور مقام

ہم بلا خوفِ تردید کہہ سکتے ہیں کہ یہ خط ۵۸ء کے قریب لکھا گیا۔ لکھنے کا مقام کرنتھس ہے اور پولس رسُول نے اپنے تیسرے مشنری سفر میں یہ خط لکھا۔ اپنے تیسرے سفر کے دوران وُہ تقریباً تین ماہ تک کرنتھس میں ٹھہرا رہا۔ اعمال ۲۱: ۳ میں اس امر کی شہادت موجُود ہے۔ جب وُہ کرنتھس شہر سے روانہ ہُوا تو اُسے اُمید تھی کہ عیدِ پنتکست سے پہلے یعنی ماہ مئی کے آغاز سے پیشتر ہی وُہ یروشلم میں بخیر و عافیت پہنچ جائے گا۔ وُہ مقدُونیہ کی کلیسیا سے چندہ بھی جمع کرنا چاہتا تھا۔

اعمال ۲۰: ۲۲، رُومیوں ۱۶: ۲۱-۲۳؛ ۵: ۲۳-۲۸-

اپنے کرنتھس کے قیام میں پولس رسُول خزانچی بھی تھا۔ اس خط کے لکھنے کا یہ مقصد تھا کہ اس سے پیشتر کہ پولس خود رُوم میں پہنچے وہاں کے لوگ انجیل سے خُوب واقف ہو جائیں۔

مکتُوب الیہ (الف) پولس رسُول نے یہ خط رُوما کی کلیسیا کو لکھا۔ شہر رُوما رُومی سلطنت کا مرکز اور عالی شان شہر تھا۔ رُومی سلطنت کے دُوسرے شہر اس کے مقابلے میں ہیچ تھے۔ یہ شہر بے نظیر و عدیم المثال تھا۔ تواریخی شہادتیں موجُود ہیں کہ رُوما کی کلیسیا قدیمی اور عظیم تھی۔ اس کلیسیا کے شُرکاء کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہو رہا تھا۔ اس سے

پیشتر وہ ایک ہی جگہ اکٹھے ہو کر عبادت کیا کرتے تھے لیکن رفتہ رفتہ اِن کا شمار بڑھتا گیا اور ایک جگہ جمع ہو کر عبادت کرنا مشکل ہو گیا (رومیوں ۱۶ : ۱۴-۱۵) رُومیوں کے خط میں ذِکر ہے کہ ایسی جماعتیں یا کلیسیائیں بھی تھیں جو کسی خاص شخص کے گھر میں تھیں۔ اِن کلیسیاؤں کے شرکا مدتِ مدید سے مشرف بہ مسیحیت ہو چکے تھے اور وہ خُداوند یسُوع مسیح کو اپنا مُنجی اور خُداوند مانتے تھے۔ اپنے ایمان میں ثابت قدمی کی بدولت اُن کا نام ہر کہ و مہ کی زبان پر تھا۔ (رُومیوں ۱ : ۸ ؛ ۱۶ : ۳-۱۹)۔ دراصل پَولُس رسُول ایک مدّت سے اِن لوگوں کے پاس آنے کا آرزُومند تھا۔ بارہا اُس نے رُوما کی کلیسیا کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ کلیسیا پَولُس رسُول کے رُوما میں پہنچنے سے پیشتر ہی موجُود تھی تو اس کا بانی کون تھا؟

(ب) اعمال ۲ : ۱۰ کے مطالعہ سے معلُوم ہوتا ہے کہ عیدِ پنتکُست کے موقع پر دُور دراز مقامات سے لوگ یروشلیم میں آئے ہُوئے تھے۔ رُوما سے بھی لوگوں کی ایک کثیر تعداد یروشلیم میں آئی ہُوئی تھی۔ قیاس غالب ہے کہ جس وقت پطرس رسُول نے عیدِ پنتکُست پر وعظ کیا اور شاگردوں پر رُوح القدس نازل ہُوا تو وہ لوگ جو رُوما سے یروشلیم میں آئے ہُوئے تھے اور وہ اس موقع پر موجُود تھے، اُنہوں نے بھی خُداوند یسُوع مسیح کو اپنا نجات دہندہ قبُول کر لیا اور وہ اُس پر ایمان لے آئے۔ عید کے بعد جب وہ یروشلیم سے رُوما میں پہنچے تو وہ مسیحی تھے۔ اُنہوں نے رُوما میں کلیسیا قائم کی۔ اُنہوں نے بھی پاک رُوح کی برکت حاصل کر لی تھی۔

لیکن ایک بات ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ مقدس پطرس رسُول رؔوما کی کلیسیا کا بانی نہ تھا۔ رومن کیتھولک کلیسیا کے اکابرین اور بزرگان دین دعویٰ کرتے ہیں کہ رؔوما کی کلیسیا کا بانی مقدس پطرس رسُول ہے لیکن ہمارے پاس اس دعویٰ کی تردید میں اَن گنت ثبوت موجود ہیں۔

(۱) اگر رومن کیتھولک کلیسیا کا دعویٰ درست ہے تو رسُولوں کے اعمال کی کتاب میں اس کا ذکر ہونا چاہیئے تھا یا رُومیوں کے خط میں ہی واضح الفاظ میں اس حقیقت کا اظہار ہوتا کہ فلاں رسُول نے اس کلیسیا کی بُنیاد رکھی تھی۔

(۲) مشہُور مسیحی مؤرخ اور عالم دین جیرؔوم نے رومن کیتھولک کلیسیا کے باب میں یوُں تحریر کیا ہے کہ مقدس پطرس رسُول شہنشاہ کلاڈیسؔ کی تخت نشینی کے دُوسرے برس رُوما گیا۔ وُہ پچیس سال تک اس کلیسیا کا بشپ رہا، لیکن اس مسیحی مُصنّف جیرؔوم کے جواب میں ہم مندرجہ ذیل باتوں کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔

(ا) شہنشاہ کلاڈیسؔ کے چوتھے سال میں یروشلیم میں ہیرودیس بادشاہ نے پطرسؔ رسُول کو قید میں ڈالا (اعمال ۱۲ باب) اور یہ واقعہ یروشلیم میں ہوُا۔

(ب) اعمال ۱۵ : ۷ میں یروشلیم میں خُداوند یسُوع مسیح کے رسُولوں کی کونسل کا اجلاس ہوُا۔ یعقوُب رسُول اس کونسل کا صدر تھا۔ اس اجلاس میں مقدس پطرس رسُول بھی شریک تھا اور یہ اجلاس شہنشاہ کلاڈیس کے زمانہ میں ہوُا لیکن مُقدس پطرس رسُول کے قید میں ڈالے جانے سے پیشتر رسُولوں نے کونسل ہذا میں چند فیصلے کئے تھے۔ اِن

فیصلوں کے مطابق مُقدّس پطرس رسُول، یعقوب اور یُوحنّا یہُودیوں میں انجیل کی مُنادی کریں گے اور مقدّس پَولُسؔ اور برنباس غیر قوموں میں جاکر خوشخبری کی منادی کرنے والے تھے (گلتیوں ۲ : ۹)

(ج) ۴۷ءؔ تا ۵۰ءؔ کے عرصہ میں مقدّس پطرس رسُول انطاکیہ میں تھا۔ اسی زمانہ میں مقدّس پَولُس رسُول اور برنباس غیر اقوام میں انجیل کی مُنادی کرنے میں سرگرم تھے (گلتیوں ۲ : ۱۱-۱۴)

(د) انجیل مُقدّس میں رسُول کے دو عام خطُوط ہیں۔ اُس نے پہلا عام خط بابل شہر سے لکھا۔ اس خط کا متن تحریر تقریباً ۶۳ءؔ یا ۶۴ءؔ ہے ۔ (۱-پطرس ۵ : ۱۳)۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ بابلؔ سے کیا مُراد ہے ۔ بہُت سے مسیحی عُلما و فضلا کا خیال ہے کہ بابلؔ سے مُراد رُوم ہے لیکن یہ محض قیاس آرائی ہے کیونکہ ہمارے پاس اس ضمن میں کوئی تحریری شہادت موجُود نہیں ہے بعض مسیحی عُلما کے نزدیک یہ بابل وُہی بابل ہے جو دریائے فرات کے کنارے واقع ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مسیحی عُلما کسی ایک نظریے پر مُتفق نظر نہیں آتے اس لئے ہم وثُوق سے نہیں کہہ سکتے کہ بابلؔ اور رُومؔ مترادف ہیں۔

(د) جس زمانہ میں مقدّس پَولُسؔ رسُول نے یہ خط (رُومیوں کا خط) تحریر کیا اگر پطرسؔ رسُول اُس زمانہ میں رُوما میں ہوتا تو اس خط کے مُصنّف نے ضرُور اُس کا ذِکر کیا ہوتا کیونکہ مقدّس پطرسؔ رسُول مسیحی دُنیا کی ایک مشہُور و معرُوف ہستی تھی۔

(س) مُقدّس پَولُس رسُول نے رُوما سے پانچ خطوط لکھے۔ افسیوں ۔ فلپّیوں ۔ کُلسّیوں ۔ فلیمون اور ۲- تیمُتھیُس۔

ان خطوط میں اشارۃً بھی پطرس رسول کا ذکر کہیں نہیں ملتا - اگر پطرس رسول سی برگزیدہ شخصیت رُوما میں ہوتی تو اس کا ذکر کرنا ناگزیر تھا۔ مسیحی مصنّف اور مورّخ جیروم نے لکھا ہے کہ مقدّس پطرس رسول پچیس سالوں تک رُوما کا بشپ رہا لیکن اِن پانچوں خطوط کے لکھے جانے کے زمانہ میں کسی وقت تو وُہ رُوما میں ضرور موجود ہوتا -

(ح) مقدّس پولُوس رسول اصُول پرست انسان تھا۔ وُہ خُوددار تھا۔ اصُولاً وُہ کسی دُوسرے کی نیو پر عمارت اُٹھانے کو پسند نہیں کرتا تھا۔ مقدّس پولُس رسول کی اصُول پرستی سے یہ بات واضح ہے کہ مقدّس پطرس رسول نے اس کلیسیا کو قائم نہیں کیا۔ (رُومیوں ۱۵ : ۲۰) اب یہ دیکھنا مقصُود ہے کہ وُہ کلیسیا (مکتوب الیہ) جسے یہ خط لکھا گیا اُس کی رُوحانی حالت کس قسم کی تھی -

رُومی کلیسیا کی حالت :- یہُودیوں کی نسبت غیر قوموں کے لوگ زیادہ تعداد میں مشرف بہ مسیحیّت ہُوئے لیکن کلیسیا میں یہُودیوں کی تعداد بھی کثیر تھی۔ یروشلیم کی کونسل نے پہلی صدی عیسوی میں ہی مقدّس پولُس رسول اور برنباس کو غیر قوموں میں انجیل کی منادی کرنے کے لئے مقرّر کیا تھا۔ رُوما کی کلیسیا غیر قوم یعنی غیر یہُودی کلیسیا تھی لہٰذا پولُس رسول نے غیر قوموں کا رسول ہونے کی حیثیّت سے اس کلیسیا کی طرف یہ خط لکھا۔ (رُومیوں ۱ : ۵ - ۱۳، ۹ : ۳-۴، ۱۰ : ۱، ۱۱ : ۱۳ - ۱۴، ۱۳ : ۲۳) مقدّس پولُس رسول نہ ہی صرف انجیل جلیل کی منادی کرتا ہے بلکہ وُہ ساتھ ساتھ یہُودی رسم و رواج کا بھی ذکر کرتا ہے - اس خط میں تمام باتیں بیان کر دی

گئی ہیں - اب اس خط کا خاکہ ملاحظہ فرمائیے -

مضمون :- خدا کی راستبازی

دیباچہ :- ۱ : ۱ - ۱۷ -

اس خط کے دیباچہ میں ہی پولس رسول نے اپنے اور خداوند یسوع مسیح کے متعلق واضح الفاظ میں بتا دیا ہے کہ اس کا خداوند یسوع مسیح کے ساتھ کیا تعلق ہے - اس کلیسیا کی تسلی بخش ایمانی حالت کی وجہ سے وہ خدا کا شکر کرتا ہے - وہ اپنی دعاؤں میں ہمیشہ یہ درخواست کرتا ہے کہ آخرکار خدا کی مرضی سے اسے اس کلیسیا کے پاس آنے میں کامیابی ہو - اس کی وجہ وہ یہ بیان کرتا ہے کہ وہ ان کا قرضدار ہے اور وہ روما کی کلیسیا کو خوشخبری سنانے کے لئے حتی المقدور تیار ہے - اس کی منادی کا مضمون خدا کی راستبازی ہے -

اول - اس راستبازی کی ضرورت ۱ : ۱۸ ، ۳ : ۲۰ -

(ا) عام بنی نوع انسان کے لئے ۱ : ۱۸ - ۳۲

۱ - سب آدمیوں کو خدا کی بابت جاننے کا موقع ملا ۱ : ۱۸ - ۲۳ -

۲ - جب لوگوں نے اس موقع کو کھو دیا تو خدا نے اُنہیں چھوڑ دیا - ۱ : ۲۴ - ۲۷ +

۳ - پس وہ اپنی بری نیت کے سبب سے ہلاک ہوئے ۱ : ۲۸ - ۳۲ -

(ب) یہودیوں کے لئے

۱ - یہودی دوسروں پر الزام لگاتے ہیں لیکن وہ خود بھی قصوروار ہیں ۲ : ۱ - ۱۶ +

(۲) یہودی زیادہ قصوروار ہیں کیونکہ انہیں زیادہ موقع دیا گیا۔ ۲: ۱۷-۲۹۔

(ج) پس سب کے سب قصوروار ہیں۔ ۳: ۱-۲۰۔

(۱) اگر خدا کا فضل ہے تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ خدا کے فضل کی وجہ سے گناہ کرنے کی کھلی آزادی ہے۔ ۳: ۱-۸۔

(۲) کتاب مقدس کے دوسرے صحیفوں سے بھی واضح ہے کہ ہم سب خدا کے سامنے قصوروار ہیں۔ ۳: ۹-۲۰۔

دوم :- راستباز ایماندار کی خدا کے سامنے حالت ۳: ۲۱، ۵: ۳۱۔

(ا) خدا اپنے فضل سے ہمیں راستباز ٹھہراتا ہے کہ ہم یہ راستبازی ایمان ہی سے حاصل کر سکتے ہیں۔

(۱) عہد عتیق اور عہد جدید دونوں میں راستباز ٹھہرائے جانے کی دلیل موجود ہے۔ ۳: ۲۱-۲۳۔

(۲) خدا ہمیں راستبازوں میں شمار کرتا ہے اس لئے کہ ہمارے بارے میں شریعت پوری ہوئی ہے۔ ۳: ۲۴-۲۶۔

(۳) ہم اپنی کسی خوبی یا لیاقت کی بدولت راستباز نہیں گنے جاتے لیکن ہم اس وجہ سے راستباز شمار ہوتے ہیں کہ خداوند نے ہمارا کفارہ دیا ہے۔ ۳: ۲۵۔

(۴) حقیقی تعلیم انسان کو حلیم بنا دیتی ہے اور اس سے خدا کا جلال ظاہر ہوتا ہے۔ ۳: ۲۷۔

ب - ابرہام کی مثال ۴: ۱-۲۵۔

(۱) ابرہام ایمان ہی سے راستباز گنا گیا۔ ۴: ۱-۱۲۔

(۲) ابرہام نے ایمان ہی کی بدولت یہ مرتبہ حاصل کیا ۴: ۱۳-۱۶۔

(۳) ابرہام کی نسل ایمان کا پھل ہے۔ ۴ : ۱۷-۲۲ +

(۴) ابرہام موجودہ زمانے کے ایمانداروں کے لئے نمونہ ہے ۔

۴ : ۲۳ - ۲۵ +

(ج) یہ راستبازی اپنے تجربہ سے حاصل کرنی چاہیئے یا اس راستبازی کا ہمیں عملی طور پر تجربہ ہونا چاہیئے ۔ ۵ : ۱-۲۱ +

(۱) ہماری خدا کے ساتھ صُلح ہے۔ ۵ : ۱-۴ +

(۲) خُدا نے اپنی محبت ظاہر کی ۔ ۵ : ۵-۱۱ +

(ا) اُس نے اپنا رُوح ہمیں بخشا۔ ۵ : ۵-

(ب) اُس نے اپنے بیٹے کو ہم سے دریغ نہ کیا۔ ۵ : ۶-۸+

(ج) خُدا نے ہم پر اُس وقت اپنی رحمت نازل فرمائی جب ابھی ہم گنہگار ہی تھے اور اس سبب سے اُس کے دُشمن تھے ۔ ۵ : ۹-۱۰+

(د) وُہ نجات کا کام ضرور بالضرور مکمل کرے گا۔ ۵ : ۹-۱۰+

(ر) اب ہم خُدا پر فخر کرتے ہیں ۔ ۵ : ۱۱-

(۳) خُداوند یسُوع مسیح آدم ثانی تھا اور وُہ پہلا آدم آنے والے کا مثیل تھا۔ پہلے آدم کے سبب سے دُنیا میں گناہ آیا لیکن آدم ثانی نے گنہگاروں کو نجات کی نعمت عطا فرمائی ۔ ۵ : ۱۲-۱۴+

(۴) خُداوند یسُوع مسیح نے جو نجات عطا فرمائی وُہ تمام بنی نوع انسان کے لئے کافی ہے ۔ ۵ : ۱۵-۲۱+

سوم :۔ راستبازی کا ضروری پھل ۔ تقدیس یعنی پاکیزگی میں ترقّی ۔

۶ : ۱ تا ۸ : ۳۹ -

(ا) خوشخبری کا پیغام انسان میں راستبازی پیدا کرنے کے قابل ہے۔

۶ : ۱ ، ۷ : ۶ -

(ب) اپنی کوشش سے کوئی انسان راستباز نہیں ہو سکتا۔ ۷ : ۶-۲۵۔
کیونکہ روزمرّہ کے تجربات سے ہمیں معلوم ہوتا رہتا ہے کہ ابھی تک گناہ ہم
میں زندہ ہے۔

(ج) خُداوند یسُوع مسیح میں ہمیں مکمّل آزادی میسّر ہے۔ باب ۸۔

(۱) رُوح کی شریعت نے ہمیں موت کی شریعت سے آزاد کر دیا اور اب
ہم پر سزا کا حُکم نہیں۔ ۸ : ۱-۴+

(۲) رُوحانی زندگی کا پھل۔ ۸ : ۵-۱۷+

(۳) آئندہ جلال کی اُمید ۸ : ۱۸-۲۵+

(۴) خُدا کی مدد اور اُس کے انتظام سے جلال میں شریک ہونا۔
۸ : ۲۶-۳۰+

(۵) ہم جُدائی کے ڈر سے بھی آزاد ہیں ۸ : ۳۱-۳۹+

چہارم :- خُدا کی برگزیدہ قوم اُس راستبازی سے کس طرح محرُوم رہ گئی۔
۹ : ۱۰-۱۱+

(ا) بنی اسرائیل کے انتخاب میں خُدا آزاد تھا۔ باب ۹

(ب) اسرائیل اپنے رَد ہونے کا باعث خود ہی تھا۔ باب ۱۰

(ج) اسرائیل کے رَد کرنے میں خُدا کا مقصد۔ باب ۱۱

پنجم ۔ رُومیوں کے خط کی عملی تعلیم۔ ۱۲ : ۱، ۱۵ : ۱۳۔
خُدا کے سامنے راستباز ٹھہرائے ہُوئے ایماندار کی عملی زندگی۔

(ا) حقیقی ایماندار کی مخصُوصیّت۔ ۱۲ : ۱-۲

(ب) حقیقی ایماندار کی کلیسیائی زندگی۔ ۱۲ : ۳-۲۱

(ج) حقیقی ایماندار کی شہری زندگی۔ ۱۳ : ۱-۱۰

(د) مسیح کی آمدِ ثانی کی اُمید کے سبب سے حقیقی ایماندار اپنے آپ کو پاک رکھتا ہے۔ ۱۳: ۱۱-۱۴+

(ر) رومیوں کی کلیسیا کے لئے ایک خاص نصیحت ۱۴: ۱/ ۱۵: ۱۳

ششم۔ شخصی باتیں ۱۵: ۱۶، ۱۶: ۲۷

رُومیوں کے نام

پولُس رسُول کا خط

دیباچہ ۱: ۱ دیباچہ ۱: ۱-۱۷

۱: ۱ ابتدا میں یُوں لکھا ہے:۔ "پولُس کی طرف سے جو یسُوع مسیح کا بندہ ہے اور رسُول ہونے کے لئے بلایا گیا اور خُدا کی اس خوشخبری کے لئے مخصوص کیا گیا ہے"۔

پولُس رسُول کے ہر خط کی یہ خصُوصیّت ہے کہ ابتدا میں مُصنّف کا نام اور پھر اُن کا نام ہوتا ہے جنہیں وُہ خط لکھا گیا ہو۔ اس کے بعد دُعائے خیر ہوتی ہے۔ اس خط میں بھی پولُس رسُول نے اپنی گذشتہ روایت کو ملحوظِ خاطر رکھا ہے اور وُہ یُوں رقم طراز ہے۔

"اُن سب کے نام جو رُوما میں خُدا کے پیارے ہیں اور مُقدس

ہونے کے لئے بُلائے گئے ہیں، ہمارے باپ خُدا اور خُداوند یسُوع مسیح کی طرف سے تمہیں فضل اور اطمینان حاصل ہوتا رہے۔"

مقدّس پولُس رسُول کے دو نام تھے اُس کا عبرانی نام ساؤل اور یُونانی نام پولُس تھا۔ غالباً اُس کے دو نام تھے جب وُہ یہودیوں میں خُوشخبری کی مُنادی کیا کرتا تھا تو وُہ ساؤل کہلاتا لیکن جب یروشلیم کی کونسل نے اُسے غیر قوموں میں خُوشخبری سُنانے کا کام تفویض کیا تو اُس نے اپنے یُونانی نام کو استعمال کرنا مستحسن سمجھا۔ پولُس رسُول نے جب خُوشخبری سُنانے کے فرض کو سرانجام دینا شروع کیا تو اُس نے اپنا تعارف کراتے وقت یہ کہا "پولُس جو یسُوع مسیح کا بندہ ہے"۔ یُونانی زبان میں بندہ اور غلام مترادف یعنی ہم معنی الفاظ ہیں۔ اُس زمانے میں غُلامی کا رواج تھا۔ غلاموں کی حالت قابلِ رحم ہوتی تھی۔ غلاموں پر سختیاں کی جاتیں۔ اُن کے آقا اُنہیں بے زبان مویشیوں کی طرح استعمال کیا کرتے تھے۔ منڈیوں میں غُلام بکتے اور لوگ قیمت ادا کر کے غُلام خرید لایا کرتے تھے۔ وُہ کونسا ظلم تھا جو غُلاموں پہ روا نہ رکھا جاتا۔ غلاموں کی زندگی جہنّم تھی۔ اُن کی زندگی اجیرن تھی لیکن وُہ حرفِ شکایت زبان پر نہیں لا سکتے تھے کیونکہ وُہ خریدے گئے تھے۔ غُلاموں کا کام یہ تھا کہ وُہ اپنے آقا کے ہر حُکم کی تعمیل کریں اور اگر کبھی اُن سے کوئی لغزش ہو جاتی تو پھر اُن کے آقا غضبناک ہو جاتے اور اُن غریب غُلاموں کا وُہ حال ہوتا جو چور کا ہوتا ہے۔ غُلام اپنے آقا کے رحم و

کرم پر تھے لیکن پولُس کا مالک خُداوند یسُوع مسیح تھا جس نے اپنے مقدّس خُون سے اُسے شیطان سے خرید لیا تھا پس اس امر کی اشد ضرورت تھی کہ پولُس بھی اپنے مالک اور آقا خُداوند یسُوع مسیح کی خدمت میں سب کُچھ پیش کرے اور اُس سے کُچھ بھی دریغ نہ کرے۔ خُداوند یسُوع مسیح کو اپنا سب کُچھ دے دینے میں اُس کی حلیمی ظاہر ہوتی ہے۔ مقدّس آگسٹین کا قول ہے کہ خُدا کی خدمت میں حقیقی آزادی ہے اور یہ گواہی بھی ہوتی ہے۔ زبور ۱۱۶: ۱۶، ۱۱۹: ۴۳، یُوحنّا ۸: ۳۶

رُومیوں کے نام کے خط میں تو پولُس نے اپنے آپ کو خُداوند یسُوع مسیح کا بندہ کہا ہے لیکن اپنے دُوسرے خطُوط میں وُہ اپنے آپ کو اور نام سے موسُوم کرتا ہے۔ تھسلنیکیوں کے نام پہلے اور دُوسرے خط میں وُہ یُوں کہتا ہے :۔

"پولُس اور سلوانُس اور تیمتھیُس کی طرف سے تھسلنیکیوں کی کلیسیا کے نام جو خُدا باپ اور خُداوند یسُوع مسیح میں ہے"۔ فلیمون کے خط میں وُہ اپنے آپ کو "مسیح کا قیدی" لکھتا ہے۔ فلپیوں میں وُہ کہتا ہے کہ "مسیح یسُوع کے بندوں پولُس اور تیمتھیُس کی طرف سے"۔ طِطُس کے خط میں وُہ اپنے آپ کو "خُدا کا خادم اور یسُوع مسیح کا رسُول" اور ۱۔ ۲ کرنتھیوں۔ افسیوں۔ کلسیوں۔ ۱۔ تیمتھیُس میں وُہ یُوں کہتا ہے۔ "پولُس جو خُدا کی مرضی سے یسُوع کا رسُول ہے اور وُہ مزید کہتا ہے "پولُس کی طرف سے جو نہ انسان کی جانب سے نہ

انسان کے سبب سے بلکہ خُداوند یسُوع مسیح اور خُدا باپ کے سبب سے جس نے اُس کو مُردوں میں سے جلایا رسُول ہے"۔

پولُس رسُول نے اپنے خطُوط میں خُداوند یسُوع مسیح کو مختلف ناموں سے پُکارا ہے یعنی یسُوع مسیح، مسیح یسُوع، مسیح اور خُداوند۔ اپنے خطُوط میں پولُس رسُول نے چار سو مرتبہ "مسیح" دو سو پچاس مرتبہ "خُداوند" اکیس مرتبہ "یسُوع مسیح" اور دس مرتبہ "مسیح یسُوع" لکھا ہے لیکن اپنے متعلّق اُس نے یُوں کہا ہے "اور رسُول ہونے کے لئے بُلایا گیا"۔ وُہ بُلایا ہُوا رسُول تھا اور پولُس کا یہ خاص عہدہ تھا۔ ابتدائی کلیسیا میں جو رسُول تھے وُہ اُس کے خاص عہدیدار تھے۔ اُن کے ذمّہ مندرجہ ذیل کام تھے۔

(۱) وُہ مسیح کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے چشم دید گواہ تھے۔ لُوقا ۲۴: ۴۸، اعمال ۱: ۲۱-۲۲، ۱-کرنتھیوں ۹: ۱۔

(۲) وُہ خُداوند یسُوع مسیح کے احکام اور تعلیم کے حقیقی اور وفادار مُعلّم ہوں۔ یُوحنّا ۱۶: ۱۳، ۱-کرنتھیوں ۱۴: ۳۷، ۲-پطرس ۳: ۱۔

(۳) اُس کی کلیسیا کو قائم کرنا۔ متّی ۱۶: ۱۸، ۱-کرنتھیوں ۳: ۱۰، افسیوں ۲: ۲۰، مکاشفہ ۲۱: ۱۴۔

(۴) مُعجزے اور دیگر رُوحانی نعمتیں ظاہر کرنا۔ متّی ۱۰: ۸، اعمال ۸: ۱۴-۱۷، ۱۹: ۶۔

حقیقی رسُول فقط وُہی ہو سکتا تھا جسے خُداوند مسیح نے خود بُلایا

ہو۔ کوئی دُوسرا شخص اپنی مرضی یا ارادے سے اپنے آپ کو اس اہم اور جلیل عُہدے پر فائز نہیں کر سکتا تھا لیکن پولُس کو خُداوند یسُوع مسیح نے ایک خاص طریقے سے ایک خاص مقصد کو سرانجام دینے کی غرض سے بُلایا۔ خُداوند یسُوع مسیح نے اپنی خدمت کے آغاز میں بارہ رسُولوں کو بُلایا اور انُہیں انجیل کی مُنادی کے لئے مقرر کیا۔ اِن بارہ رسُولوں کو اُس نے یہُودی قوم میں انجیل کی مُنادی کے لئے مخصُوص کیا لیکن پولُس کو غیر اقوام میں انجیل کی منادی کے لئے بُلایا۔ پولُس رسُول کو کُلی طور پر یہ معلُوم تھا کہ اُس نے مسیح کو نہیں چُنا بلکہ مسیح نے اُسے چُنا ہے۔ وُہ یہ محسُوس کرتا ہے کہ اُس میں کوئی خُوبی یا قابلیت نہ تھی لیکن خُدا نے اپنی پاک مرضی سے اُسے چُنا۔ رُومیوں کے خط میں شروع سے لے کر آخر تک یہی مضمُون نظر آتا ہے اور پولُس رسُول یہی مضمُون پیش کرنا چاہتا ہے اور وُہ مضمُون یہ ہے۔

"خُدا کا فضل جو مسیح میں ہے"

پولُس رسُول اپنے متعلّق یُوں رقمطراز ہے کہ خُدا نے اُسے خوشخبری کی منادی کے لئے مخصُوص کیا۔ اعمال ۹: ۱۵، گلتیوں ۱: ۱۵۔ اُس کی بُلاہٹ کا سب سے بڑا مقصد یہی تھا کہ وُہ بنی نوع انسان کے سامنے خُوشخبری کی مُنادی کرے۔ خُدا اُس سے یہی خدمت لینا چاہتا تھا۔ خُدا نے اُس کے ذمّہ یہی کام لگا رکھا تھا۔ نئی پیدائش یا نیا مخلُوق بننے سے پیشتر ہی وُہ اپنی ماں کے پیٹ ہی سے مخصُوص ہو چکا تھا۔

طرح داؤد کی نسل سے پیدا ہُوا؟ کیا وہ یُوسف کی طرف سے داؤد کی نسل سے تھا یا مریم کی طرف سے؟ متّی رسُول کی انجیل میں خُداوند یسُوع مسیح کے نسب نامہ کے سلسلہ میں یُوں لکھا ہے۔

"یسُوع مسیح ابن داؤد ابن ابرہام کا نسب نامہ" :- اس نسب نامہ کے مطابق اُس کا سلسلہ نسب نامہ یُوسف تک پہنچتا ہے لیکن مقدّس لُوقا رسُول میں جو نسب نامہ درج ہے، اس کے

مطابق وُہ مریم سے پیدا ہُوا۔ مقدّسہ مریم بھی حضرت داؤد کی نسل سے ہی تھی۔ پس یہ حقیقت ہے کہ خُداوند یسُوع مسیح داؤد کی نسل سے پَیدا ہُوا۔ مقدّس پولُس رسُول نے اپنے خط میں اس بات پر زور نہیں دیا کہ خُداوند یسُوع مسیح کنواری مریم سے پَیدا ہُوا لیکن اُس کا مقصُود یہی تھا کہ وُہ یہ ظاہر کرے کہ وُہ داؤد کی نسل یعنی اسرائیل سے پَیدا ہُوا۔

پولُس رسُول نے خُداوند یسُوع مسیح کی پیدائش اَور دُوسرے بنی نوع انسان کی پیدائش میں فرق واضح کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

"لیکن پاکیزگی ...... خُدا کا بیٹا ٹھہرا"۔ وُہ "مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے سبب سے قُدرت کے ساتھ خُدا کا بیٹا ٹھہرا"۔ (رُومیوں ۱:۴)

وُہ ازل سے ہی خُدا کا بیٹا تھا یعنی وُہ ابتدا سے خُدا کا بیٹا تھا لیکن جب وُہ مُردوں میں سے جی اُٹھا تو سبھوں کی آنکھوں کے سامنے ثابت ہُوا کہ وُہ خُدا کا بیٹا ہے اَور اس کا ثبوت کہ وُہ خُدا کا بیٹا ہے بڑی

طاقت اور عظمت سے ہُوا۔ جب اُس نے موت پر فتح پائی تو اس سے ظاہر ہُوا کہ خُدا کی طاقت اور قدرت انسان اور شیطان کی طاقت سے زور آور ہے۔ مقدّس پولُس رسُول کے نزدیک خُداوند یسُوع مسیح کا مُردوں میں سے جی اُٹھنا سب سے بڑی بات ہے۔ خُداوند یسُوع مسیح کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے اور دُوسرے لوگوں کے جی اُٹھنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

(۱) خُداوند یسُوع مسیح کی موت اور اُس کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کی پیشین گوئی پُرانے عہد نامہ میں ہے۔ زبور ۱۶: ۹-۱۱، ۱۱۰: ۱-۴، یسعیاہ ۵۳: ۷-۱۲+

(۲) خُداوند یسُوع مسیح نے اپنی موت اور مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے متعلّق خود بھی پیشین گوئی کی۔ متّی ۱۶: ۲۱، ۱۷: ۲۲-۲۳، یُوحنّا ۱۰: ۱۷-۱۸+

(۳) خُداوند یسُوع مسیح اپنی طاقت سے مُردوں میں سے جی اُٹھا یعنی اس ضمن میں کسی انسانی وسیلہ نے اُس کی امداد نہیں فرمائی۔ یُوحنّا ۲: ۱۹-۲۲، ۱۰: ۱۸۔

(۴) خُداوند یسُوع مسیح نے یائیرؔ کی بیٹی کو زندہ کیا لیکن وُہ پھر مر گئی۔ لیکن خُداوند یسُوع مسیح جب مُردوں میں سے جی اُٹھا تو وُہ ابد تک زندہ رہتا ہے۔ رُومیوں ۶: ۹۔ لعذرؔ کو بھی خُداوند نے مُردوں میں سے جلایا لیکن وُہ بھی مر گیا۔

(۵) مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے بعد خُداوند یسُوع مسیح کا بدن جلالی بدن تھا۔ یُوحنّا ۱۲: ۲۳-۲۴، اعمال ۱۷: ۳۱۔

رُومیوں کے خط میں لکھا ہے کہ وُہ "پاکیزگی کی رُوح کے اعتبار سے" لیکن اس سے رُوح القُدس مُراد نہیں ہے بلکہ خُداوند یسُوع مسیح کی اپنی رُوح یا رُوحانی فطرت ہے۔ خُداوند یسُوع مسیح کی اس رُوحانی فطرت کا اُس کے جسم کے ..... ساتھ مقابلہ کیجئے۔ عبرانیوں ۹: ۱۴۔

مندرجہ بالا آیت پر پھر غور کریں۔ کیا اس سے خُداوند یسُوع مسیح کی اپنی ذاتی پاکیزگی کی طرف اشارہ ہے یا رُوح القُدس کی طرف۔ جس وقت اُس کی ذاتی پاکیزگی کا ذکر ہوتا ہے تو اس سے اُس کی اُلوہیت کا ثبوت ملتا ہے۔ پولُس رسُول نے اپنے خط کے آغاز میں خُداوند یسُوع مسیح کو "ہمارے خُداوند یسُوع مسیح کہا ہے" انجیل مقدّس میں اس ضمن میں جو لفظ استعمال ہوا ہے وُہ Kurios ہے اس کے معنی ہیں خُداوند یا مالک۔ خُدا بادشاہوں کا بادشاہ، لیکن یسُوع سے مُراد ہے نجات دہندہ یعنی وُہ جو دُنیا کے گناہوں کے کفّارہ کے لئے اپنی جان دیتا ہے۔ مسیح کا مطلب ہے مسح کیا ہُوا، جس میں سب پیشین گوئی کی تکمیل ہوتی ہے۔ پولُس رسُول نے اپنے خطُوط میں دو سَو پندرہ [۲۱۵] مرتبہ مسیح کو خُداوند کہا ہے۔ وُہ پولُس رسُول کا خُداوند ہے۔ بے شک وُہ ہر ایماندار کا خُداوند ہے۔

رُومیوں ۱: ۵۔ جس کی معرفت ہم کو فضل اور رسالت ملی۔

سب کچھ اُس کی معرفت ہے یعنی خُداوند یسُوع مسیح کی معرفت ہے۔
دمشق کی راہ پر پولُس نے رُوحانی تجربہ حاصل کیا۔ اس واقعہ کو وُہ بار بار
یاد کرتا اور دُہراتا ہے۔ اس آیت میں "ہم" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔
"ہم" سے مُراد پولُس رسُول خود ہے کیونکہ ہر ایک کو رسالت کی نعمت
میسّر نہیں ہو سکتی۔ "فضل" سے مُراد خُدا کا فضل یعنی "عام فضل" ہے
جس سے "گناہوں کی معافی" ملتی ہے۔ دُوسرے الفاظ میں "فضل" گناہوں
سے معافی کے مترادف ہے۔ جب فضل کی دولت سے مالامال ہوتے
ہیں تو خُدائی زندگی کی شراکت کا فخر حاصل ہوتا ہے۔ پولُس رسُول نے اس
آیت میں کہا ہے "ہم کو فضل اور رسالت ملی"۔ رسالت ایک خاص مہم یا
کارِ خاص کے لئے بلاہٹ ہے۔ اس آیت کا اختتام یُوں ہوتا ہے
کہ "اُس کے نام کی خاطر سب قوموں میں سے لوگ ایمان کے تابع ہوں"
"ایمان کے تابع" ہونا یُونانی میں "ایمان کی فرماں برداری" ہے۔ ایمان کی
نعمت اور قُوّت سے معمُور ہونے سے فرمانبرداری کی رُوح پیدا ہو
جاتی ہے اور یہ فرماں برداری ایمان کا ایک ضرُوری پھل ہے۔ پولُس
رسُول نے "ایمان کے تابع" ہونا کا جو محاورہ استعمال کیا ہے، وُہ
ایمان کی فرمانبرداری ہے اور یُونانی میں یُوں ہے εις υπακοην
πιστεως دراصل "ایمان" اس خط کا مرکزی لفظ ہے اور
یہ ایمان خُداوند کریم کی عین بخشش ہے اور اس آسمانی بخشش کا ضروری
پھل فرماں برداری ہے اور یہ فرماں برداری کی نعمت براہِ راست

ایمان سے ہی ملتی ہے۔

اس آیت میں "سب قوموں" کا ذکر بھی آیا ہے۔ پولُس رسُول نے اس خط میں اس بات پر خاص طور پر زور دیا ہے کہ ہمیں غیر یہودیوں یعنی غیر یہودیوں کے لئے بُلایا گیا ہوں لیکن اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں ہے کہ یہودیوں کی اس سے نفی ہوتی ہے۔ وُہ یہودیوں کو بھی خُدا کی خوشخبری کی مُنادی سنانے کے لئے بلایا گیا تھا۔

"اُس کے نام کی خاطر" پولُس رسُول نے اپنی مُنادی کا مقصدِ عظیم یہ بتایا ہے کہ اُس کے نام کو جلال دے۔ پولُس رسُول کی ساری جدوجہد کا سب سے بڑا مقصد یہی تھا کہ خُداوند یسُوع مسیح کے نام کا جلال ظاہر ہو۔

رُومیوں ۱: ۶ جن میں سے تُم بھی یسُوع کے ہونے کے لئے بُلائے گئے ہو۔ اپنی مخاطب کلیسیا سے وُہ کہہ رہا ہے کہ یہ کلیسیا مختلف قوموں کے حسین امتزاج سے مرتّب ہُوئی ہے یعنی وُہ مسیح کے بُلائے ہُوئے لوگ ہیں لہٰذا وُہ سب مسیح کے لوگ ہیں۔

رُومیوں ۱: ۷۔ اُن سب کے نام جو رُوما میں خُدا کے پیارے ہیں اَور مقدّس ہونے کے لئے بُلائے گئے ہیں۔

"خُدا کے پیارے"۔ خُدا کے پیارے وُہ ہیں جو خُدا سے محبّت رکھتے تھے اَور جن سے خُدا محبّت رکھتا تھا۔ یہ "خُدا کے پیارے" مقدّس ہونے کے لئے بُلائے گئے ہیں۔ اس سے مُراد یہ ہے کہ وُہ

ایک خاص کام کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں۔ مقدس سے مراد ہے مخصوص کی ہوئی چیز۔ اب کسی چیز کو مخصوص کیا جا سکتا ہے یعنی اُس کی تقدیس کی جا سکتی ہے مثلاً ہم کسی مکان یا کسی برتن کو کسی خاص مقصد کے استعمال کے لئے مخصوص کرتے ہیں۔ کسی شخص کو بھی کسی خاص کام کے لئے مخصوص کیا جاتا ہے۔ اس آیت میں وہ اُن سب کے نام جو رُوما میں خُدا کے پیارے ہیں"۔ رُوما کی کسی خاص کلیسیا یا اُس کے کسی خاص انتظام کا ذکر نہیں ہے اور نہ ہی کلیسیا کے کسی عہدیدار کو سلام لکھا ہے بلکہ صرف کلیسیا کا ذکر ہے اور پھر "ہمارے باپ خُدا اور خُداوند یسُوع مسیح کی طرف سے تمہیں فضل اور اطمینان حاصل ہوتا رہے۔" پولُس رسُول نے اس آیت میں فضل کا لفظ استعمال کیا ہے "خُدا باپ" اور "خُداوند یسُوع مسیح" دونوں فضل بخشنے پر قادر ہیں اور جہاں کہیں فضل کی بخشش کا ظہور ہوتا ہے اس کا منبع "خُدا باپ" اور "خُداوند یسُوع مسیح" دونوں ہیں یعنی "باپ اور بیٹا" دونوں یہ نعمت عطا فرماتے ہیں۔

نئے عہد نامہ میں ایک سو چالیس[۱۴۰] مرتبہ فضل کا لفظ استعمال ہُوا ہے۔ فضل ایک وسیع المفہوم لفظ ہے۔

(۱) اپنے معنی میں وُسعت کے لحاظ سے اس کا مقصد ہے، خُوبصُورتی یا حُسن اور پھر خُوبصُورت کام۔ اس کے بعد مہربانی یا وُہ نعمت یا بخشش جو مہربانی سے عطا فرمائی جاتی ہے۔ اس خط

ہیں جو فضل کا لفظ استعمال ہُوا ہے اس کا اوّلین مطلب تو یہی ہے کہ خُدا میں وُہ صفت جس کے ذریعہ سے وُہ اپنی کامل محبّت سے بنی نوع انسان کو وُہ نجات عطا کرتا ہے جس کا سرچشمہ وُہی ہے اور وُہ نجات صرف اُسی میں ہے۔

(۲) اس سے خُدا کا وُہ کلام بھی مُراد ہے جو ہمیں نجات دیتا ہے۔

(۳) اس سے مُراد نجات بھی ہے یعنی کامل معافی، نئی زندگی یا قبولیّت اور

(۴) خُدا کی قُدرت جس سے وُہ نجات حاصل ہوتی ہے۔ جب خُدا کا فضل حاصل ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ہی فضل کے پھل بھی میسّر ہوتے ہیں یعنی اطمینان، دلی خُوشی اور دلی تسلّی۔

رُومیوں کے خط کا دیباچہ بحرِ ذخّار ہے۔ اس کی گہرائی کا اندازہ صرف وُہی لوگ لگا سکتے ہیں جو کلامِ مُقدّس کے بحرِ بیکراں کے غوّاص ہیں۔ حکمت کے موتی صرف گہرائیوں میں ہی مل سکتے ہیں۔ اس عمیق دیباچے میں "مسیح" اور صرف "خُداوند مسیح" کا مقدّس نام ہے۔ اس کی تعلیم میں معرفت کی اتھاہ گہرائیاں ہیں۔ چشمِ بینا کے لئے چاروں طرف بیش بہا حکمت کے موتی بکھرے ہُوئے ہیں۔ دانشور ہی ان موتیوں سے اپنے دامن کو بھرتے ہیں۔ ہم تحقیق کی گہرائیوں میں اُتر کر اپنے آپ سے استفسار کر سکتے ہیں کہ کیا کبھی کسی مصنّف نے اتنے مختصر سے الفاظ میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ایسا معلُوم ہوتا ہے کہ دریا کو کُوزے

میں بند کیا گیا ہے اور یہی مصنّف کا کمال ہے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ خط اپنے موضوع اور اہمیّت کے اعتبار سے بہت گہرا ہے۔ راقم الحروف نے مختصر الفاظ میں اس خط کا دیباچہ پیش کیا ہے۔ یہ دیباچہ تعلیمی ہے۔ اب آئیے اس کے شخصی دیباچے کا تجزیہ کریں اور یہ شخصی دیباچہ ۱: ۸۔ ۱۵ تک ہے۔

رومیوں ۱: ۸۔ اوّل تو مَیں تم سب کے بارے میں یسُوع مسیح کے وسیلہ سے اپنے خُدا کا شُکر کرتا ہُوں۔ پولُس رسُول عام طور پر اس قسم کے الفاظ استعمال کیا کرتا ہے۔ اپنے ہر ایک خط میں اُس نے اس قسم کی شُکر گزاری کا اظہار کیا ہے یعنی وُہ کہتا ہے کہ "مَیں اپنے خُدا کا شُکر کرتا ہُوں۔ مکتُوب الیہ کلیسیا کو مخاطب کرتے وقت اُس نے ابتدا ہی میں ہی "شُکر گزاری" کی ہے لیکن گلتیوں کا خط اس قسم کی شُکر گزاری سے مُستثنےٰ ہے۔ شُکر گزاری کے بعد اس کلیسیا کے لئے دُعا کی جاتی ہے۔ پولُس رسُول کہتا ہے کہ مَیں اپنے خُدا کا شُکر کرتا ہُوں۔ اُس کے دِل کی گہرائیوں میں یہ ایمان ہے کہ خُدا میرا خُدا ہے۔ اُس نے اس جُملے سے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ ہر ایک مسیحی کا یہ حق ہے کہ وُہ یہ کہہ سکے کہ خُدا میرا خُدا ہے۔

اس آیت میں "اوّل" کا لفظ محلِّ نظر ہے۔ اوّل کے بعد عام طور پر دوم اور سوم وغیرہ وغیرہ کا سلسلہ شرُوع ہوتا ہے لیکن اِس آیت کے آغاز میں "اوّل" کے بعد نہ "دوم" ہے اور نہ آخر۔ پولُس

رسُول کی اس سے یہ مُراد ہے کہ "شُکر گزاری" بڑی ہی اہم بات ہے۔ اسے ابتدا میں ہی جگہ ملنی چاہیئے ، اسی لئے اُس نے شکر گزاری پیش کی ہے ۔

"یسُوع مسیح کے وسیلہ سے"۔ خُداوند یسُوع مسیح کے وسیلہ سے ہم خُدا کے تخت تک پہنچ گئے ہیں ۔جب دُعا کی جاتی ہے تو آخر میں ہم یُوں کہتے ہیں "خُداوند یسُوع مسیح کے وسیلہ سے" اور اسی مُبارک نام کے وسیلہ سے دُعا کو شرفِ قبُولیّت نصیب ہوتا ہے۔ واضح الفاظ میں اُس نے خُدا کا شُکر ادا کیا ہے ۔ وُہ رُومی کلیسیا کا شُکر ادا نہیں کرتا بلکہ وُہ "خُدا کا شُکر" کرتا ہے کیونکہ اُن کے "ایمان کا تمام دُنیا میں شُہرہ ہو رہا ہے" اور یہی چیز ہے جس کے متعلّق اُس نے رُومی کلیسیا کو یُوں لکھا کہ :۔

"تمہارے ایمان کا تمام دُنیا میں شُہرہ ہو رہا ہے"۔

"تمام دُنیا" کا محاورہ استعمال کر کے پولُس رسُول نے مبالغہ سے کام لیا ہے کیونکہ رُومی کلیسیا تمام دُنیا میں مشہُور نہ تھی لیکن اپنے ایمان کی وجہ سے وُہ کلیسیا رُومی سلطنت میں بڑی مشہُور تھی ۔ تاریخی طور پر یہ چیز ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ خُداوند یسُوع مسیح کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے بعد کوئی پچیس یا تیس برس کا واقعہ ہے ، پولُس رسُول نے بڑی دلیری سے اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ رُومی کلیسیا اپنے ایمان کی بدولت مشہُورِ زماں رہی ہے۔

اُن کی شہرت چاردانگِ عالم میں تھی۔ اس کی تشریح کچھ یوں کی جا سکتی ہے کہ رُومی سلطنت دُور دُور تک پھیلی ہُوئی تھی اور رُومی کلیسیا رُومی سلطنت کے اس مرکزی شہر میں اپنے ایمان کی قوت کی بدولت مشہور تھی۔ گھر گھر اُن کے ایمان کے چرچے تھے۔ پچیس، تیس سالوں کے مختصر عرصہ میں اُنہوں نے حیرت انگیز ترقّی کر لی تھی۔ ترقّی کی ارتقائی منازل کو اتنے قلیل عرصے میں طے کر کے بامِ عرُوج پر پہنچ جانا کوئی معمُولی واقعہ نہیں تھا۔ دُنیا کے لوگ اُن کی ترقّی کو دیکھ کر انگشت بدنداں تھے، اور چُونکہ روما کے مرکزی شہر میں اس کلیسیا کے ایمان کا ستارہ جگمگا رہا تھا لہٰذا ساری دُنیا میں اس کلیسیا کا نام روشن ہو گیا۔

رُومیوں ۱: ۹۔ "چنانچہ خُدا جس کی عبادت مَیں اپنی رُوح سے اُس کی خوشخبری دینے میں کرتا ہُوں وُہی میرا گواہ ہے کہ مَیں بلاناغہ تمہیں یاد کرتا ہُوں۔ خُدا میرا گواہ ہے"۔ پولُس رسُول نے ایک طرح کی قسم کھائی ہے۔ اپنے بیان پر مُہرِ صداقت ثبت کرنے کی غرض سے اُس نے قسم کھائی ہے۔ اُس نے کہا ہے کہ خُدا جو میری رُوح سے واقف ہے وُہ میرا گواہ ہے۔ پولُس رسُول نے بڑی سنجیدگی سے خُدا کا نام لیا ہے۔ اُس نے سرسری اور رسمی طور پر خُدا کا نام نہیں لیا۔ پولُس رسُول کے دُوسرے خطوط میں بھی اسی طرح کا محاورہ ملتا ہے یعنی "خُدا میرا گواہ ہے"۔ ملاحظہ فرمائیے ۲۔کرنتھیوں ۱: ۲۳، ۱۱: ۳۱، گلتیوں ۱: ۲۰، فلپیوں ۱: ۸، ۱۔تھسلنیکیوں ۲: ۵۔

اس آیت میں پولس رسُول کہتا ہے "جس کی عبادت مَیں کرتا ہُوں"۔
یہ ایک یُونانی محاورہ ہے جس سے مُراد ہے 'خدمت'۔ اُس نے کہا
ہے کہ وُہ اپنی رُوح سے عبادت کرتا ہے۔ یہ "عبادت" کا تذکرہ کرنا
اُس کے اپنے دِل کی تصویر ہے۔ اُس کا دِل خُدا کا مُقدس ہے جس
میں وُہ خُدا کی عبادت کیا کرتا ہے۔ کیا خُدا کے بیٹے کی خُوش خبری
دینے میں ہمارے دِل اُسی قسم کی عبادت گاہیں ہیں جیسے پولُس
رسُول کے دِل کی عبادت گاہ تھی۔ وُہ عبادت گزار تھا۔ اُس نے
دِل سے خُدا کی عبادت کی اور یہ اُس کی باطنی عبادت کا ثمر تھا۔
یُونانی میں یُوں ہے :- "ἐν τῷ εὐαγγελίῳ τοῦ υἱοῦ αὐτοῦ"
یہ GENITIVE CASE ہے یعنی حالتِ اضافی ہے یعنی یہ وُہ خُوشخبری
ہے جس کا مضمُون خُدا کا بیٹا ہے اور پھر "بلا ناغہ" قابلِ غور ہے۔ پولُس
رسُول بلا ناغہ کلیسیا کے لئے دُعا کیا کرتا تھا۔ نہ ہی صرف وُہ اُن لوگوں کے
لئے دُعا کیا کرتا تھا جن سے وُہ آشنا تھا بلکہ وُہ اُن کے لئے بھی دُعا کیا کرتا
تھا جنہیں اُس نے نہ کبھی دیکھا تھا اور نہ ہی اُن سے اُس کی کبھی واقفیت
ہُوئی تھی۔ آپ کے لئے پولُس رسُول کی زندگی کا مطالعہ اشد ضرُوری ہے۔
اُس کی زندگی دُعائیہ زندگی تھی۔ ہمیں خود بھی خیال کرنا چاہیئے کہ ہماری
زندگی کس قسم کی ہے۔ ہم اپنی دُعاؤں میں کتنے لوگوں کو یاد کرتے ہیں۔ ہم
اپنی دُعاؤں میں اپنے رشتہ داروں، اپنے عزیز و اقارب اور اپنے ہم جماعتوں
کو یاد کرتے ہیں اور اپنی دُعاؤں میں بلا ناغہ اُن کے لئے برکت کے طالب

ہوتے ہیں۔ ہمارے دِل میں اُن کی بہتری اَور بہبُودی کی تمنّا رہتی ہے اَور پولُس رسُول نے بھی اپنی اسی عادت کا اظہار کیا ہے۔ یہ خُوبی اُس کی فطرت میں بدرجۂ اتم موجُود تھی۔ ملاحظہ ہو۔ افسیوں ۱: ۱۶، فلپیّوں ۱: ۳-۴، کُلسیوں ۱: ۳، ۹ اَور ۱۔تھسلنیکیوں ۱: ۲۔ وُہ بار بار یہ کہتا ہے کہ اپنی دُعاؤں میں ہمیشہ یہ درخواست کرتا ہُوں۔ یُونانی زبان میں یُوں ہے

δεόμενος εἴ πως ἤδη ποτὲ εὐοδωθήσομαι ἐν τῷ θελήματι τοῦ θεοῦ ἐλθεῖν πρὸς ὑμᾶς.

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابھی اُسے معلُوم نہ تھا کہ خُدا کی کیا مرضی ہے تاہم اُسے رُومہ جانے کی آرزُو تھی۔ کبھی کبھی ہم اُس بات کے حصُول کے لئے دُعا کرتے ہیں جو ہماری اپنی مرضی ہوتی ہے لیکن آخرکار ہم سب کچھ اُسی کی مرضی پر چھوڑ دیتے ہیں۔ پولُس رسُول کی یہ فطرتِ ثانیہ بن چکی تھی۔ وُہ ہمیشہ اسی راہ پر گامزن رہا۔

رُومیوں ۱: ۱۰۔ اَور اُس کی اس عادت میں سرِ مُو فرق نہیں آیا۔ وُہ یہی دُعا کیا کرتا تھا کہ خُدا کی مرضی سے اُسے اُن کے پاس آنے میں کامیابی ہو۔ اُس کے دِل میں آرزُو تو تھی لیکن راستے میں اس قسم کی مشکلات حائل تھیں کہ آرزُو کی یہ ننھی مُنّی کلی مسکرا نہ سکی — اُس کی ہمّت جوان تھی اَور اُس نے اُمید کا دامن کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ آخرکار اُس کی دُعا کو شرفِ قبُولیت بخشا گیا اَور رومہ کی طرف جانے کی آرزُو پُوری ہُوئی لیکن اس سلسلہ میں ایسا

نہیں ہُوا جیسے پولُس رسُول کی اپنی مرضی تھی۔ خُدا کی مرضی اور ہماری مرضی میں بڑا ہی فرق ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے کہ رسُول رُوما پہنچا لیکن قیدی کی حیثیت سے۔ یہ اُس کی دُعا کا جواب ہی تھا کیونکہ قادرِ مطلق خُدا ہی تمام رازہائے سربستہ کو جانتا ہے اور انسان عاجز ہے۔

رُومیوں ۱: ۱۱۔ "کیونکہ مَیں تُمہاری ملاقات کا مُشتاق ہُوں"۔ پولُس رسُول کے دِل میں اس کلیسیا کے لوگوں سے ملنے کا شوق اتنا تھا کہ اُسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ وُہ اس کلیسیا سے رُوحانی شراکت کا متمنی تھا۔ "تاکہ تُم کو کوئی رُوحانی نعمت دُوں جس سے تُم مضبُوط ہو جاؤ"۔ پولُس رسُول کی خدمت اور رسالت کا یہی مقصدِ عظیم تھا۔ وُہ اس کلیسیا سے کُچھ لینا نہیں چاہتا تھا بلکہ اسے کُچھ دینا چاہتا تھا اور یہ خدمت اس قسم کی رُوحانی نعمت تھی جس سے رُوحانی طور پر یہ کلیسیا بڑی مضبُوط ہونے والی تھی۔ پولُس رسُول کی زندگی میں اس سے پیشتر صدہا ایسے مواقع آئے جب خُدا نے اپنی حکمتِ کاملہ سے اُسے دُوسروں کی رُوحانی بہتری و بہبودی کے لئے استعمال کیا لیکن اس رُوحانی نعمت کی وجہ سے اُس نے کبھی غرُور یا نخوت کا اظہار نہیں کیا اور ہر دفعہ اُس نے یہ کہا ہے کہ وُہ بھی کُچھ نہ کُچھ اس کلیسیا سے حاصل کریگا۔

رُومیوں ۱: ۱۲۔ "غرض مَیں بھی تمہارے درمیان ہوکر تمہارے ساتھ اُس ایمان کے باعث تسلّی پاؤں جو تُم میں اور مُجھ میں دونوں میں ہے"۔ ایک دُوسرے سے کُچھ نہ کُچھ تحصیل کرنے کے مواقع

مزدور موجود رہتے ہیں۔ ہم میں بھی ہر وقت سیکھنے کی رُوح موجود رہنی چاہیئے۔

رُومیوں ۱: ۱۳ "اور اَے بھائیو! میں اس سے تمہارا ناواقف رہنا نہیں چاہتا کہ میں نے بارہا تمہارے پاس آنے کا ارادہ کیا تاکہ جیسا مجھے اَور غیر قوموں میں پھل ملا ویسا ہی تم میں بھی ملے مگر آج تک رُکا رہا۔" اِس سے یہ مُراد ہے کہ اُس کی یہ دلی خواہش ہے اَور وُہ قلبِ صمیم اَور پُوری قوّت سے اپنی اس خواہش کا اظہار کر رہا ہے۔ اُس نے اس کلیسیا کو "اَے بھائیو" سے خطاب کیا ہے۔ نئے عہد نامہ میں ایمانداروں کو مختلف ناموں سے مخاطب کیا گیا ہے۔ اُنہیں شاگرد۔ مُقدّس لوگ اَور مسیحی کہا گیا ہے۔ انجیل مقدّس میں دوسو تیئیس دفعہ شاگرد کا لفظ آیا ہے اَور اعمال کی کتاب میں تیئیس مرتبہ یہ لفظ استعمال ہُوا ہے لیکن خطُوط میں شاگرد کا لفظ استعمال نہیں کیا گیا۔ "مُقدّس لوگ" کی اصطلاح اناجیل اربعہ میں نہیں ملتی۔ اعمال میں چار ۴ مرتبہ اَور خطوط میں پچپن ۵۵ مرتبہ یہ لفظ آیا ہے۔ "بھائیو"! اناجیل اربعہ میں پندرہ ۱۵ مرتبہ، اعمال میں بیس مرتبہ لیکن خطُوط میں ایک سَو نوّے ۱۹۰ مرتبہ استعمال ہُوا ہے۔ "مسیحی" اناجیل اربعہ میں نہیں ملتا لیکن اعمال میں تین مرتبہ اَور خطُوط میں ایک مرتبہ یہ لفظ آیا ہے۔ پولُس رسُول بھی ہمارا ہم طبیعت انسان تھا۔ اُس کے ارادے میں انسانی عقل و دانش کو بڑا ہی دخل تھا یا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اُس کا ارادہ انسانی عقل وشعور کے محور کے گرد

گھومتا تھا۔ وہ اپنے اس ارادے کی تکمیل کے لئے دُعا کیا کرتا تھا اور خُدا قادرِ مُطلق باپ کی مرضی پر اُسے پُورا بھروسہ تھا۔ وہ خُدا کی مرضی کو بجالانے کے لئے ہمیشہ کمربستہ رہتا تھا اور اُس کی مرضی کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا کرتا تھا۔

"تاکہ جیسا مُجھے اَور غیر قوموں میں پھل ملا ویسے ہی تُم میں ملے مگر آج تک رُکا رہا۔" پھل سے مُراد رُوحانی پھل ہے۔ ہر خادمِ دین اس پھل کی آرزو رکھتا ہے۔ پولُس رسُول نے اس حقیقت سے پردہ نہیں اُٹھایا کہ وہ اس کلیسیا کے پاس آنے سے کیوں رُکا رہا۔ اُس نے اپنی مُشکلات کا تذکرہ نہیں کیا اَور نہ اُن کی طویل فہرست بتائی ہے۔ شاید پیام کی خُوشخبری میں وہ اتنا مشغُول و مُنہمک رہا کہ اس کلیسیا کے پاس آنے میں تاخیر ہُوئی۔ وہ عدیم الفُرصت انسان تھا اُس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ انجیل کی خدمت کے لئے وقف ہو چُکا تھا۔

رُومیوں ۱ : ۱۴۔ "مَیں یُونانیوں اَور غیر یُونانیوں، داناؤں اَور نادانوں کا قرضدار ہُوں۔" مُقدّس پولُس رسُول نے اپنے آپ کو قرضدار کہا ہے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ پولُس رسُول کی جسمانی ضرُوریات کو پُورا کرنے میں تمام کلیسیاؤں نے حتی المقدور اُس کی خدمت کی۔ بشارت کی خدمت سرانجام دینے میں ضرُوریاتِ زندگی کو پُورا کرنا بھی ضرُوری ہے۔ مسیحی مُختاری کا اصُول ہے کہ ہر ایک مسیحی اپنے مال میں سے دُوسروں کی خدمت کے لئے کُچھ نہ

کچھ کلیسیائی خزانے میں جمع کرے لیکن یہ سب کچھ اپنی استطاعت
کے مطابق ہے۔ کسی پر کوئی جبر نہیں ہے۔ یہ سب کچھ بلا جبر و اکراہ
ہے۔ جتنی زیادہ دولت ہوگی ذمہ داری بھی اُسی نسبت سے بڑھے
گی۔ دُوسرے لوگوں کو اپنی دولت میں شریک کرنا ہر ایک مسیحی کا فرض ہے
اور اگر ہر ایک مسیحی میں اسی قسم کی رُوح کارفرما ہو تو پھر دولتمندوں اور
محتاجوں میں دُشمنی نہیں رہتی۔ محتاجوں کے دِلوں کا تمام میل دُھل جاتا
ہے اور امیر اور غریب معاشرے میں ایک صحت مند ماحول پیدا کرتے
ہیں۔ ناخواندہ اور خواندہ، عالم اور جاہل، ادنیٰ اور اعلیٰ کی تمیز ختم ہو
جاتی ہے۔ مقدس پولُس رسُول نے ہمارے سامنے بہت ہی اعلیٰ
نمونہ پیش کیا یعنی اُس نے یونانیوں، غیر یُونانیوں، داناؤں اور نادانوں
کے درمیان مصنُوعی اور رسمی امتیازات کو یکسر ختم کر دیا۔ اسے تعلیمی
فرق یا تعلیمی امتیاز کہا جا سکتا ہے۔ بعض لوگوں کی طبیعت کا یہ
خاصا ہے کہ وُہ دُنیا، مشن یا کسی دُوسرے فرد کو اپنا قرضدار سمجھتے
ہیں۔ دُوسروں پر کئے ہُوئے اپنے احسانات کی طویل فہرست پیش
کرکے پھُولے نہیں سماتے۔ اپنے احسانات کے عوض وُہ اپنا یہ
حق جتاتے ہیں کہ دُوسرے لوگ بھی اُن کی خدمت میں کچھ نہ کچھ
پیش کریں اور نہیں تو ہدیۂ شُکرانہ ہی سہی، لیکن مقدس پولُس رسُول
کی فطرت ہی بلند ہے۔ وُہ اپنے آپ کو قرضدار کہتا ہے یعنی جو
کچھ اُس کے پاس ہے وُہ اُس میں دُوسرے لوگوں کو شریک کرنا

چاہتا ہے۔

رُومیوں ۱: ۱۵۔ "پس مَیں تم کو بھی جو رُوما میں ہو خوشخبری سُنانے کو حتیٰ المقدُور تیار ہُوں"۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ جہاں تک میرے اختیار میں ہے مَیں دُوسروں کو خُوشخبری کا کلام سُنانے کے لئے تیار ہُوں۔

رُومیوں ۱: ۱۶-۱۷۔ "کیونکہ مَیں انجیل سے شرماتا نہیں، اس لئے کہ وُہ ہر ایک ایمان لانے والے کے واسطے پہلے یہُودی پھر یُونانی کے واسطے نجات کے لئے خدا کی قُدرت ہے۔ اس واسطے کہ اس میں خُدا کی راستبازی ایمان سے اَور ایمان کے لئے ظاہر ہوتی ہے، جیسا لکھا ہے کہ "راست باز ایمان سے جیتا رہے گا"۔ پولُس رسُول بڑی خُود اعتمادی اَور دلیری سے خُوشخبری کی مُنادی کرنے کے لئے تیار تھا۔ رُوما فلسفیوں، داناؤں اَور دانشوروں کی سرزمین تھی۔ اسی شہر میں بال کی کھال اُتارنے والے نکتہ بین عالم تھے جن کے علم و فضل کا شُہرہ دُور دُور تک تھا۔ جب پولُس رسُول نے اپنی مُنادی شرُوع کی تو مشہُورِ زماں فلاسفروں اَور داناؤں نے اُس کی منادی کا مضحکہ اُڑایا (اعمال ۱۷: ۱۸-۳۲) اگرچہ اُس کے طرزِ تخاطب اَور عجیب و غریب پیغام کو ٹھٹھوں سے اُڑایا گیا، پھر بھی اُس کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ اُس نے اِن مغرُور رُومی داناؤں کی پروا نہ کی اَور اُس نے بڑی دلیری اَور ثابت قدمی سے یہ اعلان کیا کہ "مَیں

انجیل سے شرماتا نہیں"۔ دُنیا میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو مُسکراتے ہُوئے تختۂ دار پر چڑھ جاتے ہیں اَور بڑی جوانمردی سے جامِ زہر تک کو نوش کر لیتے ہیں، لیکن اگر اُن کے ایمان کا مذاق اُڑایا جائے تو وُہ عرقِ ندامت میں ڈُوب جاتے ہیں۔ وُہ شرما جاتے ہیں۔ پولُس رسُول انجیل کی خاطر تمام قسم کے مصائب کو سہنے کے لئے تیار ہے۔ شرم اَور ندامت کی اُسے پروا نہیں، وُہ تو موت تک کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہے۔ اُس نے انجیل کو "خُدا کی قُدرت" کہا ہے۔

رُوما اپنے جُرأت مندانہ کارہائے نمایاں کی وجہ سے اپنا جواب آپ تھا۔ اِس سرزمین کے بہادر سپُوتوں نے اپنے وطنِ عزیز کی خاطر اپنی جانوں کو قربان کر دیا۔ اِس سرزمین نے اَن گنت جرنیل پیدا کئے جن کے جنگی کارناموں کو تاریخ فراموش نہیں کر سکتی۔ رُوما میں "قُدرت" پر بڑا ہی زور دیا جاتا تھا۔ "قُدرت" سے مُراد فوجی قُوّت تھی لیکن وُہ "قُدرت" جس کا پولُس رسُول نے اعلان کیا وُہ ایک نئی قِسم کی قُدرت تھی۔ یہ وُہ قُدرت تھی جس نے رُومی قُدرت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ملیا میٹ کر دیا۔ رُومی حکُومت مغلُوب ہُوئی اَور اُس کی شان و شوکت کا آفتاب غرُوب ہو گیا۔ ملاحظہ فرمائیے ۱۔ کرنتھیوں ۱: ۲۴ اَور ۱: ۱۸۔ کرنتھیوں کے پہلے خط کی یہ آیت یُوں ہے۔ "کیونکہ صلیب کا پیغام ہلاک ہونے والوں کے نزدیک تو بیوقُوفی ہے مگر ہم نجات پانے والوں کے نزدیک خُدا کی قُدرت

ہے ۔ انجیل میں خدا کی قُدرتِ کاملہ کا اظہار موجُود ہے یا انجیل اُس کی قُدرتِ کاملہ ہے ۔ خُداوند یسُوع مسیح کے ذریعہ سے خُدا قادرِ مُطلق باپ نے اپنی عظیم قُدرت کو ظاہر کیا لیکن یہ قُدرت اُن لوگوں کے لئے ظہُور میں آئی جو زیورِ ایمان سے آراستہ ہیں اور ایمان کے نُور سے وُہ اُس کی قُدرت کو دیکھ سکتے ہیں ۔ خُدا کی قُدرتِ کاملہ کا نظارہ کرنے کی غرض سے سب سے بڑی شرط ایمان ہی ہے اور یہ شرط پہلے یہُودی کے لئے اور پھر یُونانی کے لئے ہے ۔

یہُودی قوم کو یہ سعادت بخشی گئی کہ وُہ ایمان لا کر خُداوند مسیح میں خُدا کی قُدرت کو دیکھیں کیونکہ صرف وُہی اُس کی قُدرت کا مظہر تھا لیکن اُنہوں نے اس نعمتِ غیر مترقبہ کی قدر نہ کی ۔ رسُول مقبُول نے فرمایا ہے کہ صرف یہُودیوں کو ہی یہ حق نہیں بخشا گیا کہ وُہ اُس کی قُدرت کا نظارہ کریں بلکہ دُنیا کی تمام قومیں اُس کی قُدرت کو دیکھ سکتی ہیں کیونکہ خُداوند یسُوع مسیح نے اپنے صعُود کے وقت خود فرمایا تھا "پس تُم جا کر سب قوموں کو شاگرد بناؤ" ۔ پولُس رسُول خُداوند یسُوع مسیح کے اس فرمانِ مُبارک کی اہمیّت اور اس کے مطالب کی گہرائیوں سے کماحقہٗ واقف تھا ۔ اُس نے اس خط میں جب "یُونانی" کا لفظ استعمال کیا تو رُومی بھی اس زمرے میں شامل تھے ۔ مقدّس پولُس رسُول کا یہ خط جو رُومیوں کی طرف لکھا گیا اس کی زبان یُونانی ہے ۔ اُس نے اپنے اس خط میں فرمایا کہ "صلیب

کا پیغام ..... خُدا کی قُدرت ہے"۔ ایمان اور انجیل کا مقصدِ اولیٰ یہی ہے کہ گنہگار نجات حاصل کریں۔ اس کی بدولت خُدا کی زندگی میں شراکت کی نعمت نصیب ہوتی ہے۔ گناہوں سے مخلصی اور آئندہ زندگی میں خُدا کے ساتھ مُستقل طور پر رہنے کی دولت ملتی ہے۔ نجات کا ذِکر کرتے وقت ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جب مَیں خُداوند یسُوع مسیح پر ایمان لایا تو مَیں نے نجات حاصل کی لیکن اس نجات حاصل کرنے کا اطلاق زمانہ حال اور مُستقبل پر بھی ہو سکتا ہے یعنی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ خُدا کی مدد اور رحمت سے مَیں ہر روز نجات حاصل کر رہا ہُوں اور جب میری اس فانی زندگی کا خاتمہ ہوگا تو آخرت کے روز مَیں پُوری نجات میں شامل ہُوں گا۔

رُومیوں ۱: ۷ا "اس واسطے کہ اُس میں خُدا کی راستبازی ایمان سے اور ایمان کے لئے ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ لکھا ہے کہ راستباز ایمان سے جیتا رہے گا"۔ خُدا کی راستبازی" سے دو باتیں مُراد ہیں۔

(۱) خُداوند یسُوع مسیح کی خاطر خُدا ہمیں راستباز ٹھہراتا ہے لیکن یہی نہیں بلکہ

(۲) وُہ ہم میں اپنی راستبازی بھی پیدا کرتا ہے۔

ہمیں ہر دو چیزوں کی ضرُورت ہے یعنی ہم خُود بھی راستباز ٹھہریں اور وُہ ہم میں اپنی راستبازی بھی پیدا کرے لیکن اگر ہماری باطنی انسانیت

میں حیات تازہ کا آفتاب طلوع نہ ہو تو ظاہری نمائش اور رکھ رکھاؤ بالکل فضول ہے اور رُوحانی زندگی میں اُسے قطعاً کوئی اہمیت حاصل نہیں ہوتی لہٰذا اس سے صاف عیاں ہے کہ ہم گنہگار ہیں، اور اگر گنہگار میں باطنی تبدیلی مفقود ہو تو اُس کی زندگی بالکل بے معنی ہے۔

رُومیوں کے خط کا مضمون "خُدا کی راستبازی" ہے۔

مقدس پولُس رسُول شب و روز اسی قسم کے خیالات میں مستغرق رہا کرتا تھا۔ زبُور ۹۸: ۲ میں زبُور نویس نے اس حقیقت سے پردہ اُٹھایا ہے کہ "اُس نے اپنی صداقت قوموں کے سامنے نمایاں کی ہے"۔ "راستبازی" تمام بنی نوع انسان کے لئے خُدا کی بخشش یا انعام ہے لیکن یہ راستبازی ہماری اپنی راستبازی نہیں ہے کیونکہ گنہگار انسان کی حقیقت ہی کیا ہے کہ وُہ اپنی راستبازی کی بات کرے یا کسی طرح سے اُسے اپنی راستبازی پہ فخر ہو۔ یہ راستبازی خُدا کی راستبازی ہے جو خُدا سے صادر ہوتی ہے یعنی وُہی اس نعمت اور لازوال دولت کا سرچشمہ ہے۔ خُدا کے نزدیک اسی راستبازی کو شرفِ قبولیت بخشا جاتا ہے لیکن خُدا کی اِس راستبازی کے ساتھ ہی ایماندار کی وُہ راستبازی بھی ہے جو اُس کے لئے تیار کی گئی ہے اور راستبازی کی یہ نعمت اُسے عطا فرمائی گئی ہے اور اس میں اس کے اپنے ایمان کو بھی عمل دخل حاصل ہے۔ وُہ راستبازی جسے خُدا قبُول فرماتا ہے وُہ ایمان

اُور بھروسے پر مبنی ہے۔ اِس ایمان اُور بھروسے کے ساتھ محبّت اُور فرمانبرداری بھی شامل ہوتی ہیں، لیکن ہماری محبّت، فرمانبرداری اُور ایمان کی اپنی ذات میں کوئی وُقعت نہیں ہوتی۔ خُدا کے فضل سے ہماری محبّت، فرماں برداری اُور ایمان کامل ہوتے ہیں۔ ہم معافی اُور راستباز ٹھہرائے جانے میں امتیاز کر سکتے ہیں۔ معافی کے معنی ہیں سزا کا بخشا جانا یعنی سزا باقی نہیں رہتی اُور جب انسان راستباز ٹھہرتا ہے یا خُدا اُس کو راستباز ٹھہراتا ہے تو وُہ اپنی کسی نیکی یا خُوبی کی وجہ سے راستباز نہیں ٹھہرتا بلکہ خُداوند مسیح کی راستبازی میں ہماری شراکت ہوتی ہے یعنی اُس کی راستبازی کی خاطر ہم میں بھی وُہی راستبازی موجُود سمجھی جاتی ہے۔ خُدا کی راستبازی کا اُس کی اصلی فطرت کے ساتھ تعلّق ہے۔ ازل سے ہی اُس میں راستبازی تھی۔ اُس نے حضرت آدم کو اشرف المخلوقات پیدا کیا تاکہ وُہ اُس کی راستبازی میں شریک ہو۔ خُدا قادرِ مطلق کی خواہش ہے کہ انسان جو اُس کی حکمتِ کاملہ کا ظہُور ہے اُس کے ساتھ شراکت کرے یعنی مخلُوق اپنے خالق کے ساتھ شرکت کرے۔ یہ شراکت یا تو باپ اُور بیٹے کی صُورت میں ہوتی ہے یا خالق اُور مخلُوق کی صُورت میں، لیکن انسان اس رشتہ سے خُود محرُوم ہُوا۔ خالق اُور مخلُوق، باپ اُور بیٹے کے درمیان ایک نہایت ہی مُقدّس اُور عظیم رشتہ تھا۔ اُسے اپنے خالق پر پُورا پُورا بھروسہ

تھا۔ انسان اپنے اعمال و افعال میں خُود مختار بننے کا آرزُومند تھا۔ وُہ اپنے لئے خُود فیصلہ کرنے کا آرزُومند تھا۔ اُس نے محسُوس کیا کہ خُدا قادرِ مُطلق باپ پر بھروسہ کرنے کی کیا ضرُورت ہے لہٰذا اس خط کی تعلیم ہی یہ ہے کہ راستبازی کے سلسلہ میں خالق و مخلُوق، باپ اَور بیٹے، خُدا اَور انسان کا آپس میں کیا تعلّق ہے۔ خُدا کی راستبازی کا ظہُور اس بات میں ہے کہ وُہ ہمارا باپ ہے۔ وُہ محبّت کرنے والا باپ ہے جو ہم گنہگاروں کے لئے سب کُچھ کرنے کے لئے تیار ہے۔ راستبازی کا معیار یہ ہے کہ ہماری شخصیّت سمٹ کر ایک نوزائیدہ اَور معصُوم بچّے کی سی ہو جائے اَور جس طرح سے ایک معصُوم بچّہ اپنے باپ سے محبّت کرتا ہے، اُس کا فرمانبردار ہے اَور اُسے اپنے باپ پر پُورا پُورا بھروسہ ہے اسی طرح سے ہم میں بھی اسی قسم کی خصُوصیات ہوں۔ دراصل راستبازی خُدا اَور انسان کے درمیان ایک مُقدّس اَور پاک رشتہ ہے اَور اسی رشتہ کو اُستوار کرنے کی غرض سے خُدا نے انسان کو پیدا کیا تھا۔ اپنے اس خط میں پولُس رسُول کہتا ہے کہ "جیسا لکھا ہے کہ راستباز ایمان سے جیتا رہے گا"۔ یعنی ایمان سے ایمان ظاہر ہوتا ہے۔ یہ راستبازی ایمانداروں کے لئے انعام ہے۔ پس نہ ہی راستبازی اَور نہ ہی فرمانبرداری اپنی ذات میں انعام ہیں بلکہ بات یُوں ہے کہ ایمان سے ہم اقرار کرتے ہیں کہ ہم میں کوئی ایسی خوُبی یا لیاقت

نہیں ہے جس سے ہم خُدا کی راستبازی کے مستحق ہیں۔ ہم ایک معصوم بچّے کی طرح اپنی لاعلمی اور بے مائیگی کا اعتراف کرتے ہیں۔ خُدا جو تمام طاقت اور قوّت کا سرچشمہ ہے اُسی سے سب کچھ حاصل کرنے کی غرض سے اُس خالقِ حقیقی کی طرف دستِ سوال دراز کرتے ہیں اور وُہ سب کچھ جو خُدا باپ ہمیں عطا کرتا ہے ہم اُسے حاصل کرتے ہیں۔ ہمیں اپنی خامیوں اور کوتاہیوں کا اعتراف ہے اور ایمان کی تعریف ہی یہی ہے کہ ہم قبول کرتے ہیں، ہر وُہ نعمت اور بخشش جو اُس کی رحمت سے ہمیں عطا ہوتی ہے اور ہم انکساری سے اسے قبول کرتے ہیں۔ یہی ایمان ہے۔ مقدّس پولُس رسُول نے مندرجہ بالا اقتباس کتابِ مقدّس ہی سے کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں حبقوق ۲:۴، اور گلتیوں ۳ : ۱۱ اور عبرانیوں ۱۰ : ۳۸ پُرانے عہد نامہ سے ہی لیا گیا ہے۔ پولُس رسُول نے کتابِ مقدّس سے اقتباس کر کے کہا ہے۔ "لکھا ہے کہ راستباز ایمان سے جیتا رہے گا۔"

زندہ رہنے کا راز ایمان سے راستباز ٹھہرایا جانا ہے۔ کتابِ مُقدّس میں خُدا کے الہام سے حبقُوق نبی نے جب یہ کہا کہ "راستباز ایمان سے جیتا رہے گا" تو اُس کا یہ مطلب تھا کہ اُس کی ایمانداری سے وُہ جیتا رہے گا یعنی خُدا کے نیک کاموں میں زندگی ہے۔

ایمانداری اور خُدا کی ایمانداری پر بھروسہ رکھنا مختلف چیزیں ہیں۔ یہ بات اچھی طرح سے ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ ایمان خُدا کی

بخشش ہے۔ پولُس رسُول نے ایمان کی یوُں تعریف کی ہے کہ خُدا کے فضل پر بھروسہ کرنا اور اُس کی نعمتوں کو قبُول کرنا ہی ایمان ہے۔ یہی نجات ہے۔ خُدا کی مہر[illegible] اور فضل کے جواب میں ہمیں نجات کا بیش بہا خزانہ عطا ہوتا ہے۔

---

(۱)۔ راستبازی کی ضرورت

(ل)۔ عام انسانوں کے لئے۔

رُومیوں ۱ : ۱۸۔ "کیونکہ خُدا کا غضب اُن آدمیوں کی تمام بیدینی اور ناراستی پر آسمان سے ظاہر ہوتا ہے جو حق کو ناراستی سے دبائے رکھتے ہیں۔"

زیرِ نظر آیت میں خُدا کے غضب کے ظاہر ہونے کا بیان ہے۔ عبرانیوں کے خط ۱۲ : ۲۹ آیت میں لکھا ہے کہ "ہمارا خُدا بھسم کرنے والی آگ ہے۔" خُدا کے فضل اور اُس کی محبّت کی طرح اُس کا غضب بھی ایک مسلّمہ حقیقت ہے اور جس طرح فضل اور محبت کا ظہور ہوتا ہے اُسی طرح آسمان سے غضب بھی ظاہر ہوتا ہے۔ "کلسیوں ۳ : ۶ اور افسیوں ۵ : ۶ کا مطالعہ کیجئے۔ ان حوالہ جات میں ناراستی اور گناہوں کے فرزندوں پہ خُدا کے غضب کے نازل

ہونے کا ذکر ہے۔ انجیل سے خُدا کی راستبازی ظاہر ہوئی اَور اس دُنیا پر خُدا کا غضب بھی ظاہر ہُوا۔ خُدا قادرِ مطلق نے اپنی قُدرتِ کاملہ اَور انجیل سے اپنی راستبازی ظاہر کی۔ یہی نہیں بلکہ انسان کے دِل سے بھی اُس کی راستبازی کا ظہور ہُوا۔ خُدا کا غضب "آسمان سے ظاہر ہوتا ہے"۔ غضب جیسی ہولناک اَور ہیبت ناک چیز انسان کے قبضہ و اختیار میں نہیں ہے۔ کاہن اَور مذہبی رہنما اپنی عظمت اَور سطوت کا سِکّہ بٹھانے کی غرض سے لوگوں کو ڈرایا دھمکایا کرتے ہیں کہ وُہ نافرمانوں پر غضب نازل کروائیں گے۔ لیکن یہ "غضب" کسی کاہن یا مذہبی رہنما کی طرف سے نازل نہ ہُوا بلکہ خُدا کی طرف سے ظاہر ہُوا۔ بنی نوعِ انسان کی بے دینی اَور ناراستی کی وجہ سے اُن پر خُدا کا غضب نازل ہُوا۔ بے دینی اَور ناراستی پہلا گناہ ہے۔ بے دینی کا گناہ خُدا کی عبادت میں کمی کا گناہ ہے۔ جب خُدا کی عبادت سے تغافل برتا جاتا ہے تو بے دینی کا گناہ لاحق ہوتا ہے اَور یہ گناہ تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ انسان کا فرضِ اوّلین ہے کہ وُہ اپنے خُدا سے اپنے سارے دل، اپنی ساری جان اَور اپنی ساری طاقت سے محبّت رکھے۔ گناہ قعرِ مذلت میں گرانے کا سبب ہے۔ یہی گناہ اُس کے تنزّل کا باعث ہے۔ گناہوں کا ایک خوفناک چکّر شروع ہو جاتا ہے یعنی ابتدا بے دینی سے ہوتی ہے۔ ناراستی اپنے تمام مکروہ اَور خبیث جرائم کا مظاہرہ

کرتی ہے۔اس کے بعد تمام قسم کے گناہ اس کے جلو میں فوج در فوج چلے آتے ہیں۔ اب اس آیت کا آخری حصہ ملاحظہ کیجئے :۔ "حق کو ناراستی سے دبائے رکھتے ہیں" انجیل مقدس میں ا۔ یُوحنا ۲: ۱۱ کا مطالعہ کیجئے۔ ناراستی ایسا قبیح فعل ہے کہ اس سے ہمارا ضمیر اندھا ہو جاتا ہے۔ چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہوتا ہے۔ اس اندھیرے میں ہم سچائی کے نُور سے بالکل محرُوم ہوتے ہیں۔ ہم سچائی کی حقیقت کو سمجھنے سے عاری ہوتے ہیں۔ یہ حقیقت ہرگز ہرگز فراموش نہیں کرنی چاہیئے کہ ہر ایمان لانے والے کے واسطے انجیل نجات کے لئے خُدا کی قُدرت ہے۔

خُدا کا غضب اُن آدمیوں کی تمام بیدینی اور ناراستی پر ہے، جو حق کو ناراستی سے دبائے رکھتے ہیں۔ اب خُدا کے غضب کی ماہیت ملاحظہ کیجئے۔ آخر خُدا کا غضب کیا ہے؟ خُدا کا غضب محض غُصہ نہیں ہے بلکہ یہ اُس قادرِ مُطلق خُدا کی پاکیزگی ہے جو گناہ اور ناراستی سے نفرت رکھتی ہے۔ پاکیزگی اُس کی مرکزی صفت ہے۔ جہاں اخلاقی بدی اور حیاسوز جرائم کا لاوا اُبلنے لگا، خُدا کے غضب نے شیطنت کے اس سیلاب کو بالکل ختم کر دیا۔ خُدا کے غضب کا بھڑکنا ضروری ہے اور یہ چیز اُس کی پاکیزگی کا جزو لاینفک ہے۔

اب یہ دیکھنا مقصُود ہے کہ خُدا کا غضب کس پر ہے۔ انسان

پر اُس کا غضب نہیں بلکہ انسان کی بے دینی اور بداخلاقی پر اُس کا غضب نازل ہوتا ہے۔ اس باب میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہر ایک شخص میں کچھ نہ کچھ سچائی ضرور ہوتی ہے لیکن ہر ایک انسان اس سچائی کو پرکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اپنی مخصوص فطرت کی وجہ سے انسانوں نے اس سچائی کو رد کر دیا ہے۔

رومیوں ۱: ۱۹۔ "کیونکہ جو کچھ خدا کی نسبت معلوم ہو سکتا ہے وہ اسی کے باطن میں ظاہر ہے اس لئے کہ خدا نے اُس کو اُن پر ظاہر کر دیا۔"

تکوینِ کائنات کے وقت ابتدائی دور کے انسانوں نے خدا کو واحد سمجھا۔ اُن کا ایمان تھا کہ زمین اور آسمان اور ساری کائنات کا خالق خدا واحد ہے۔ وہ بہت سے "خداؤں" کے قائل نہ تھے۔ انسان کے دِل نے بارہا اس بات کی شہادت دی ہے کہ خالقِ ارض وسما واحد ہے۔ قدیم زمانے کی غیر اقوام خدا کے فضل کی حقیقت کو سمجھنے سے قاصر رہیں، لیکن اُنہوں نے جب گردشِ لیل و نہار کو دیکھا اور قدرت کی حسین کاریگری کا نظارہ کیا تو وہ پکار اُٹھے کہ اس کارخانے کو اس اہتمام سے چلانے والی کوئی عظیم اور دانا طاقت ہے۔ انسان کے دِل میں اس قسم کا علم موجود تھا یعنی اُس زمانے کے لوگوں نے اپنی روشن ضمیری اور عقل سے اُس قوتِ کاملہ کے وجود کو تسلیم کیا جو درونِ پردہ نظامِ دُنیا کو بڑی خوش اسلوبی سے چلا رہی ہے۔ قادرِ مطلق خدا نے اس دنیا کا نظام ایسا خوبصورت بنایا کہ کائنات

کی ہر ایک چیز پُکار پُکار کر کہہ رہی ہے کہ اس کا بنانے والا عظیم اور جلیل ہے۔ ملاحظہ ہو، اعمال ۱۴: ۱۷ ؛ ۱۷: ۲۶-۲۷۔

انگریزی زبان کے مشہور مصنّف جان کیلون نے کہا ہے کہ خدا نے اس حسین و جمیل دُنیا کو بنایا۔ اُس نے انسان کو آنکھیں عطا کیں تاکہ وُہ قُدرت کے نظاروں کو دیکھے اور اس طرح سے اپنے خالق کی پہچان کر سکے۔

رُومیوں ۱: ۲۰۔ "کیونکہ اُس کی اَن دیکھی صفتیں یعنی اُس کی ازلی قُدرت اور الُوہیّت دُنیا کی پیدائش کے وقت سے بنائی ہُوئی چیزوں کے ذریعے سے معلُوم ہو کر صاف نظر آتی ہیں، یہاں تک کہ اُن کو کُچھ عُذر باقی نہیں۔" خُدا کی وُہ صفات جو اَن دیکھی ہیں، وُہ اُس وقت صاف صاف نظر آتی ہیں، جب ہم یکسوئی سے قُدرت کے سربستہ رازوں کو معلُوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ قادرِ مُطلق خُدا کی مخلُوق کا مطالعہ کرنے سے خالق کے راز سے پردہ اُٹھتا ہے۔ انسان کی عقل باریک ہوتی جا رہی ہے۔ سائنس نے ستاروں کے آگے تک کے جہانوں کو معلُوم کر لیا ہے۔ خلائی پرواز نے انسان کے مخفی جوہروں کو ظاہر کیا ہے۔ انسان اب اس کائنات کے خالق کو سمجھ رہا ہے۔ انسان پھُول کی پتّی کے مطالعہ میں عقل و فکر کی تمام صلاحیتیں صرف کرتا ہے اور اسے معلُوم ہوتا ہے کہ اس کا بنانے والا کوئی ہے۔ کائنات کے ذرّے ذرّے میں اُس کی قُدرت

جلوہ گر ہے۔ اُس کی دُوسری صفات اُس کی اُلوہیّت میں موجود ہیں۔
INTERPRETE'S BIBLE میں مصنّف نے یوں لکھا ہے "گناہ
انسان کی غلطی یا علم کی کمی کا نام نہیں ہے لیکن جب وُہ دیدہ و دانستہ
خُدا کی ہستی سے مُنکر ہوتا اور اُس کی خدمت اور فرماں برداری سے
روگردانی کرتا ہے تو اسے گناہ کہتے ہیں"۔

پولُس رسُول نے رُومیوں کے خط کی اس آیت میں اس حقیقت
کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وُہ قومیں اور اُمتیں جو ابھی تک انجیل مقدّس
کی خُوشخبری سے بے خبر ہیں اُن کی خستہ اور خوفناک حالت کا محض تصوّر
کیا جا سکتا ہے کہ وُہ گناہ کی انتہائی تاریکیوں میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔
خُوشی اور اطمینان کی مقدّس کرنوں سے اُن کے سینے یکسر محرُوم ہیں۔ اگر
کسی قوم یا کسی اُمّت نے خُداوند یسُوع مسیح کی ذاتِ گرامی کے متعلق
اور اُس کے رُوح افزا کلام کے متعلق ابھی تک نہ سُنا ہو تو وُہ نہ ہی
کامِل انسان ہے اور نہ ہی وُہ آفتابِ صداقت کے نُور میں منزل کی
طرف رواں دواں ہے۔ خُداوند یسُوع مسیح کے نُور سے محروم قومیں
کاملیّت کا دعویٰ نہیں کر سکتیں۔ پس اُن پر خُدا کا غضب رہتا ہے کیونکہ
اس صُورت میں وُہ اسی سزا کے لائق ہیں۔

رُومیوں ۱: ۲۱۔ "اس لئے کہ اگرچہ اُنھوں نے خُدا کو جان تو لیا
مگر اُس کی خُدائی کے لائق اُس کی تمجید اور شُکرگزاری نہ کی بلکہ باطل
خیالات میں پڑ گئے اور اُن کے بے سمجھ دِلوں پہ اندھیرا چھا گیا"۔

اس آیت کا اطلاق مسلمانوں، ہندوؤں اور مسیحیوں پر بھی ہو سکتا ہے۔ اِن مذاہب کے لوگوں نے صدقِ دِل سے لائق طور پر خُدا کی تمجید نہیں کی۔ خُدا کی تمجید اور شکر گزاری کرنا ہر ایک انسان کا فرضِ منصبی ہے۔ بنی نوع انسان نے خُدا کی تمجید دل و جان سے نہیں کی۔ صرف اسی کی ذات ہی تمام حمد و ستائش کے لائق ہے لیکن ابھی تک انسانوں نے اپنے اس فرض میں کوتاہی کی ہے۔

"باطل خیالات" وُہ خیالات ہیں جن کی کُچھ اصل نہیں اور وُہ جھُوٹ پر مبنی ہیں۔ ہر وُہ خیال جو خُدا کے سوا کسی دُوسری چیز کے متعلق ہے وُہ باطل ہے۔ پولُس رسُول نے اُن لوگوں کے بارے میں یہ کہا ہے کہ اُنہوں نے حق سے روگردانی کی اور جھُوٹ پر تکیہ کیا ہے۔ اس قسم کی باطل روش کا یہ نتیجہ ہُوا کہ اُن کے دِلوں پر اندھیرا چھا گیا۔ باطل خیالات کا یہ ضرُوری نتیجہ ہے۔ اس ضمن میں ۱۔یُوحنّا ۲: ۹-۱۱ کا مطالعہ کیجئے۔ وُہ لوگ جو نُور میں نہیں چلتے وُہ تاریکی میں ہیں اور اسی تاریکی نے اُن کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے۔

رُومیوں ۱: ۲۲-۲۳ "وُہ اپنے آپ کو دانا جتا کر بے وقُوف بن گئے اور غیر فانی خُدا کے جلال کو فانی انسان اور پرندوں اور چوپاؤں اور کیڑے مکوڑوں کی صُورت میں بدل ڈالا"۔ کتنی عجیب بات ہے کہ خالق کا حق مخلُوق کو دیا گیا لیکن یہ صُورتِ حال عام ہے۔ زمانہ قدیم میں قوموں نے جانوروں کی پرستش شرُوع

کر دی - ابھی تک ہندُو لوگ جانوروں اَور پرندوں کے بُت بناتے اَور اُن کے سامنے ماتھا ٹیکتے اَور اُن کی پُوجا کرتے ہیں - اِس زُمرے میں محض ہندُو ہی شامل نہیں ہیں بلکہ بہُت سے مسیحی بھی لکشمی دیوی یعنی مال و دولت کی دِل سے پُوجا کرتے ہیں - وُہ خُدا کی ستائش کرنے کی بجائے دھن دولت کی قدر کرتے اَور دِن رات اُسی کی پرستش کرنے میں مگن رہتے ہیں - اسی سلسلہ میں زبُور ۱۰۶ : ۲۰ - ۲۱ ملاحظہ فرمائیے -

اس بیسویں صدی سینکڑوں عالم اَور سائنس دان ، فلاسفر اَور حکیم اپنے زُعم میں ہمہ دان ہیں - وُہ اپنے آپ کو دانا سمجھتے ہیں لیکن اُن کا یہ علم سراسر بے وقُوفی ہے کیونکہ وُہ حق یعنی خُدا کو نہیں پہچانتے -

رُومیوں ۱ : ۲۴ - "اس واسطے خُدا نے اُن کے دِلوں کی خواہشوں کے مطابق اُنہیں ناپاکی میں چھوڑ دیا کہ اُن کے بدن آپس میں بے حُرمت کئے جائیں" - جب انسانوں نے خُدا کی پرستش اَور عبادت کرنا چھوڑ دیا تو خُدا نے بھی اُنہیں چھوڑ دیا - وُہ لوگ بے دین اَور ناراست ہو گئے - اُنہیں اپنی بیدینی اَور ناراستی کی سزا مل گئی - گناہ کی سزا یہ ہے کہ گنہگار ہر روز گناہوں کے بوجھ تلے دبا جاتا ہے - ناراستی اَور بے دینی کا یہ پہلا پھل ہے - اس کا یہ ہرگز ہرگز مطلب نہیں ہے کہ خُدا

نے اُن سے گناہ کروایا۔ خُدا سراپا نیکی ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ اُس نے اُنہیں گناہ سے روکنا چھوڑ دیا۔ خُدا کی ایک ایسی عظیم طاقت ہے جس سے وُہ انسان کو گناہ سے روک سکتا ہے۔ یہ عظیم طاقت انسان کا اپنا ضمیر ہے جو جُرم کا ارادہ کرتے وقت روکتا ہے لیکن متواتر گناہ کرنے سے ضمیر مر جاتا ہے اور انسان اُس کی آواز نہیں سُن سکتا یا وُہ گناہ سے روک ہی نہیں سکتا اگر ضمیر مُردہ ہو جائے تو انسان اپنی نفسانی خواہشات کی اپنی مرضی کے مطابق تکمیل کر سکتا ہے۔ توبہ کا دروازہ ہر وقت کُھلا ہے۔ اگر انسان چاہے تو وُہ اپنے بُرے کاموں سے توبہ کر کے اُس کے پاس آ سکتا ہے لیکن یہ سب کُچھ انسان کی اپنی مرضی پر مُنحصر ہے۔ توبہ کا ہر وقت موقع ہے۔ گُناہ آلُود زندگی بسر کرتے کرتے گنہگار کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ اُس کا دل پتّھر کی طرح سخت ہو جاتا ہے۔ اب اُس پر کسی نصیحت کا اثر نہیں ہوتا اور وُہ توبہ کر ہی نہیں سکتا۔ اِس قِسم کے مُردہ ضمیر انسان کو گناہ اور بے دینی کا پھل ملتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ مُردہ ضمیری اور دِل کا سخت ہو جانا گناہ کا پھل ہے۔ انسان فعل مختار ہے۔ اسے ہر قسم کے افعال کی آزادی ہے۔ جب وُہ گُناہ کرتا ہے تو خُدا اس کے ہاتھوں کو نہیں روکتا یعنی اُسے کُھلی آزادی ہے کہ وُہ اپنی نفسانی خواہشات کو پُورا کرے۔ اگرچہ خُدا مُردہ ضمیر انسان

کو روکتا نہیں لیکن گنہگار انسان قصُور وار ٹھہرتا ہے کیونکہ انسان اپنے افعال کا خُود ذمہ دار ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔ یُوحنّا ۹ : ۳۹ ، مرقس ۴ : ۱۲ ، اعمال ۷ : ۴۲ ، افسیوں ۴ : ۱۹ - زبُور ۸۱ : ۱۲ یسعیاہ ۶ : ۱۰ -

رُومیوں ۱ : ۲۵ ۔ "اس لئے کہ اُنھوں نے خُدا کی سچائی کو بدل کر جھُوٹ بنا ڈالا اور مخلُوقات کی زیادہ عِبادت اور پرستش کی بہ نسبت اُس خالق کے جو اَبد تک محمُود ہے۔ آمین"۔ پولُس رسُول نے گناہ کے سبب اور جڑ کا ذِکر کیا ہے۔ سچائی کو چھوڑ کر جھُوٹ کی عِبادت کرنا گناہ ہے۔ اُس نے اہل رُوما کے گناہوں سے نفرت کا اظہار کیا۔ وُہ صرف اُسی خالق خُدا کی تمجید کرتا ہے جو اَبد تک محمُود ہے۔ ملاحظہ کیجئے کہ گناہ کس قسم کی حقارت اور نفرت کا سزاوار ہے۔ اُس کی ذلّت اور رسوائی کا اندازہ لگائیے۔ گناہ کا بڑا ہی خوفناک انجام ہے۔ اس کے تنزل کو دیکھ کر ہمیں خُدا کی طرف رجُوع ہونا چاہیئے اور صرف اُسی کی تمجید اور عبادت کرنی چاہیئے۔

گناہ کا انجام ابدی ہلاکت ، رُسوائی اور ذلّت ہے۔ اس کے خوفناک انجام کو دیکھ کر ہمیں عبرت حاصل ہونی چاہیئے۔ ہمیں اپنی آنکھیں قادرِ مُطلق خُدا کی طرف اُٹھانی چاہیئں اور اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو ہم بھی اَبدی ہلاکت کے سزاوار

ہوں گے۔ یہ انجام کتنا خوفناک ہے۔ پولُس رسُول خُود خُدا کی تمجید کرتا ہے اور دُوسروں کو خُدا کی تمجید کرنے کی تلقین کرتا ہے اگرچہ گناہ کی سزا بڑی مہیب ہے پھر بھی خُدا کی محبت لاتبدیل ہے۔ اس فضل کے لئے اُس کا جتنا بھی شُکر کیا جائے کم ہے۔

رُومیوں ۱: ۲۶ - ۲۷ "اسی سبب سے خُدا نے اُن کو گندی شہوتوں میں چھوڑ دیا، یہاں تک کہ اُن کی عورتوں نے اپنے طبعی کام کو خلافِ طبع کام سے بدل ڈالا۔ اسی طرح مرد بھی عورتوں سے طبعی کام چھوڑ کر آپس کی شہوتوں سے مست ہو گئے یعنی مردوں نے مردوں کے ساتھ رُوسیاہی کے کام کرکے اپنے آپ میں اپنی گمراہی کے لائق بدلہ پایا۔" اس کے ساتھ ہی افسیوں ۴: ۱۹ بھی مطالعہ کریں۔ "اُنہوں نے سُن ہو کر شہوت پرستی کو اختیار کیا تاکہ ہر طرح کے گندے کام حرص سے کریں۔" اس آیت میں لکھا ہے کہ خُدا نے اُنہیں گندی شہوتوں میں چھوڑ دیا۔ دونوں آیات کی باتیں صحیح ہیں۔ خُدا نے اُن کو چھوڑ دیا تاکہ وہ جو کچھ چاہیں کریں۔ اس لئے اُنہوں نے اپنی من مانی کی اُن کی مرضی میں گناہ کا عمل دخل تھا۔ اُنہوں نے اپنی خراب مرضی کو پُورا کیا۔

پولُس رسُول نے رُومی معاشرے کی کتنی گندی اور مکروہ تصویر کھینچی ہے۔ اس معاشرے کے مرد و زن دونوں ہی ناپاک شہوانی جذبات سے مغلوب تھے۔ وُہ غیر فطری اور غیر طبعی افعال کے مرتکب

ہُوئے۔ کتابِ مقدّس میں ہوسیع نبی نے فرمایا ہے کہ اگر کسی قوم کے مرد ناپاکی کی زندگی بسر کریں تو وُہ اس بات کی اُمید نہیں رکھ سکتے کہ اُن کی عورتیں پاک رہیں گی۔ ہوسیع ۴ : ۱۴۔

زیرِ نظر آیت میں اَور اس سے اگلی آیت میں پولُس رسُول نے جو الفاظ استعمال کئے ہیں اس سے مُراد ہے "نر" اَور "مادہ" یعنی اُس نے مرد اَور عورت کے الفاظ استعمال نہیں کئے، θήλειαι اَور ἄρσενες "نر" اَور "مادہ" کے الفاظ محترم اَور قابلِ عزت نہیں تھے۔

اَور پھر "گمراہی کے لائق بدلہ" کی طرف توجہ دیجئے۔ اُن کی گمراہی یہ تھی کہ وُہ خُدا سے گمراہ ہو گئے۔ وُہ گندے اَور گھناؤنے افعال کے مُرتکب ہُوئے۔ اُن کی زندگی گندے کاموں میں بسر ہونے لگی۔ گندے کاموں سے نہ ہی صرف جسمانی قوتیں کمزور ہوتی جاتی ہیں بلکہ عقل و فکر کی تمام صلاحیتوں کو ایک قسم کا گھُن کھائے جاتا ہے جس سے عقل کمزور ہو جاتی ہے۔ اس سے یہ تاثر ہرگز نہ لیا جائے کہ گناہ کرنے سے اُس کا پھل نہیں ملتا۔ گنہگار کو اپنے گُناہوں کا پھل ضرور ملتا ہے اَور یہی گناہوں کا بدلہ ہے۔

رُومیوں ۱ : ۲۸۔ "اَور جس طرح اُنہوں نے خُدا کو پہچاننا ناپسند کیا اُسی طرح خُدا نے بھی اُن کو ناپسندیدہ عقل کے حوالہ کر دیا کہ نالائق حرکتیں کریں"۔

رسُولِ مقبُول نے تیسری مرتبہ یہ بات کہی ہے کہ چُونکہ اُنہوں نے خُدا کو ناپسند کیا، خُدا نے بھی اُن کو ناپسند کیا اور اُن کو چھوڑ دیا۔ اُس انسان کی ہولناک حالت کا اندازہ لگائیے جسے خُدا چھوڑ دیتا ہے اور پھر ناپسندیدہ عقل ایسی عقل ہے جس سے کوئی اچھا کام ہو ہی نہیں سکتا۔ ناپسندیدہ عقل خراب عقل ہے جو اُلٹے کاموں میں لگی رہتی ہے۔

رُومیوں ۱: ۲۹ - "پس وُہ ہر طرح کی ناراستی۔ بدی۔ لالچ اور بدخواہی سے بھر گئے"۔

پولُس رسُول نے اس آیت کے آخری حصّے میں گُناہوں کی ایک فہرست دی ہے۔ اپنے آپ کا تنقیدی جائزہ لیجئے اور تمام اخلاقی معیاروں کی کسوٹی پر پرکھ کر معلُوم کیجئے کہ کیا اس فہرست میں دیا ہُوا کوئی گُناہ آپ کی زندگی میں تو موجُود نہیں ہے۔

۲۔ کرنتھیوں ۱۲: ۲۰، گلتیوں ۵: ۱۹-۲۱، افسیوں ۵: ۳-۴، ۱۔ تیمتھیُس ۱: ۹-۱۰، ۲۔ تیمتھیُس ۳: ۱-۵ - گُناہوں کی وُہ لمبی چوڑی فہرست ۲۹ آیت کے آخری حصّے اور ۳۰ اور ۳۱ آیات میں دی گئی ہے۔

رُومیوں ۱: ۳۲ - "حالانکہ وُہ خُدا کا یہ حُکم جانتے ہیں کہ ایسا کام کرنے والے موت کی سزا کے لائق ہیں، پھر بھی نہ فقط آپ ہی ایسے کام کرتے ہیں بلکہ اور کرنے والوں سے بھی خُوش ہوتے ہیں"۔

غیر اقوام، بے دین، وحشی اور جاہل لوگ آج کل اس حقیقت سے اچھی طرح سے آشنا ہیں کہ مندرجہ بالا بُرے کام کی سزا ہے وُہ انسان جو نہ ہی صرف خُود گناہ کرتا ہے بلکہ دُوسرے گناہ کرنے والوں سے بھی خُوش ہوتا ہے۔ وُہ اسفل ترین مخلُوق ہے۔ جب ہم اپنے گُناہوں کے متعلّق صفائی پیش کرتے ہیں تو اکثر کچھ اسی قسم کا عذرِ لنگ پیش کرتے ہیں کہ ہم کمزور تھے یا آزمائش میں ایسے مُبتلا ہُوئے کہ بس گُناہ سرزد ہو گیا لیکن جب دُوسروں کو ہدفِ تنقید بناتے ہیں تو عیب جوئی اور الزام تراشیوں کی انتہا نہیں رہتی۔ ہماری نکتہ چینی تعمیری نہیں ہوتی بلکہ تخریبی ہوتی ہے۔ ہم اس قسم کے تعمیری مشورے پیش نہیں کرتے جس سے گناہ کرنے والے اپنی بُری روش سے باز آئیں اور اپنے مُستقبل کو سُنوار سکیں۔ ہم گناہ کو گھناؤنا فعل نہیں سمجھتے بلکہ اس پر اتراتے اور فخر کرتے ہیں۔ اس طرح سے ہماری عاقبت خراب ہوتی ہے۔

گُناہ کی تصویر کتنی بھیانک اور گھناؤنی ہے اور یہ تصویر ہر روز بھیانک تر ہوتی جاتی ہے۔ پولُس رسُول اپنے زمانے کے لوگوں کے احوال سے اچھی طرح سے واقف تھا۔ اُس نے کبھی اس قسم کا خیال ظاہر نہیں کیا کہ چلو سو فیصدی نہ سہی چند فیصدی لوگ تو قدرے گناہ کرنے سے گریز کرتے ہیں لیکن اس قسم کی سوچ بالکل منفی اور فضُول ہوتی ہے۔ پولُس رسُول اپنے زمانے کے لوگوں

کی روش سے خُوب آگاہ تھا - اُس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ لوگوں کی حالت ناگفتہ بہ ہے اَور وُہ اپنی ہلاکت کا سامان جمع کر رہے ہیں - ہم اپنی دُنیا کے متعلق کس قِسم کا خیال کرتے ہیں، ہمیں کسی قسم کی کوئی فکر نہیں ہے - ہم نے کبھی غور نہیں کیا کہ ہمارے پڑوسی اپنے گُناہوں میں ہلاک ہونے والے ہیں، لیکن یونس رسُول کو اس کا علم تھا اَور اُسے ہلاک ہونے والوں کی فکر تھی اَور یہی وجہ ہے کہ وُہ بڑے جوش وخروش سے راہِ نجات کی مُنادی کیا کرتا تھا -

---

دُوسرا باب

راست بازی کی ضرورت

یہُودیوں کیلئے

رُومیوں ۲: ۱: "پس اَے الزام لگانے والے! تُو کوئی کیوں نہ ہو۔ تیرے پاس کوئی عُذر نہیں کیونکہ جس بات کا تُو دُوسرے پر الزام لگاتا ہے اُسی کا تُو اپنے آپ کو مجرم ٹھہراتا ہے اس لئے کہ تُو جو الزام لگاتا ہے خُود وُہی کام کرتا ہے۔"

دُوسرے باب کی پہلی آیت میں پولُس رسُول نے یہُودی لوگوں کے متعلق لکھا ہے، اس سے پیشتر اُن کا ذِکر نہیں ہوُا۔ اِن یہُودیوں کے علاوہ یُونانی فلاسفروں کے بارے میں بھی وُہ سوچ رہا ہوگا اور ممکن ہے کہ اس آیت میں اُن کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہو۔

دُوسرے لوگوں پر الزام لگانے والے لوگ اپنے آپ کو بڑا ہی نیک سمجھتے تھے۔ اپنے عیُوب کی طرف اُن کی نگاہیں نہیں اُٹھتی تھیں۔ پولُس رسُول کا یہ مقصد تھا کہ اس قسم کے الزام لگانے والوں کو معلُوم ہو جائے کہ وُہ خُود بھی قصُوروار ہیں یعنی چھلنی

چھاج کو کس طرح سے طعنہ دے سکتی ہے جبکہ اُس میں خُود بھی چھید موجُود ہیں۔ غیر اقوام گُناہوں میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ اُن کی گُناہ آلُود زندگی کو یہُودی دیکھتے تھے اور اس بات پر بڑے ہی نازاں تھے کہ اُن کے اعمال اِن غیر اقوام جیسے نہیں ہیں۔ وُہ مغرُور ہوتے جا رہے تھے۔ وُہ اس خیال سے بڑی خُوشی محسُوس کیا کرتے تھے کہ ایک نہ ایک دِن اس قسم کے گُناہ کرنے والے لوگ کیفر کردار کو پہنچیں گے اور وُہ خُدا کے غضب کا نشانہ بنیں گے اور تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ اُن کی ہلاکت یقینی ہے۔

رُومیوں ۲ : ۲ ۔ "اور ہم جانتے ہیں کہ ایسے کام کرنے والوں کی عدالت خُدا کی طرف سے حق کے مطابق ہوتی ہے۔"

خُدا حق کے مطابق گُنہگاروں کو سزا دے گا۔ یہُودی اور غیر یہُودی میں کوئی امتیاز نہیں کرے گا۔ یہُودی لوگوں کا خیال تھا کہ غیر اقوام کو ضرُور سزا ملے گی لیکن وُہ اُس کی بادشاہت میں شریک ہوں گے کیونکہ وُہ اُس کی برگزیدہ قوم ہیں اور ابرہام کی نسل سے ہیں۔ بارہا ہم بھی اسی قسم کا گمان کرتے ہیں کہ ہم مسیحی ہیں یا خادم الدین یا مذہبی رہنما ہیں لہٰذا ہمیں اپنی مرضی پُوری کرنے میں آزادی ہے۔ اس قسم کا طرزِ استدلال صحیح نہیں ہے۔

رُومیوں ۲ : ۳ ۔ "اے انسان! تو جو ایسا کرنے والوں پر الزام لگاتا ہے اور خُود وُہی کام کرتا ہے، کیا یہ سمجھتا ہے کہ تو خُدا

کی عدالت سے بچ جائے گا" دوسروں کے کام میں کیڑے ڈالنا اور نقائص تلاش کرنا بڑا آسان ہے۔ اپنے عیوب سے بالکل چشم پوشی کی جاتی ہے۔ ہم عام طور پر یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم بالکل پاک اور بےعیب ہیں۔ زیرِ نظر آیت محض اُس زمانہ کے مسیحیوں یا یہودیوں کے متعلق ہی نہیں ہے بلکہ موجودہ زمانہ کے تمام مسیحی بھی اس آیت کی روشنی میں پرکھے جا سکتے ہیں۔ اس آیت کا اطلاق اُن پر بھی ہوتا ہے۔

رومیوں ۲ : ۴ - "کیا تُو اُس کی مہربانی۔ تحمّل اور صبر کی دولت کو ناچیز جانتا ہے اور نہیں جانتا کہ خُدا کی مہربانی تجھ کو توبہ کی طرف مائل کرتی ہے"۔ اگر ابھی تک کوئی شخص خُدا کی گرفت سے محفوظ ہے اور اُسے اپنے کئے کی سزا نہیں ملی تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ اُسے اپنے گناہوں کا خمیازہ نہیں بھگتنا پڑے گا بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ خُدا نے توبہ کا موقع بہم پہنچایا ہے۔ ابتدائے آفرینش سے لیکر آج تک ایسے لوگ چلے آئے ہیں جنہیں اس قسم کا موقع دیا جاتا رہا۔ حضرت نوح، ہوسیع، عاموس، یرمیاہ اور یسعیاہ کے زمانے میں لوگوں کو خُدا نے موقع دیا تاکہ وہ توبہ کریں اور گناہ کی ہولناک سزا سے بچ جائیں مگر سخت گیر لوگوں کو گناہ کی سزا ضرور ملتی ہے۔

رومیوں ۲ : ۵ - "بلکہ تُو اپنی سختی اور غیر تائب دل کے مطابق اُس قہر کے دن کے لئے اپنے واسطے غضب کما رہا ہے جس میں خُدا کی سچی عدالت ظاہر ہوگی"۔

اپنے لئے خُود غضب کمانا کتنی خوفناک بات ہے۔ کتابِ مقدّس میں نبیوں کی زبانی خُدا نے بارہا فرمایا ہے کہ وُہ خطاکاروں پر اپنا قہرِ شدید نازل فرمائے گا۔ اُس کی آتشِ غضب بھڑکے گی اَور گنہگاروں کو بھسم کر ڈالے گی۔ نئے عہدنامہ میں ملاحظہ فرمائیے۔ عبرانیوں ۱۲ : ۲۹ -

غیر تائب دِل وُہ دِل ہے جو اپنے آپ کو نیک سمجھتا ہے لیکن اس کے برعکس ایک گنہگار جو اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہے اَور اپنے بُرے افعال پر شرمسار اَور نادم ہے وُہ توبہ کرتا ہے۔ متواتر گُناہ آلُود زندگی بسر کرتے رہنے سے احساسِ گُناہ کی نرم و نازک قوّتیں بالکل ختم ہو جاتی ہیں اَور آخرکار نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ دِل سخت ہو کر ایسا بن جاتا ہے کہ وُہ گنہگار توبہ کر ہی نہیں سکتا۔

رُومیوں ۲ : ۶ - ”وُہ ہر ایک کو اُس کے کاموں کا بدلہ دے گا۔“

عدالت کا دِن یعنی یومِ الحساب اٹل ہے۔ ہر ایک شخص کی عدالت ہو گی۔ میزانِ عدل پر ہر ایک شخص کو پرکھا جائے گا۔ اُس وقت غلطی کا احتمال نہیں ہو گا ــ عدالت کا دِن سزا و جزا کا دِن ہے۔ اُس کی عدالت سے کون بچ سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ اس دُنیا میں کوئی شخص دُوسروں کی آنکھوں سے اوجھل رہے اَور اُس کے اعمال کا محاسبہ نہ ہو سکے لیکن قادرِ مُطلق خُدا کی عدالت کے روز ہر ایک شخص کو اُس کے اعمال کے مطابق اُسے بدلہ ملے گا۔ روزِ جزا کے مالک نے اپنے کلامِ مقدّس میں اس دن کے متعلق بارہا ارشاد فرمایا ہے۔

رُومیوں ۲ : ۷ "جو نیکوکاری میں ثابت قدم رہ کر جلال اَور عزت اَور بقا کے طالب ہوتے ہیں اُن کو ہمیشہ کی زندگی دے گا۔" وُہ لوگ جن پر خُدا کی رحمتیں نازل ہوں گی اُن کی یہ خُوبصورت تصویر ہے۔ وُہ لوگ خُوش نصیب ہیں۔ وُہ ایمانداروں کو انعامات سے سرفراز فرمائے گا۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اگر اُن پر انعامات کی بارش ہوگی تو یہ اُن کی کسی اپنی خُوبی کی وجہ سے ہے بلکہ وُہ اس وجہ سے اِن انعامات کے مُستحق سمجھے جاتے ہیں کہ وُہ خُدا کے بیٹے ہیں اَور اپنے بیٹوں پر اُس کا فضل نازل ہوتا ہے۔ "ہمیشہ کی زندگی" خُدا کی کامل بخشش ہے اَور یہی حقیقی زندگی ہے۔ گنہگاروں اَور خطاکاروں کو اُن کے گناہوں کا پھل ضرُور ملے گا۔ گناہ کے پھل کی مزدوری بھی ہے جس کے متعلّق اسی خط کے ۶ : ۲۳ میں ذِکر ہے۔ "گُناہ کی مزدوری موت ہے یعنی اَبدی ہلاکت گناہ کی مزدُوری ہے۔"

رُومیوں ۲ : ۸ - ۹ ۔ "مگر جو تفرقہ انداز اَور حق کے نہ ماننے والے بلکہ ناراستی کے ماننے والے ہیں اُن پر غضب اَور قہر ہوگا اَور مُصیبت اَور تنگی، ہر ایک بدکار کی جان پر آئے گی، پہلے یہُودی پھر یُونانی کی۔"

پولُس رسُول کا خیال تھا کہ چُونکہ یہُودیوں پر من حیث القوم خُدا کا کلام نازل ہُوا، انبیائے کرام نے اُنہیں قادرِ مُطلق خُدا کے احکام بتائے، سزا اَور جزا سے آگاہ کیا اَور انجیل مقدّس کی تعلیم سے اُنہیں روشناس کیا لہٰذا تمام دُوسری قوموں کی نسبت اُنہیں فوقیت حاصل

ہے اَور جس طرح الٰہی شریعت کے نازل ہونے میں اُن کا نام
سرِفہرست ہے اُسی طرح سزا میں بھی وُہی مقدّم ہیں چُونکہ اُنہیں
زیادہ ذمّہ داری سونپی گئی لہٰذا اُن سے اُسی کے مطابق حساب بھی
لیا جائے گا۔

رُومیوں ۲ : ۱۰-۱۱- "مگر جلال اَور عزّت اَور سلامتی ہر ایک نیکوکار
کو ملے گی ، پہلے یہُودی کو پھر یُونانی کو ، کیونکہ خُدا کے ہاں کسی کی طرفداری
نہیں "۔ خُدا کسی کا طرفدار نہیں اُس کے ہاں سب یکساں ہیں۔ ہر ایک
کو اُس کے کاموں کے موافق بدلہ یا انعام دیا جائے گا کسی کی رُو رعایت
نہیں ہوگی اَور یہی عدل ہے اَور وُہ مُنصف عادل ہے لیکن وُہ لوگ
جن کی خاطر خُداوند مسیح نے صلیب کا دُکھ اُٹھایا یعنی اُن کی خطاؤں
کو اپنے اُوپر اُٹھا کر صلیب پر چڑھ گیا اُن پر سزا کا حُکم نہیں ہوگا۔
وُہ لوگ خُدا کے فضل کے ماتحت ہیں لیکن یہاں رسُول مقبُول نے
شریعت کا ذِکر کیا ہے اَور انجیلِ مقدّس کی بات نہیں اُٹھائی۔ یہُودی
قوم کا یہ گمان تھا کہ ابرہام ، اضحاق اَور یعقُوب کا خُدا جو اُن کے باپ
دادا کا خُدا تھا اُن کی طرفداری فرمائے گا کیونکہ وُہ تمام قوموں کے پیش رَو
تھے اس لئے اُن پر خُدا کی برکت نازل ہوگی لیکن پولُس رسُول نے
کہا ہے کہ :- ~ ایں خیال است و محال است و جنوں
اُس نے یہ بات واضح الفاظ میں بتائی ہے کہ وُہ غیر اقوام جو انجیل
مقدّس کی روشنی سے محرُوم رہیں اَور جنہیں کلامِ مقدّس کو سُننے کی

سعادت نصیب نہیں ہُوئی اُن کی عدالت کس طرح سے ہوگی کیونکہ وُہ
لوگ اپنی عقل وفکر کی روشنی میں چلتے تھے، اُن کی اپنی شریعت تھی، ر
اُن کے اپنے معاشرتی اَور مذہبی اصُول تھے اَور چُونکہ اُنہیں انجیل
مقدّس یعنی خُدا کی آخری شریعت نہ ملی لہٰذا اُن کی عدالت اپنی ہی
شریعت کے مطابق ہوگی نہ کہ انجیل مقدّس کے مطابق۔ اُنہیں سزا
تو ملے گی لیکن قدرے کم۔ پولُس رسُول نے یہ ثابت کیا ہے کہ اپنی
باطنی روشنی کے مطابق زندگی بسر کرنا اَور اسی روشنی میں چلنا ناممکن ہے
کیونکہ ہر ایک خطاکار اَور قصُوروار ہے۔ کوئی ناممکن الخطا نہیں۔ ایک
بھی نہیں، اس لئے ہر ایک سزا کے لائق ہے جن کو شریعت ملی اُن
کی عدالت اَور سزا شریعت کے موافق ہوگی لیکن جو اپنی عقل و فکر
اَور باطنی روشنی کے مطابق زندگی بسر کرتے رہے اُن کی عدالت اَور
سزا اُسی باطنی روشنی کے موافق ہوگی۔

رُومیوں ۲: ۱۲-۱۳۔ "اس لئے کہ جنہوں نے بغیر شریعت پائے
گناہ کیا وُہ بغیر شریعت کے ہلاک بھی ہوں گے اَور جنہوں نے شریعت
کے ماتحت ہو کر گناہ کیا اُن کی سزا شریعت کے موافق ہوگی کیونکہ
شریعت کے سُننے والے راستباز نہیں ہوتے بلکہ شریعت پر عمل
کرنے والے راستباز ٹھہرائے جائیں گے۔"

زیرِ نظر آیت میں جو خیال پیش کیا گیا ہے وُہ براہِ راست یہُودی
خیال سے مُتصادم تھا۔ یہُودیوں کا دعویٰ تھا کہ اُنہیں شریعت ملی

ہے لہٰذا اُن کا مقام بڑا ہی بلند ہے اور وُہ دُوسری قوموں سے جنہیں شریعت کی نعمت نہیں دی گئی افضل ہیں۔ شریعت پر عمل کرنے والے راستباز ٹھہرائے جائیں گے۔ اس آیت میں ضمیر کی تعلیم ہے۔ اگر روشن ضمیری کی نعمت میسّر ہو تو انسان نیکی اور بدی میں امتیاز کر سکتا ہے۔ ضمیر کی آواز سُننے والے نیکی کو پسند کرتے ہیں اور نیک اور صالح بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ شریعت پر عمل کرنے سے انسان راستباز ٹھہریں گے نہ کہ شریعت کے سُننے سے۔

رُومیوں ۲: ۱۴-۱۶ "اس لئے کہ جب وُہ قومیں جو شریعت نہیں رکھتیں اپنی طبیعت سے شریعت کے کام کرتی ہیں تو باوجود شریعت نہ رکھنے کے وُہ اپنے لئے خود ایک شریعت ہیں چنانچہ وُہ شریعت کی باتیں اپنے دِلوں پر لکھی ہُوئی دکھاتی ہیں اور اُن کا دِل بھی اُن باتوں کی گواہی دیتا ہے اور اُن کے باہمی خیالات یا تو اُن پر الزام لگاتے ہیں یا اُن کو معذور رکھتے ہیں۔ جس روز خُدا میری خُوشخبری کے مطابق یسُوع مسیح کی معرفت آدمیوں کی پوشیدہ باتوں کا انصاف کرے گا۔"

غیر اقوام میں بھی ایسے لوگوں کی کمی نہیں جن کے اعمال نیک ہوتے ہیں اور وُہ دِل وجان سے نیکی کی راہ پر گامزن ہونے کی کوشش کرتے ہیں اور جب وُہ کسی نیک کام کرنے میں کمزوری محسُوس کرتے ہیں تو سرچشمۂ قوّت قادرِ مُطلق خُدا سے نیکی کرنے

کی توفیق کے لئے دُعا کرتے ہیں ۔ اُن کا بھروسہ خُدا پر ہوتا ہے ۔
راقم الحروف کا یقین ہے کہ ایسے کام کرنے والے لوگوں کو ہمیشہ کی
زندگی ضرور ملے گی خواہ اُنہیں خُداوند یسُوع مسیح کے نجات بخش کلام
کی خوشخبری نہیں سُنائی گئی ہے لیکن جب کبھی اُنہیں خُداوند یسُوع
مسیح کی خوش خبری سُنائی جاتی ہے تو وُہ بخوشی اُسے قبُول کر لیتے
ہیں ۔ خُداوند یسُوع مسیح نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم تمام دُنیا کے لوگوں
میں انجیل کی مُنادی کریں ۔ کتابِ مقدّس میں قدیم زمانہ کے بزرگوں کا
ذکر ہے کہ اگرچہ اُنہیں خُدا کا کلام نہیں ملا تھا مگر اُنہوں نے خُدا کے
فضل پر بھروسہ کیا ۔ پس اگر کسی شخص یا کسی قوم کو خُداوند یسُوع مسیح
کے نجات بخش کلام کی خوشخبری نصیب نہیں ہُوئی لیکن اُسے اپنی
کمزوریوں اور کوتاہیوں کا احساس ہو اور وُہ خُدا پر بھروسہ رکھے
تو خُدا کی رحمتیں اُس پر نازل ہوں گی ۔

کلامِ مقدّس میں لکھا ہے کہ خُداوند یسُوع مسیح کی معرفت عدالت
ہوگی ۔ مقدّس پولُس رسُول نے بار بار اس چیز کو دُہرایا ہے ۔

اعمال ۱۷ : ۳۱ ۔ وُہ عیُوب اور انسانوں کے وُہ بُرے افعال جو
اُنہوں نے اپنے ہم جنس انسان سے چھُپ کر کئے ہیں اور لوگوں
کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں وُہ اُس کے حضُور بالکل صاف صاف
نظر آئیں گے ۔ ملاحظہ ہو زبُور ۹۰ : ۸ ۔ ۱۷ ۔

رُومیوں ۲ : ۱۷ ۔ " پس اگر تُو یہُودی کہلاتا اور شریعت پر تکیہ اور

خُدا پر فخر کرتا ہے۔" ہر ایک یہُودی شریعت پر بھروسہ کرتا ہے۔ اس کی متعدد وجُوہات تھیں۔

(۱) یہُودی یہ سمجھتے تھے کہ شریعت خُدا کے لاتبدیل اور کامل قوانین کا مجمُوعہ ہے۔

(۲) یہُودیوں کا دعویٰ تھا کہ وُہ شریعت پر عمل کرتے ہیں اس لئے وُہ اُس کے حضُور مقبُول ہیں۔ پولُس رسُول نے اُن کے خیالات کو باطل ثابت کیا ہے۔ یہُودی لوگ بزعمِ خُود خُدا کی برگزیدہ قوم تھی اور اُنہیں فخر تھا کہ دُنیا میں صرف وُہی قوم تھی جس پر خُدائے واحد اور برحق ظاہر ہُوا۔ پولُس رسُول یہُودیوں کے تمام خیالوں سے واقف تھا اب وُہ اس قوم کے خیالات پر ضربِ کاری لگانے کے لئے تیار تھا۔ وُہ یہُودی طرزِ استدلال کو ایک ایک کرکے باطل ثابت کرنے لگا۔ اس حقیقت سے اُسے انکار نہیں کہ یہُودیوں کے پاس خُدا کا کلام تھا جو روشنی ہے اور رُوئے زمین پر کوئی ایسی قوم نہ تھی جو ان جیسا دعویٰ کر سکتی تھی۔ اس لحاظ سے وُہ پیشوا اور راہنما تھے۔ (رُومیوں ۲ : ۱۷-۲۴) مقابلہ کیجئے متی ۱۵ : ۱-۲۰+

رُومیوں ۲ : ۱۸-۲۰ - "اور اُس کی مرضی جانتا اور شریعت کی تعلیم پاکر عُمدہ باتیں پسند کرتا ہے اور اگر تجھ کو اس بات پر بھی بھروسہ ہے کہ میں اندھوں کا رہنما اور اندھیرے میں پڑے ہُوؤں کیلئے

روشنی اور نادانوں کا تربیت کرنے والا اور بچّوں کا اُستاد ہُوں اور علم اور حق کا جو نمونہ شریعت میں ہے وُہ میرے پاس ہے۔"

کیسی عجیب بات ہے اور کتنا عجیب فخر ہے کہ یہُودی لوگ تمام دُوسرے لوگوں کو نادان سمجھتے تھے اور اپنے آپ کو عقل مند اور اُنہیں یقین تھا کہ بس ہم ہی اُستاد ہونے کے لائق ہیں۔ اب پولُس رسُول اُن کے اس طلسم کو توڑنے کے لئے تیار تھا۔

رُومیوں ۲۰:۲۱ "پس تُو جو اوروں کو سکھاتا ہے اپنے آپ کو کیوں نہیں سکھاتا۔ تُو جو وعظ کرتا ہے کہ چوری نہ کرنا آپ خُود چوری کیوں کرتا ہے؟ تُو جو کہتا ہے زنا نہ کرنا آپ خُود زنا کیوں کرتا ہے؟ تُو جو بتُوں سے نفرت رکھتا ہے، آپ خُود کیوں مندروں کو لُوٹتا ہے؟ تُو جو شریعت پر فخر کرتا ہے شریعت کے عدُول سے خُدا کی کیوں بے عزّتی کرتا ہے کیونکہ تُمہارے سبب سے غیر قوموں میں خُدا کے نام پر کُفر بکا جاتا ہے چنانچہ یہ لکھا بھی ہے۔"

خُدا کی برگزیدہ قوم کہلا کر گناہ کرنا خُدا کے دُشمنوں کے لئے کُفر بکنے کا مُوجب بنتا ہے۔ اُنہیں موقع ملتا ہے کہ وُہ خُدا کے خلاف کُفر بکیں۔ ۲-سیموایل ۱۲: ۱۴۔ یسعیاہ ۵۲: ۵، حزقی ایل ۳۶: ۲۲۔

مقدّس پولُس رسُول نے جب یہُودیوں کے باطل فخر کی قلعی کھول دی اور اُن کی صحیح تصویر اُن کی آنکھوں کے سامنے رقصاں نظر آنے لگی تو اُنہوں نے پینترا بدلا اور اس کے الزام کا جواب تو اُن

سے بن نہ پڑا اور کہنے لگے کہ ہم مختون ہیں اور پولُس رسُول نے اُن کے اس فخر کے متعلّق یُوں ارشاد فرمایا۔

رُومیوں ۲ : ۲۵ "ختنہ سے فائدہ تو ہے بشرطیکہ تُو شریعت پر عمل کرے لیکن جب تُو نے شریعت سے عدول کیا تو تیرا ختنہ نامختونی ٹھہرا۔"

اگر کسی شخص کے اعمال گندے اور گھناؤنے اور گندی دھجیاں ہوں اور دِل گناہوں سے بالکل مُردہ ہو چُکا ہو تو ختنہ جو محض ظاہری نشان ہے اس سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ یہُودیوں کو ختنے پر بڑا ہی ناز تھا۔ وُہ ببانگِ دُہل یہ کہا کرتے تھے کہ نامختون دوزخ میں جائیں گے اور اس کے برعکس مختون دوزخ میں جا ہی نہیں سکتے کیونکہ ختنہ خُدا کے عہد کا نشان ہے۔ لیکن پولُس رسُول نے اپنے دلائل کا رُخ کچھ اس طرح بدلا کہ ختنہ عہد کا نشان ہے۔ بالکل بجا اور درست ہے لیکن کیا مختون ہو کر آپ نے اُن ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش بھی کی ہے جو ختنہ کی وجہ سے براہ راست عائد ہوتی ہیں؟ اسی طرح کبھی کبھی ہم اپنے بپتسمہ پر فخر کرتے ہیں کہ مَیں نے مسیح کے نام کا بپتسمہ لیا یا مَیں مسیح میں بپتسمہ یافتہ ہُوں لہٰذا مُجھے کیا خوف۔

رُومیوں ۲ : ۲۶-۲۷۔ "پس اگر نامختون شخص شریعت کے حُکموں پر عمل کرے تو کیا اس کی نامختونی ختنہ کے برابر نہ گنی

جائے گی اور جو شخص قومیت کے سبب سے نامختون رہا، اگر وہ شریعت کو پورا کرے تو کیا تجھے جو باوجود کلام اور ختنہ کے شریعت سے عدول کرتا ہے قصوروار نہ ٹھہرائے گا۔"

پولس رسول نے واضح الفاظ میں یہ ظاہر کر دیا ہے کہ خدا کے نزدیک قومیت، ختنہ اور تمام ظاہری رسومات کی پابندی فروعی چیزیں ہیں۔ خدا دلوں کو جانچتا ہے۔ یہی چیز اُس کی نگاہوں میں مقبول یا نامقبول ٹھہرتی ہے۔ توجہ طلب چیزیں یہی ہیں کہ کیا کسی کا دل خدا کے نزدیک خالص ہے اور دل کا پھل خدا کی نگاہوں میں مقبول ہے۔ ظاہری نشانات کی کچھ وقعت نہیں ملاحظہ ہو اعمال ۱۰: ۳۵۔

"ٹھہرائے گا" یونانی میں Royi Somai to account or to reckon

اس خط میں اس لفظ کو پولس رسول نے اُنتیس[۲۹] مرتبہ استعمال کیا ہے۔

رومیوں ۲: ۲۸-۲۹۔ "کیونکہ وہ یہودی نہیں جو ظاہر کا ہے اور نہ وہ ختنہ ہے جو ظاہری اور جسمانی ہے بلکہ یہودی وہی ہے جو باطن میں ہے اور ختنہ وہی ہے جو دل کا اور روحانی ہے نہ کہ لفظی، ایسے کی تعریف آدمیوں سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہوتی ہے۔

پس بپتسمہ وُہی ہے جو دِل کا ہے نہ کہ ظاہری نشان ہے۔ بپتسمہ دِل کی تبدیلی کا نشان ہے۔ ہمیں یہُودیوں کی سی ذہنیّت سے خبردار رہنا چاہیئے کیونکہ اِن کی باتیں ظاہر پر مبنی تھیں۔ وُہ ظاہر پرست تھے۔

کتنی خُوشی اور مسرّت کا مقام ہے کہ مسیحیّت کسی ظاہری رسم یا کسی ظاہری نشان پر زور نہیں دیتی اور نہ ہی ظاہریت کی پابندی کی تلقین کرتی ہے بلکہ اس کی نگاہوں میں دِل کی پاکیزگی کو بہُت اہمیّت حاصل ہے یعنی دِل کی پاکیزگی مسیحیّت کا جزوِ اعظم ہے۔ ہمارا دِل خُدا کے نزدیک خالص ہو اور اُس کے ساتھ ہم الٰہی رشتہ میں مُنسلک ہوں۔

نظرِ ثانی اور تمہید

رُومیوں کے خط کے پہلے باب میں غیر اقوام کی گُناہ آلُود زندگی کا ذکر ہے۔ دُوسرے باب میں یہ بتایا گیا ہے کہ چُونکہ یہُودی بھی گناہ کی زندگی بسر کر رہے ہیں لہٰذا ان کو غیر اقوام یعنی غیر یہُودیوں پر فوقیت حاصل نہیں ہے۔ یہُودیوں کا دُوسروں پر برتری اور فضیلت کا دعویٰ بالکل باطل ہے۔ تیسرے باب میں پولُس رسُول نے یہُودیوں اور غیر یہُودیوں دونوں کو قصُوروار ٹھہرایا ہے۔ اب ان دونوں کے راستباز ٹھہرائے جانے کا واحد طریقہ یہی ہے کہ وُہ خُداوند یسُوع مسیح کے کفّارہ پر ایمان لائیں۔ اس تیسرے باب کا یہی مضمُون ہے۔

گنہگار اور مُجرم انسان کو راستباز ٹھہرانے کے لئے ایک ہی اُمید ہے یعنی "خُدا کا فضل" اور یہ اُمید صرف خُداوند مسیح پر ایمان رکھنے سے ہی پُوری ہوتی ہے۔ سب گنہگار اور قصُوروار ہیں اس لئے خُدا کی بخشش سے محرُوم ہیں۔

تیسرا باب

پس سب کے سب قصوروار ہیں

رُومیوں ۳: ۱ ۔ "پس یہودی کو کیا فوقیت ہے اور ختنہ سے کیا فائدہ ؟

مقدس پولُس رسُول کے طرزِ استدلال نے یہودی طرزِ فکر پہ ضربِ کاری لگائی ۔ لہٰذا پولُس رسُول اور اُن میں عام بحث کا آغاز ہُوا ۔ یہودی اپنے دلائل کے کیل کانٹے سے لیس ہو کر اُس کے مقابلہ کو اُتر آئے اور کہنے لگے کہ "پھر ہمیں کیا فائدہ ہے ؟ ہمیں یہی فائدہ ہے کہ ہم خُدا کی برگزیدہ قوم ہیں اور اُس نے ہمیں ختنہ کا نشان دیا جو اُس کے اور ہمارے درمیان عہد کا نشان ہے"۔

اُن کے جواب میں پولُس رسُول نے فرمایا ۔

رُومیوں ۳: ۲ ۔ "ہر طرح سے بہُت ، خاص کر یہ کہ خُدا کا کلام اُن کے سپُرد ہُوا "۔ یہودی قوم کے فائدہ کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ خُدا کا کلام یعنی پُرانا عہد نامہ اُن کے پاس تھا ۔ زبُور ۱۴۷: ۱۹ ۔ ۲۰ کا مطالعہ کیجئے کہ بنی اسرائیل کو امتیازی حیثیت حاصل تھی کیونکہ پُرانا عہد نامہ جو خُدا کی طرف سے تھا

اُنہیں دیا گیا۔ پولُس رسُول نے اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ پُرانا عہد نامہ خُدا کی طرف سے ہے اور خُدا کا یہ کلام ہماری رُوحانی تربیت کے لئے ہے لیکن تواریخِ کلیسیا میں ایسے بدعتی عالم ہو گزُرے ہیں جنہوں نے یہ کہا کہ پُرانے عہد نامے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ پہلی اور دُوسری صدی میں مارسیّن (MARCION) اسی قسم کا بدعتی اُستاد تھا جس نے اپنی بدعتی تعلیم سے مسیحی کلیسیا کو قائل کرنے کی کوشش کی کہ پُرانا عہد نامہ بائبل سے خارج کر دیا جائے اور ہمارے اپنے زمانے میں بھی اس قسم کے بدعتی عالم اور اُستاد موجُود ہیں جن کی اسی قسم کی بدعتی تعلیم ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ہر زمانہ میں اس قسم کے لوگ ہُوا کرتے ہیں۔

رُومیوں ۳: ۳ "اگر بعض بے وفا نکلے تو کیا ہُوا۔ کیا اُن کی بے وفائی خُدا کی وفاداری کو باطل کر سکتی ہے؟"

اس کا یہُودی یُوں جواب دیتا ہے کہ اگر ہم یہُودیوں میں سے بعض اُس کلام کو خاص کر مسیح کے آنے کے وعدوں کو قبُول نہ کریں تو کیا فائدہ؟ کیا اس صُورت میں خُدا اپنا وعدہ پُورا کرے گا یعنی وُہ عہد جو اُس نے بنی اسرائیل قوم سے باندھ رکھا ہے کیا اُس پر قائم رہے گا۔ اسی سلسلہ میں یسعیاہ ۵۳: ۱ اور عبرانیوں ۳: ۱۶ کا مطالعہ کیجئے۔ اس سے یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ

خواہ انسان اپنے وعدوں سے پھر جائے اور احکامِ خداوندی کی بجاآوری میں کوتاہی کرے لیکن خدا کا عہد اٹل ہے اور وہ ضرور پورا ہوگا۔ اگر انسان بے ایمان اور بے وفا ہوں تو ہوں ان کی یہ روش خدا کی وفاداری کو نہیں روک سکتی۔

رومیوں ۳ : ۴ ۔ "ہرگز نہیں بلکہ خدا سچا ٹھہرے اور ہر ایک آدمی جھوٹا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ تو اپنی باتوں میں راستباز ٹھہرے اور اپنے مقدمہ میں فتح پائے۔"

مقدس پولُس رسول نے "ہرگز نہیں" کے الفاظ کو تیرہ مرتبہ استعمال کیا ہے اور باقی نئے عہد نامہ میں صرف ایک مرتبہ ان الفاظ کو استعمال کیا گیا ہے۔ خدا اپنے قول میں سچا ہے۔ وہ جھوٹ بول ہی نہیں سکتا۔ وہ اپنے عہد پہ قائم رہے گا اور اپنے عہد کو پورا کرے گا۔ زبور ۱۱۶ : ۱۱۔

رومیوں ۳ : ۵ ۔ "اگر ہماری ناراستی خدا کی راستبازی کی خوبی کو ظاہر کرتی ہے تو ہم کیا کہیں۔ کیا یہ کہ خدا بے انصاف ہے جو غضب نازل کرتا ہے۔"

یہودی عالم بحث مباحثے میں ہار ماننے کے قائل نہ تھے۔ وہ اس قسم کی بحث کے جواب میں کہا کرتے تھے کہ انسان اگر بے وفا ہے اور خدا وفادار ہے تو اس سے اس کا جلال ظاہر ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود اگر خدا غضب نازل کرتا ہے تو کیوں؟

اگر انسان کی بے وفائی سے اُس کا جلال ظاہر ہوتا ہے تو پھر وُہ سزا کیوں دیتا ہے؟ کیونکہ یہ انصاف نہیں ہے۔ اب معاً پولُس رسُول کو محسُوس ہونے لگا کہ اس قسم کا طرزِ گفتگو کُفر آمیز ہے لہٰذا اُس نے اپنے کُفر کی معافی مانگی۔

رُومیوں ۳: ۶۔ "ہرگز نہیں ورنہ خُدا کیونکر دُنیا کا انصاف کرے گا۔"

مقدّس پولُس رسُول کا ایمان تھا کہ خُدا ہی عادِل اور مُنصف ہے جو قیامت کے دِن تمام دُنیا کی عدالت کرے گا۔ ہر ایک شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ ملے گا۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ گنہگاروں کو سزا دی جائے یعنی گنہگار سزا کے مستحق ہیں اور جب خُدا گنہگاروں کو سزا دیتا ہے یعنی اُن پر اپنا غضب نازل کرتا ہے تو وُہ اپنا شاہی اختیار ظاہر کرتا ہے۔

رُومیوں ۳: ۷-۸۔ "اگر میرے جھُوٹ کے سبب سے خُدا کی سچائی اُس کے جلال کے واسطے زیادہ ظاہر ہُوئی تو پھر کیوں گنہگار کی طرح مجھ پر حُکم دیا جاتا ہے اور ہم کیوں بُرائی نہ کریں تاکہ بھلائی پیدا ہو؟ چنانچہ ہم پر یہ تہمت لگائی بھی جاتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ان کا یہی مقولہ ہے مگر ایسوں کا مجرم ٹھہرنا انصاف ہے۔"

اس آیت کے مطابق گنہگار تسلیم کرتے ہیں کہ وُہ مجرم ہیں لیکن اگر گناہ کی سزا لازمی ہے تو اسی گناہ کرنے سے خُدا کا جلال بھی ظاہر ہوتا ہے اور یہ بات بالکل صاف ہو جاتی ہے کہ انسان کی نسبت خُدا زیادہ وفادار ہے۔ مقدّس پولُس رسُول نے گنہگار کی سزا کو

عین انصاف کرتا ہے کیونکہ گنہگار اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں لہٰذا اس قسم کی دلیل بالکل بے معنی اور فضول ہے کہ چونکہ گناہ کی وجہ سے خدا کا جلال اور اُس کی وفاداری کا ظہور ہوتا ہے لہٰذا گناہ کی سزا نہیں ملے گی۔ آج کل کے زمانے میں بھی سینکڑوں مسیحی ہیں جو اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ چونکہ گناہ کی معافی ہے لہٰذا ہم کیوں نہ گناہ کریں تاکہ خدا ہمیں معافی عطا فرمائے اور اس طرح اپنی شفقت اور مہربانی ظاہر کرے۔

رومیوں ۳: ۹ - ۱۸ "پس کیا ہوا؟ کیا ہم کچھ فضیلت رکھتے ہیں؟ بالکل نہیں کیونکہ ہم یہودیوں اور یونانیوں دونوں پر پیشتر ہی یہ الزام لگا چکے ہیں کہ وہ سب کے سب گناہ کے ماتحت ہیں۔" مقدس پولس رسول نے اپنی بات کو ثابت کرنے کی غرض سے یہ دلیل دی کہ خدا نے یہودی قوم کو انتخاب فرمایا اور اُن سے اپنا عہد باندھا اور اُن پر اپنا کلام نازل فرمایا لیکن یہودی قوم بھی گناہوں کی ظلمت میں کھو گئی۔ یونانی جو نہ ہی خدا کی برگزیدہ قوم تھی اور نہ ہی خدا نے اُن سے کوئی عہد باندھا وہ بھی خطاؤں پر خطائیں کرنے لگے۔ اس طرح سے دونوں قصوروار ٹھہرے کیونکہ دونوں نے گناہ کیا۔ ملاحظہ فرمائیے:۔

زبور ۱۴: ۱-۳، زبور ۵: ۹، زبور ۱۴۰: ۳، ۱۰: ۷، یسعیاہ ۵۹: ۷-۸، زبور ۳۶: ۱۔

کتاب مقدس میں گنہگار انسان کی یہ کتنی بھیانک اور خوفناک تصویر ہے ، سب نے گناہ کیا ، نہ ہی صرف سب بنی نوع انسان نے گناہ کیا بلکہ انسان کے ہر ہر عضو نے گناہ کیا مثلاً گلے ، زبان ، ہونٹ آنکھ ، پاؤں وغیرہ وغیرہ ہر ایک سے گناہ سرزد ہوا ، لہٰذا اس قصور میں سب کے سب برابر کے شریک ہیں ۔ گناہ کی مختصر سی یہ تعریف کی جا سکتی ہے کہ ہر وہ فعل جو مجھے اپنے خالق حقیقی ، قادر مطلق خدا سے جدا کرتا اور میری اُس کے ساتھ رفاقت کمزور کرتا ہے وہ گناہ ہے لیکن اگر سب کے سب گنہگار ہیں اور ایک بھی نیکوکار نہیں تو اس کے ساتھ ہی عالم گیر معافی کا انعام بھی قابلِ ذکر ہے ۔ کوئی ایسا گناہ نہیں ہے جسے خدا معاف نہیں کرتا بشرطیکہ صدقِ دِل سے توبہ کی جائے تو وہ معاف کرنے پر قادر ہے لیکن جب تک معافی نہ مانگی جائے گناہ کی معافی نہیں ہو سکتی ۔

رومیوں ۳ : ۱۹ ” اب ہم جانتے ہیں کہ شریعت جو کچھ کہتی ہے اُن سے کہتی ہے جو شریعت کے ماتحت ہیں تاکہ ہر ایک کا مُنہ بند ہو جائے اور ساری دُنیا خدا کے نزدیک سزا کے لائق ٹھہرے “۔

” شریعت “ سے مراد پرانا عہد نامہ ہے ۔ پرانے عہد نامے سے جو حوالے درج کئے گئے ہیں اُن کے مطابق سب کے سب گنہگار ہیں ۔ یہودی شریعت کے ماتحت تھے ۔ پولس رسول نے اُنہیں بتانے کی کوشش کی ہے کہ وہ گنہگار ہیں لہٰذا اُن کو کسی بات پر

فخر کرنا بالکل بیجا اُور بے معنی ہے۔

رُومیوں ۳ : ۲۰ "کیونکہ شریعت کے اعمال سے کوئی بشر اُس کے حضُور راستباز نہیں ٹھہرے گا اس لئے کہ شریعت کے وسیلے سے تو گناہ کی پہچان ہی ہوتی ہے۔"

شریعت سے مُراد مُوسیٰ کی شریعت یعنی دس احکام اُور اخلاقی شریعت ہے اُور شریعت کے اعمال سے کوئی بشر راستباز نہیں ٹھہر سکتا (زبُور ۱۴۳ : ۲۔ گلتیوں ۲ : ۱۶)

راستباز ٹھہرنے کے لئے اعمال ضرُوری نہیں ہیں۔ نئے عہد نامہ میں (خطُوط میں) اعمال اُور ایمان کا موازنہ کیا گیا ہے۔ اس کے مطابق راستباز ٹھہرائے جانے کے لئے ایمان کی ضرُورت ہے یعنی ایمان ہی سے ہم راستباز ٹھہرتے ہیں۔ شریعت سے تو فقط یہی معلُوم ہوتا ہے کہ خُدا ہم سے کیا چاہتا ہے۔ ہم اپنے افعال سے راستباز نہیں ٹھہر سکتے۔ راستباز ٹھہرنا اُس کی مُفت بخشش ہے جس وقت ہم نئے مخلُوق بنتے ہیں یعنی ہماری زندگی تبدیل ہوتی ہے۔ ہم نیک اعمال کے مُرتکب ہوتے ہیں یعنی نیک اعمال تبدیل شُدہ زندگی کے پھل ہیں۔ شریعت کے علم سے گناہ کا خیال پیدا ہوتا ہے کیونکہ شریعت سے محض گناہ کی پہچان ہی ہو سکتی ہے۔ ہم اچھے اُور بُرے میں تمیز کر سکتے ہیں۔ شریعت سے گناہ کی سنگینی کا علم حاصل ہوتا ہے اُور اس کے ساتھ ہی اس کی سزا کا بھی پتہ لگتا ہے۔

شریعت اپنی ذات میں راستباز نہیں ٹھہراتی۔

مقدس پولس رسول نے جب یہ کہا کہ ہم اعمال سے راستباز نہیں ٹھہرائے جاتے تو اس کا یہ مطلب تھا کہ ہمارے تمام اعمال یا تو خدا کی کلی طور پر نافرمانی ہے یا جزوی طور پر حکم عدولی یعنی اس صورت میں یہ اعمال "گناہ" ہیں اور گناہ سے انسان راستباز نہیں ٹھہر سکتا۔ نافرمانی ہمیں سزا سے نہیں بچا سکتی۔ پولس رسول نے شریعت کے متعلق یہ کہا ہے کہ اس سے گناہ کی پہچان ہوتی ہے۔ اس مسئلے کو سمجھنے کی غرض سے یہ مثال دیکھئے۔

بحری جہاز کے کپتان کے پاس سمندروں کے نقشے، عرض بلد اور طول بلد کے چارٹس اور قطب نما اور دوسرے آلات ہوتے ہیں جن کی مدد سے وہ سمندر میں سفر کرنے کے قابل ہوتا ہے۔ ان چارٹوں اور آلات کی مدد سے وہ سمندر میں بھی اپنے راستے پر چلنے کے قابل ہوتا ہے لیکن یہ سب سامان امدادی سامان ہے اور بذاتِ خود کوئی ایسی قوت نہیں ہے جو اُسے صحیح راستے پر چلنے پر مجبور کرتی ہے اگر آپ کسی ملک میں سیاحت کی غرض سے جائیں اور آپ کے پاس موٹر کار ہو تو ملک کی مختلف سڑکوں کا نقشہ سیاحت میں آپ کی راہنمائی کر سکتا ہے لیکن قطب نما اور دوسرے آلات کی طرح ملک کی سڑکوں کا نقشہ آپ کو صحیح سڑک پر چلنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ نقشوں کی مدد سے یہ تو معلوم ہو سکتا ہے کہ ہم کہاں ہیں یا کس سمت جا رہے ہیں لیکن نقشہ میں کوئی مخفی قوت یا طاقت نہیں ہے کہ آپ

کو راہِ راست پر چلائے۔

اسی طرح شریعت سے ہمیں اتنا معلوم ہو سکتا ہے کہ ہم خُدا کی مرضی پر چل رہے ہیں یا اُس کی راہوں سے دُور ہیں۔ اس سے خُدا کے متعلق بھی علم حاصل ہوتا ہے لیکن خُدا کی راہ پر چلنے پر مجبور کرنا شریعت کے بس میں نہیں ہے اور نہ ہی اس میں یہ طاقت ہے کہ اگر ہم صراطِ مُستقیم سے بھٹک جائیں تو یہ ہمیں غلط راہ سے اُٹھا کر سیدھے راستے پر ڈال دے۔ پس شریعت کے ذریعے سے گناہ کی پہچان ہوتی ہے اور گناہ سے مخلصی یا نجات نہیں ہو سکتی۔

۲۔ خُدا کی راستبازی

رُومیوں ۳: ۲۱-۲۵۔ "مگر اب شریعت کے بغیر خُدا کی ایک راستبازی ظاہر ہُوئی ہے جس کی گواہی شریعت اور نبیوں سے ہوتی ہے یعنی خُدا کی وہ راستبازی جو یسُوع مسیح پر ایمان لانے سے سب ایمان لانے والوں کو حاصل ہوتی ہے کیونکہ کچھ فرق نہیں۔"

آیت زیرِ نظر میں "شریعت کے بغیر" کے محاورہ سے یہ مُراد ہے کہ چونکہ ہمارے پاس خُوشخبری کا کامل پیغام موجُود ہے، شریعت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ خُدا کی وہ راستبازی جو خُداوند یسُوع مسیح پر ایمان لانے سے حاصل ہوتی ہے، وہ انجیلی اور مسیحی ایمان کا

مرکز اور بُنیاد ہے۔ یہ راستبازی خُدا خُود ودیعت فرماتا ہے۔ نئے عہدنامہ میں جس راستبازی کا ذِکر ہے وُہ یہی ہے۔ پُرانے عہد نامہ میں قدیم زمانے کے نبیوں یعنی یرمیاہ اور حزقی ایل کی معرفت خُدا نے اپنی قوم سے وعدہ کیا تھا کہ وُہ اپنی شریعت خُود اپنے لوگوں کے دِلوں پہ لکھے گا۔ نئے عہد نامہ میں وُہی وعدہ پُورا ہُوا۔ زمانہ قدیم میں بزرگوں مثلاً ابرہام۔ داؤد، یسعیاہ اور حزقی ایل کو "خُدا کی راستبازی" کا تھوڑا بہت علم تھا۔ خُدا نے اُن پر اپنا کچھ نہ کچھ مکاشفہ ظاہر کیا لیکن خُداوند یسُوع مسیح میں اُس کی راستبازی پُورے طور پر ظاہر ہُوئی۔ اِس راستبازی کی "گواہی شریعت اور نبیوں سے ہوتی ہے" کتاب مقدس میں از ابتدا تا انتہا خُدا کے فضل کے وعدہ کا خُوبصورت بیان ہے اور یہ فضل کا وعدہ خُداوند مسیح کے آنے کی پیش گوئی ہے۔ ملاحظہ کیجئے پیدائش ۴۹: ۱۰، استثنا ۱۸: ۱۵، یسعیاہ ۵۳ باب یرمیاہ ۲۳: ۶۔

"وُہ راستبازی جو مسیح پر ایمان لانے سے ..... حاصل ہوتی ہے"

مُقدّس پولُس رسُول کے اِس خط کا خاص مضمون یہی راستبازی ہے۔ جب ہم خُدا کے فضل پہ بھروسہ کر کے اس کی تحقیق کرتے ہیں کہ خُداوند یسُوع مسیح نے اپنی کمال شفقت سے یہ سب کچھ کیا ہے تو اُس وقت خُدا ہم کو راستباز ٹھہراتا ہے۔ مطلب وُہ جلالی قوّت ہے جو انسان اور خُدا کے ٹوٹے ہوئے نازک رشتہ کو ازسرِنو

اُستوار کرتی ہے ۔جب گنہگار انسان صمیمِ قلب سے اپنے گُناہوں کا اعتراف کرتا اور ایمان سے اقرار کرتا ہے کہ خُداوند یسُوع مسیح نے میرے لئے سب کچھ کیا ہے تو اُسے وُہ راستبازی حاصل ہوتی ہے ۔مقدّس پولُس رسُول نے کہا ہے کہ "سب ایمان لانے والوں کو یہ (راستبازی) حاصل ہوتی ہے"۔

راستبازی کا یہ قیمتی انعام اور گنج گرانمایہ تمام بنی نوع انسان کے لئے ہے اور دُنیا کے تمام لوگ اس بخشش سے مُستفید ہو سکتے ہیں لیکن یہ انعام صرف اُن لوگوں کو ہی ملتا ہے جو صدقِ دِل سے اسے قبُول کرتے ہیں ۔ ہمیں اس بات کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیئے کہ یہ "ایمان" "عام ایمان" نہیں ہے بلکہ "خاص ایمان" ہے یعنی "مسیح پر ایمان" لانا ۔ وُہ ایمان یہ ہے کہ خُداوند یسُوع مسیح خُدا کا بیٹا ہے اور دُنیا کا نجات دینے والا ہے اور نہ ہی صرف وُہ دُنیا کا مُنجی ہے بلکہ وُہ میرا اپنا مُنجی ہے ۔ پولُس رسُول نے یہ حقیقت بیان کر دی ہے کہ کُچھ فرق نہیں یعنی سب کے سب گنہگار ہیں، اس لئے سب کو راستبازی کی ضرُورت ہے اور دُنیا کے تمام لوگوں کے لئے ایک ہی عالمگیر طریقہ ہے یعنی خُداوند یسُوع مسیح پر ایمان لانا۔

رُومیوں ۳ : ۲۳ "اس لئے کہ سب نے گُناہ کیا اور خُدا کے جلال سے محرُوم ہیں"۔

پولُس رسُول نے تمام انسانوں کو گنہگار ثابت کیا ہے اور گُناہوں

کی وجہ سے خُدا کے جلال سے محرُوم ہُوئے ۔ زمانۂ حال میں بنی نوع انسان کی حالت ناگفتہ بہ ہے ۔ یہ سب خُدا کے جلال سے محرُوم ہیں کیونکہ ہم گنُاہ کرتے ہیں اور چُونکہ گناہ کرنے کا یہ سلسلہ جاری ہے لہٰذا ہر روز جلال سے محرُوم ہوتے جا رہے ہیں گویا یہ ترقیٔ معکوس ہے لیکن قادرِ مُطلق خُدا کی ہرگز یہ مرضی نہیں ہے کہ ہم گناہوں کے بوجھ تلے پستے رہیں بلکہ اُس کی الٰہی صفات ہم میں ظاہر ہوں اور ہم اُس کا جلال ظاہر کریں لیکن صد حیف کہ ہم نے خُدا کی الٰہی مرضی کے برعکس کام کئے اور اُس کے جلال اور اُس کی حضُوری سے دُور ہوتے گئے ۔ خُدا کا جلال وُہ ہے جو وُہ خُود عطا فرماتا ہے ۔

رُومیوں ۳ : ۲۴ " مگر اُس کے فضل کے سبب سے اُس مخلصی کے وسیلہ سے جو یسُوع مسیح میں ہے مُفت راستباز ٹھہرائے جاتے ہیں "

یہ مخلصی صرف مسیح میں ہے اُس کے کام اور شخصیت کا اس میں کوئی سوال ہی نہیں ہے ۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ خُدا نے ہمیں پاک کیا یا ہمارے گنُاہ آلُود دِل کے تمام داغوں کو یکسر دھو دیا بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ چُونکہ ہم مسیح میں ہیں اس لئے خُدا ہماری ناپاکی کو نہیں دیکھتا بلکہ خُداوند یسُوع مسیح کی پاکیزگی کو دیکھتا ہے ۔ ہم میں کوئی خُوبی نہیں ہے ۔ ہم غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہُوئے غلام تھے ۔ خُداوند یسُوع مسیح نے ہمارا فدیہ دیا

یعنی ہماری پُوری قیمت ادا کر کے ہمیں خلاصی بخشی اُور یہ مخلصی اور آزادی بالکل مُفت ہے لیکن ہمیں مخلصی دینے والے نے بہُت بڑی قیمت ادا کی ۔ ملاحظہ کیجیئے، افسیوں ۱: ۷، ۱۔پطرس ۱: ۱۸-۱۹، ۲: ۲۴، مکاشفہ ۵: ۹۔

مندرجہ بالا حقیقت کی وضاحت کے لیئے مشہُور مسیحی مفکّر ڈاڈ (DODD) نے کہا ہے کہ اس آیت میں تین تصویریں نظر آتی ہیں۔

(۱) عدالت میں ایک شخص ملزموں کے کٹہرے میں کھڑا ہے۔ استغاثہ کی شہادت ختم ہُوئی ۔ آخرش مُنصف نے فیصلہ سُنایا کہ ملزم بے قصُور نہیں ہے لہٰذا اُسے مجرم قرار دیا گیا۔

(۲) ایک غُلام کی زندگی جہنّم زار بن چکی ہے ۔غُلامی کی سختیاں جھیلتے جھیلتے وُہ دُنیا سے بیزار ہے ۔ وُہ بالکل مایُوس ہے، کیونکہ غلامی سے چھٹکارا حاصل کرنا اُس کے بس کی بات نہیں ہے ۔ آخر ایک مہربان اُور مُحبّ انسانیّت شخص نے اس غُلام کی قیمت ادا کر کے اُسے آزاد کروایا ۔ اب یہ غُلام آزادی کی خُوش گوار فضاؤں میں آزادی کا سانس لینے لگا۔

(۳) اس آیت میں ایک مذہبی قربانی کا نظارہ پیش کیا گیا ہے۔ خُدا کے حضُور ایسی قُربانی گُذرانی جا رہی ہے جو گُناہ کے کفارے کی قُربانی ہے۔

رُومیوں ۳ : ۲۵ ۔ "اُسے خُدا نے اُس کے خُون کے باعث ایک ایسا کفارہ ٹھہرایا جو ایمان لانے سے فائدہ مند ہو تاکہ جو گناہ پیشتر ہو چکے تھے اور جن سے خُدا نے تحمل کر کے طرح دی تھی اُن کے بارے میں وُہ اپنی راستبازی ظاہر کرے"۔

خُدا نے "اپنی راستبازی" فقط اپنے لئے ظاہر کی۔ اُس نے یہ سب کچھ اپنی مرضی اور خوشی سے کیا۔ اُس کے جلال کا یہ ظہور ہے۔ خُدا کی محبت اور راستبازی کا بیّن ظہور ہے۔ خُداوند کریم الٰہی صفات کا محیط بیکراں ہے۔ وُہ نُور ہے اور محبت ہے۔ وُہ پاک ہے اور بے عیب ہے۔ گناہ کی سزا موت ہے لیکن گنہگار انسان جب مخلصی حاصل کرتا ہے تو اُس کی ایک خاص قیمت ادا کی گئی ہوتی ہے اور یہ مُعافی مُفت نہیں ملتی یعنی خُدا نے اپنے اکلوتے بیٹے کو اس گناہ آلُود دُنیا میں بھیجا تاکہ وُہ دُنیا کے گناہوں کے بوجھ اُٹھائے اور اس طرح گناہوں کی پُوری پُوری مزدُوری ادا کرے۔ گناہ کی مزدُوری موت ہے۔ گنہگار انسان نے معافی حاصل کی اور یہ خُداوند یسُوع مسیح کے خُون کے کفارے کی بدولت ہے۔ خُدا نے بہت بڑی قیمت ادا کی اور اُس کے بیٹے نے فدیۂ عظیم دیا۔ گنہگار انسان جو اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہے اور یہ ایمان لاتا ہے کہ خُداوند مسیح نے صلیب پر میری سزا کا بارِ عظیم اُٹھا کر میرا فدیہ دیا اُسے خُدا معافی کے انعام سے

سرفراز فرماتا ہے۔

"وُہ اپنی راستبازی ظاہر کرے"۔ قادرِ مُطلق خُدا عادل مُنصف اُور قاضی ہے۔ وُہ اپنی راستبازی ظاہر کرتا ہے۔ وُہ اپنی شریعت کی قدر کرتا ہے اُور شریعت کی عزّت و تکریم میں کبھی فرق نہیں آیا۔ وُہ مُعافی جو وُہ بنی نوعِ انسان کو عطا فرماتا ہے اگر وُہ مُفت کی دولت ہوتی تو خُدا کو اپنی شریعت کا کوئی احترام نہ ہوتا اُور یُوں شریعت کا وقار کم ہو جاتا۔ شریعت بے فائدہ اُور فضُول سی چیز بن کر رہ جاتی۔ خُدا نے گنہگاروں سے محبت کی لیکن اُس نے اپنی راستبازی سے بھی محبت کی۔ اُس نے ناراستی سے نفرت کی۔ وُہ گنہگاروں کے گناہوں کی وجہ سے اُن کی برداشت کرتا رہا۔ گُناہ کی سزا بھی اُسی سے صادر ہوتی ہے۔ وُہ خود مسیح میں ظاہر ہُوا لیکن اگر اُس نے گُناہ سے نفرت اُور سزا کا حُکم فرمایا تو اُس کا یہ فرمان برحق ہے۔ اُس کی محبّت اُور مہربانی بھی مُوثّر ہے۔ ہم گنہگاروں کے راستباز ٹھہرائے جانے کی یہ وجہ ہے کہ مسیح نے ہمارا فدیہ دیا یعنی ہماری سزا اُسے ملی اُور قادرِ مُطلق خُدا اُور انسان کے درمیان جو مغائرت کی دیوار حائل تھی اُسے مسمار کر دیا اُور انسان اُور خُدا کے درمیان از سرِ نو میل ملاپ ہو گیا۔ ہم تو گنہگار ہی رہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ اگر خُدا اُور ہمارے درمیان میل ملاپ کا رشتہ اُستوار ہُوا تو اس

کی یہ وجہ نہ تھی کہ ہم نیک اُور پاک بن گئے۔ خُداوند یسُوع مسیح نے اس وجہ سے موت کا دُکھ نہیں سہا کہ اُس کا نمونہ بنی نوع انسان کے لئے مشعلِ راہ ہو بلکہ اُس کی شہادت ہمارے کفارے کا سبب بنی کیونکہ اُسے گُناہ کی مزدُوری ادا کرنا تھی۔

رُومیوں ۳: ۲۶۔ "بلکہ اسی وقت اُس کی راستبازی ظاہر ہو تاکہ وُہ خُود بھی عادل رہے اُور جو یسُوع مسیح پر ایمان لائے اُس کو بھی راستباز ٹھہرانے والا ہو۔"

خُداوند یسُوع مسیح کی صلیب سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ خُدا کی راستبازی نہ ہی لفظی ہے اُور نہ ہی جذباتی بلکہ حقیقی اُور اَبدی ہے۔ اِن دونوں آیات میں راہِ نجات کی مکمّل تصویر موجُود ہے۔ صلیب کا اثر نہ ہی صرف انسان پر ہوتا ہے بلکہ خُدا پر بھی ہوتا ہے۔ صلیب ہی وُہ قوّت اُور حقیقت ہے جس کے بغیر خُدا ہمیں مُعافی نہیں دے سکتا کیونکہ وُہ صلیب ہی کا خُدا ہے۔

رُومیوں ۳: ۲۷۔ "پس فخر کہاں رہا؟ اس کی گنجائش ہی نہیں کونسی شریعت کے سبب سے؟ کیا اعمال کی شریعت سے؟ نہیں بلکہ ایمان کی شریعت سے۔"

نجات کے اس انتظامِ عظیم میں ہماری کسی خُوبی یا لیاقت کا کوئی دخل نہیں ہے بلکہ خُدا کی شفقتِ پدرانہ کا ظہُور ہے

یعنی اُس نے خُود یہ اہتمام فرمایا ہے۔ ہم نے اپنی ہمّت یا شبانہ روز مساعی کر کے نجات کی اس بخشش کو حاصل نہیں کیا بلکہ رحمتِ خُداوندی خُود بخُود جوش میں آئی اور نجات کا جامِ حیات آفرین تشنہ لبوں تک پہنچا اور عروقِ مردہ میں خونِ زندگی از سرِ نو دوڑنے لگا۔ لہٰذا ہم کس چیز پر فخر کریں۔ ہمارا کام تو فقط یہ ہے کہ ہم بسر و چشم اس نعمتِ غیر مترقبہ کو شکر یے کے ساتھ قبُول کریں۔ راستبازی کا اعمال کے ساتھ کوئی تعلّق نہیں ہے بلکہ اس کا براہِ راست دِل کے ساتھ تعلّق ہے بلکہ خالق و مخلُوق، باپ اور بیٹے کے درمیان ایک ایسے عہد کا رشتہ ہے جو مقدّس ترین ہے۔

تخلیقِ کائنات کے وقت ہی قادرِ مُطلق خُدا کی مرضی تھی کہ ہم اُس کے اس مقدّس عہد میں شراکت کا شرف حاصل کریں لیکن اس عہد میں شراکت کی شرط یہ ہے کہ ہم خُداوند یسُوع مسیح پر ایمان لائیں اور یہ محسُوس کریں کہ اُس نے ہماری خطاؤں کو خُود اُٹھا لیا اور وُہ سزا جس کے ہم حقدار تھے اُس نے برداشت کی۔ یہ شرط بڑی اہم ہے۔ ہم اُس کی امداد کے طالب رہیں کیونکہ اُس کی مہربانی اور رحمت حقیر ذرّوں کو خُورشید کا ہمسر بنا دیتی ہے۔ خُدا کی راستبازی یہ ہے کہ وُہ اپنی فطرت میں صادق ہے۔ وُہ اپنی فطرت میں پاک ہے اور وُہ محبّت ہے۔ بنی نوعِ انسان

میں خُدا کی راستبازی کا ظہُور یُوں ہوتا ہے کہ خُدا کی پاکیزگی اور محبّت کی فطرت کی وجہ سے گنہگار انسان گناہوں سے مخلصی حاصل کر کے حیاتِ اَبدی حاصل کریں۔ انسانوں میں راستبازی کا جب ظہُور ہوتا ہے تو وہ خُدا کے فرزند اور اُس کے گھر کے لوگ بن جاتے ہیں اور اسی طرح سے اُس کے بیٹے میں شریک ہو جاتے ہیں۔ خُداوند یسُوع مسیح خُدا کا بیٹا ہے۔ جب ہم اُس میں شریک ہوتے ہیں تو اُس کے ذریعہ سے ہم خُدا کی فطرت بھی حاصل کرتے جاتے ہیں۔

رُومیوں ۳ : ۲۸ "چنانچہ ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ انسان شریعت کے اعمال کے بغیر ایمان کے سبب سے راستباز ٹھہرتا ہے۔"

ہم صرف یہ ایمان رکھتے ہیں کہ نجات کا سارا انتظام میری ہی خاطر ہُوا۔ ہمیں اپنے گُناہوں کا اعتراف ہے اور تسلیم کرتے ہیں کہ ہم گنہگار ہیں۔ ہم گنہگاروں کی خاطر ہی خُداوند یسُوع مسیح کفارہ ہُوا۔

رُومیوں ۳ : ۲۹ "کیا خُدا صرف یہُودیوں کا ہی ہے؟ غیر قوموں کا نہیں؟ بیشک غیر قوموں کا بھی ہے۔"

نجات اور کفارے کا اہتمام دُنیا کی تمام قوموں اور اُمتوں کے لئے یکساں ہُوا۔ یہُودیوں اور یُونانیوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ کسی خاص مذہبی فرقے کو دُوسروں پر کوئی فوقیت حاصل نہیں

ہے - پولُس رسُول نے اس آیت میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ راستباز ٹھہرنا بالکل مُفت ہے اور خُدا نے اس ضمن میں کسی کی کبھی طرفداری نہیں کی - تمام دُنیا کے لوگ اس نعمت میں برابر کے شریک ہیں لیکن راست بازی کی نعمت سے سرفراز ہونے کے لئے فقط ایک ہی شرط ہے کہ ہمارے دِل نُورِ ایمان سے روشن ہوں - پس راستباز ٹھہرنے کے لئے ایمان شرطِ اوّل ہے -

رُومیوں ۳ : ۳۰ " کیونکہ ایک ہی خُدا ہے جو مختونوں کو بھی ایمان سے اور نامختونوں کو بھی ایمان ہی کے وسیلہ سے راستباز ٹھہرائیگا "

ارض وسما کا خالق تمام مخلوقات کا خالق ہے - اُس کی مخلوق میں تمام انسان بھی شامل ہیں - بلا تمیز مذہب و ملّت تمام انسان اُس کی نگاہوں میں ایک جیسے ہیں - وُہی واحد خُدا ہے - اُسی خُدائے واحد نے تمام انسانوں کے لئے راستباز ٹھہرنے کا صرف ایک ہی انتظام فرمایا ہے اور وُہ طریقہ ایمان کا ہے - جب نُورِ ایمان سے دِل کی کائنات جگمگاتی ہے تو گناہ کی تاریکیاں آنِ واحد میں کافور ہو جاتی ہیں - اُس وقت ایماندار اپنے ایمان کے طفیل راستباز ٹھہرتا ہے - ایمان کا مطلب ہے کسی اندیکھی چیز کا یقین کرنا یا کسی چیز کو قبول کر لینا کہ وُہ برحق ہے - قبول کرنے کا دار و مدار تو انسان کی اپنی ذات پر ہی ہے -

رُومیوں ۳ : ۳۱ - " پس کیا ہم شریعت کو ایمان سے باطل کرتے

ہیں ، ہرگز نہیں بلکہ شریعت کو قائم رکھتے ہیں "۔

خُداوند یسُوع مسیح کے کفارہ سے خُدا ظاہر کرتا ہے کہ شریعت قائم ہے اور عزّت و احترام کے لائق ہے ۔ خُدا خُود اپنی شریعت کی قدر کرتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ اس شریعت کی بڑی قیمت ادا کی گئی یعنی قادرِ مُطلق خُدا نے اپنے اکلوتے بیٹے کو فدیے میں دے دیا ۔۔ اُس کی صلیبی موت کتنی عظیم قیمت ہے ۔

نظرِ ثانی اَور تمہید

خُدا کی شریعت واجب الاحترام ہے اَور اُس پر عمل کرنا ہر انسان کے لئے لازمی ہے ۔ شریعت کے اعمال سے راستباز ٹھہرنا ناممکن ہے ، لہٰذا شریعت نے ایسے کفارے کی طرف اشارہ کیا ہے جہاں بے عیب اَور پاک خُدا کا بیٹا تمام دُنیا کے گناہوں کا کفارہ ہو ۔ چوتھے باب میں پولُس رسُول نے یہ بتایا ہے کہ پُرانے عہدنامہ میں بھی یہ باتیں موجُود تھیں ، اگر شریعت کے اعمال سے انسان کا راستباز ٹھہرایا جانا ممکن ہوتا تو انسان اپنی ذاتی خُوبیوں کی ڈینگیں مارتے اَور فخر کیا کرتے کہ ہم نے اپنی ہمت سے یہ بلند مرتبہ حاصل کیا ہے ۔ اس عظیم الشان رُتبہ سے ہمارا اپنا

جلال ظاہر ہوتا ہے لیکن انسان کا راستباز ٹھہرایا جانا اُس کے اپنے صالح اعمال کی بدولت نہیں ہے بلکہ خُداوند یسُوع مسیح جو خُدا کا اکلوتا بیٹا ہے اور ہمارا درمیانی ہے اُس کے مقدس خُون کے ذریعہ سے ہمارے گناہوں کا کفارہ ہُوا۔ خُدا کے بیٹے کی عظیم اور لاثانی قربانی سے شریعت کی تکمیل بھی ہُوئی اور وُہ قائم بھی رکھی گئی۔ پُرانے اور نئے عہدنامے میں راستباز ٹھہرنے کی تعلیم موجُود ہے۔

۲۔ خُدا کے نزدیک ہر وُہ شخص راستباز ہے یعنی راستباز گنا جاتا ہے جو خُداوند یسُوع مسیح پر ایمان لاتا ہے یعنی شریعت کے اعمال سے نہیں بلکہ ایمان کے سبب سے راستباز ٹھہرتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے بارے میں شریعت پُوری ہوگئی ہے۔ اس نے خُود تو شریعت کو پُورا نہیں کیا بلکہ خُداوند یسُوع مسیح نے اُس کی خاطر پُورا کیا ہے (رُومیوں ۳: ۲۴-۲۶)

۳۔ ہمارے راستباز ٹھہرائے جانے کا یہ سبب نہیں ہے کہ ہم میں کوئی خُوبی یا لیاقت ہے یا ہم ایمان لائے ہیں یا ہم فرمانبردار ہیں اور خُداوند یسُوع مسیح ہم میں اپنا جلال ظاہر کر رہا ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُس نے ہمارا کفارہ دیا۔ (رُومیوں ۳: ۲۵)

۴۔ حقیقی تعلیم انسان کو حلیم اور فروتن بنا دیتی ہے جب انسان کو اپنی خامیوں اور کوتاہیوں کا علم ہوتا ہے تو اسے معلُوم ہو جاتا

ہے کہ ہم اعمال کی شریعت سے راستباز نہیں ٹھہر سکتے اور پھر نیک اعمال سرزد ہونا کوئی آسان بات نہیں، لہٰذا ایمان کے سبب سے راستباز ٹھہرا کر خُدا اپنا جلال ظاہر کرتا ہے (رُومیوں ۳ : ۲۷)۔

چوتھا باب

ابرہام کی مثال

اس باب کو چار حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

رُومیوں ۴:۱-۱۲- ابرہام ایمان ہی سے راستباز گِنا گیا۔

رُومیوں ۴:۱- "پس ہم کیا کہیں کہ ہمارے جسمانی باپ ابرہام کو کیا حاصل ہُوا؟" مقدّس پولُس رسُول نے رُومیوں ۳:۳۱ اور ۵:۱ میں اس خط کے نفسِ مضمون کی دلیل پیش کی ہے لیکن ان دونوں کے درمیان وضاحت کی غرض سے تواریخ عالم سے ایک مشہور و معروف مثال پیش کی ہے اور یہ مثال ابرہام کی ہے۔

"ہمارے جسمانی باپ"۔ پولُس رسُول نے ابرہام کو جسمانی باپ کہا ہے کیونکہ اقوام عالم کی وُہی ابتدا ہے۔ تمام قبیلوں کے سردار اُسی کے صُلب سے پیدا ہُوئے لیکن جسمانی باپ کے بعد اُس نے رُوحانی باپ کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس آیت میں یہ خیال پیش کیا گیا ہے کہ انسانی جدوجہد سے وُہ گوہرِ مقصود حاصل نہیں ہوتا جس کی اشد ضرورت ہے اور جس کے بغیر راستباز ٹھہرایا جانا ناممکن ہے یعنی "اگر ہمارا باپ ابرہام بھی ہو" پھر بھی جسمانی

طور پر اُس سے کیا حاصل ہونا ہے۔

رُومیوں ۴ : ۲ ۔ "کیونکہ اگر ابرہام اعمال سے راستباز ٹھہرایا جاتا تو اُس کو فخر کی جگہ ہوتی لیکن خُدا کے نزدیک نہیں"

"اعمال" سے مُراد "جسمانی" طور سے ہے۔ اس باب کی پہلی آیت میں "ہمارے باپ ابرہام کو کیا حاصل ہُوا" کے جواب میں یہ دُوسری آیت ہے یعنی اُسے کچھ حاصل نہیں ہُوا۔ پہلی آیت استفہامیہ تھی اور اس کا جواب نفی ہے۔ جسمانی طور پر ہمارے باپ ابرہام کو کوئی امتیازی حیثیت حاصل نہ ہُوئی۔ پولس رسُول کے مخالفین اکثر اُس کے دلائل کا مضحکہ اُڑایا کرتے اور یُوں اُس کی تذلیل کرکے اُس کے دلائل کے سُقم اور بودا پن کی تشہیر کیا کرتے تھے۔ اس آیت میں پولس رسُول نے کہا ہے کہ اگر ابرہام کامل راستبازی کے کام کرتا تھا تو اُسے اپنی اس کوشش پر بیجا طور پر فخر ہو سکتا تھا۔ پولس رسُول خُود بھی یہُودی تھا اور اُس کے مخالفین بھی یہُودی تھے۔ ابرہام کے اعمال و افعال اُس کی نجات کا باعث نہ بن سکے ورنہ وُہ اُن پر فخر کرتا لیکن اُس نے جو کچھ کیا وُہ ستائش کے لائق ہے ــــ اُس نے اپنے نیک اعمال کے سبب نجات حاصل نہ کی اور نہ ہی اُسے کچھ فائدہ ہُوا۔

رُومیوں ۴ : ۳ ۔ "کتاب مقدس کیا کہتی ہے؟ یہ کہ ابرہام خُدا پر ایمان لایا اور یہ اُس کے لئے راستبازی گِنا گیا۔"

کتاب مقدس میں ابرہام کے متعلق پیدائش کی کتاب ۱۵: ۱-۵ کا مطالعہ کیجیے۔ ابرہام (ابرام) نے بادشاہوں پر فتح حاصل کی اور لوط کو آزادی دلوائی، غالباً ابرہام کو خدشہ تھا کہ بادشاہ اُس کے خلاف صف آرا ہوں گے اور جنگ وجدل کا بازار گرم ہوگا۔ خُدا نے اُس سے فرمایا کہ تو مت ڈر۔ میں تیری سپر اور تیرا بہت بڑا اجر ہوں۔ اب ابرہام نے خُدا سے کہا کہ اَے خُداوند! تو مجھے کیا دیگا کیونکہ میں تو بے اولاد جاتا ہوں تب خُداوند کا کلام اُس پر نازل ہُوا کہ تیرا غُلام تیرا وارث نہ ہوگا بلکہ وُہ جو تیرے صُلب سے پیدا ہوگا وُہی تیرا وارث ہوگا اور وُہ اُس کو باہر لے گیا اور اُس سے کہا کہ کیا تُو ستاروں کو گِن سکتا ہے؟ اور اگر گِن سکتا ہے تو گِن۔ میں تیری اولاد کو آسمان کے ستاروں اور سمندر کی ریت سے زیادہ کروں گا۔ خُدا کے اس فرمان پر ابرہام (ابرام) ایمان لایا اور خُدا نے "ایمان لانے" کو اُس کے حق میں راستبازی شمار کیا۔ جب خُدا نے ابرہام کے ساتھ وعدہ کیا تو اُس نے اس وعدے کو قبول کیا۔ اُس کے دِل میں کسی قِسم کا کوئی شک پیدا نہ ہُوا، اس لئے اُس نے خُدا سے کوئی وضاحت طلب سوال نہ پُوچھا اور وُہ خدا پر ایمان لایا۔ یہی ایمان اُس کے حق میں راستبازی گِنا گیا۔ ہماری جبلت یا فطرت میں بھی اسی قِسم کی اعلیٰ صفت ہونی چاہیئے۔ اپنے خالقِ حقیقی پر مخلُوق ایمان لائے جس طرح ایک معصُوم ونوخیز

بچّہ اپنے باپ کی باتوں پر پُورا پُورا بھروسہ رکھتا ہے۔ اُسے اپنے باپ کی ہر ایک بات کا یقین ہوتا ہے۔ یہی حال خُدا کا ہے۔ وُہ بھی چاہتا ہے کہ ہم اُس پر کامِل بھروسہ اور ایمان رکھیں۔

غور فرمائیے کہ بنی اسرائیل کی تواریخ کوہِ سینا سے شرُوع نہیں ہُوئی بلکہ ابرہام سے شرُوع ہوتی ہے۔ کوہ سینا اور ابرہام میں چار سو تنیس ۴۳۳ سال کا تاریخی فاصلہ ہے یعنی ابرہام کوہِ سینا (جس سے شریعت نازل ہُوئی) سے چار سو تنیس سال پہلے ہُوا۔ ابرہام راستبازی اور خُدا کے ساتھ مقدّس رشتہ کا انمول نمونہ ہے۔ اُس نے اپنے ایمان سے تاریخِ عالم میں ایک قابلِ تقلید اور بیش بہا نمونہ چھوڑا اور یہ نمونہ "ایمان" کا لافانی شاہکار ہے۔ ایمان کا یہ قابلِ تقلید نمونہ شریعت سے پہلے کا ہے۔ حضرت مُوسیٰ پر کوہِ سینا پر شریعت نازل ہُوئی۔

رُومیوں ۴: ۴-۵ "کام کرنے والے کی مزدُوری بخشش نہیں بلکہ حق سمجھی جاتی ہے مگر جو شخص کام نہیں کرتا بلکہ بے دین کے راستباز ٹھہرانے والے پر ایمان لاتا ہے اُس کا ایمان اُس کے لئے راستبازی گِنا جاتا ہے۔"

اگر نوکر اپنے فرائض کی بجا آوری میں کوتاہی نہیں کرتا اور نہایت وفاداری سے اپنے آقا کی خدمت کرتا ہے تو مزدُوری اُس کا حق ہے لیکن ہم وفادار نوکر نہیں ہیں بلکہ نکمّے نوکر ہیں۔ (لُوقا ۱۷: ۱۰) اگر ہم

نے وُہی کیا ہے جو ہم پر کرنا فرض تھا پھر بھی ہمیں یہی کہنا چاہیئے کہ ہم "نکمے" نوکر ہیں۔ ہمیں اپنے آسمانی باپ کی طرح کامل اور پاک ہونا چاہیئے۔ ہم نہ ہی کامل ہیں اور نہ ہی پاک، لہٰذا ہمارا کوئی حق نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص اچھے کام پر بھروسہ کرے تو اُسے اُس کا حق یعنی مزدُوری ادا کی جائے گی۔ لیکن گناہ کی مزدُوری تو موت ہے۔ وُہ لوگ جو معصُوم اور نوخیز بچّوں کی طرح خُدا باپ پر بھروسہ رکھتے ہیں اُن پر خُدا کا فضل اور اُس کی مہربانی کی لازوال دولت کثرت سے نازل ہوتی ہے کیونکہ خُدا اپنے بھروسہ کرنے والوں کو بچّوں کی طرح قبُول فرماتا ہے۔

ابرہام خُدا کی نگاہوں میں مقبُول ٹھہرا کیونکہ اگرچہ خُدا کا وعدہ بعید از قیاس اور فہم و شعور سے بلند تھا پھر بھی اُس نے خُدا کے فرمان کا یقین کیا۔ خُدا کا وعدہ ابرہام کی سمجھ میں آ نہیں سکتا تھا لیکن پھر بھی اُس نے خُدا کے وعدہ کو سچّا سمجھ کر اُس پر بھروسہ کیا۔ خُدا کے کلام پر ایمان لانا ہمارا فرضِ اوّلین ہے۔ ہماری مُنادی کا محور اور مرکز یہی ہے کہ ہم گنہگار انسانوں کو تلقین کریں کہ مسیح کے ذریعہ خُدا ان کو نجات بخشتا ہے۔ پولُس رسُول کے سامنے ایک ہی مقصد تھا کہ گنہگار انسان خُدائے واحد پر ایمان لائیں۔ ایمانداروں کے ایمان کا مقصد بھی یہی ہے کہ وُہ خُدا کے وعدوں پر ایمان لائیں۔

رُومیوں کے خط میں اس سے پیشتر بیان ہو چُکا ہے کہ خُدا بے دینوں کو راستباز ٹھہراتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ راستباز ٹھہرائے جانے سے پیشتر وُہ شخص بے دین شمار ہوتا ہے۔ اگرچہ وُہ ہر قِسم کے گناہ کا مُرتکب تو نہیں ہوتا لیکن وُہ خُدا کی حضُوری سے دُور ہے۔ انجیل مقدّس نے انسانوں کو خُدا کی طرح کامل بننے کا اعلیٰ اَور بے نظیر پیام دیا ہے اَور یہی انجیل کا مرکز ہے۔

انجیل کا افضل ترین معجزہ یہ ہے کہ خُدا خود اپنے کمال رحم اَور مہربانی کے ساتھ بے دین انسانوں کے پاس آتا ہے۔ خُدا کی صفت یہ نہیں کہ وُہ عرش مُعلّیٰ کی رفعتوں سے گنہگار انسانوں کو نفرت سے دیکھتا رہے اَور اُس کا غضب پستی کے مکینوں پر بھڑکتا رہے بلکہ اُس کا یہ رحم راستبازی سے معمُور ہے۔ وُہ اپنے ایمان لانے والوں پہ اپنی برکت نازل فرماتا ہے تاکہ وُہ اُس سے قوّت حاصل کر کے خُدا کے ساتھ نئے رشتہ میں مُنسلک ہو جائیں۔ اب اُن کے لئے ہر قِسم کی نیکی ممکن ہے۔ وُہ نیکی اَور راستبازی جس کا نئے عہد نامہ کی مسیحیّت میں ذکر ہے اُن میں پیدا ہوتی ہے۔ اُن میں بیداری اَور تبدیلی کی رُوح اپنا کام کرنا شرُوع کرتی ہے۔

اس سے بڑھ کر اَور کیا خوشی ہو سکتی ہے کہ خُدا بے دینوں کو بھی راستباز ٹھہراتا ہے۔ ابرہام کا ایمان اُس کے لئے راستبازی گِنا گیا۔ اُس نے خُدا کے کلام پہ بھروسہ کیا اَور دُنیاوی جاہ و

جلال کی طرف توجہ نہ کی۔ وُہ اعمال سے نہیں بلکہ ایمان سے راستباز ٹھہرایا گیا۔

ایمان اور اعمال میں قدرِ مشترک نہیں ہے۔ رومن کیتھولک ایمان پر بہت زور دیتے ہیں، لیکن وُہ اپنی اس سعی میں بُری طرح سے ناکام ہیں۔ اعمال کی یہ تمام مساعی تسلی آمیز ثمرات سے خالی ہے۔ بے شک وُہ خُدا کے وعدوں کو معصوم بچّوں کی طرح قبول کرتے ہیں لیکن خامی یہ ہے کہ وُہ اپنے آپ کو راستباز نہیں ٹھہراتے۔ یہ نکتہ اُن کی نگاہوں سے اوجھل ہے۔ وُہ لوگ جو خُدا کی نگاہوں میں شرفِ قبولیّت حاصل کرنے کے متمنّی ہیں، اُن کی دلجمعی ہے۔ اُنہیں اپنے اعمال پر فخر نہیں ہوتا اور نہ ہی وُہ کسی بات پر ناز کرتے ہیں بلکہ وُہ اس ایمان میں جیتے ہیں کہ خُدا محبّت ہے اور اپنے فضل سے اُس نے ہمیں اپنے سایۂ عاطفت میں بُلا لیا ہے۔

ایمان بذاتہٖ کوئی ایسی بات نہیں جس میں کوئی خُوبی ہے۔ ایمان خُدا کی بخشش ہے۔ اس بخشش سے ہم اپنے آپ کو نوزائیدہ بچّوں کی طرح محسُوس کرتے ہیں اور اپنے دِل میں ایمان لاتے ہیں کہ خُداوند یسُوع مسیح میرے گناہوں کا کفارہ ہُوا۔ خُدا نے میرے لئے نجات کا انتظام کیا۔ جس طرح ایک شفیق باپ اپنے بیٹے کے آرام و آسائش کی فکر کرتا ہے اُسی طرح سے خُدا ہماری ضرُوریاتِ زندگی کی فکر کرتا اور ہماری تمام رُوحانی

ضرورتوں کو بھی پورا کرتا ہے۔ ہم خدا کے وعدے پر ایمان لاتے ہیں کہ وُہ سچا اور برحق ہے اور اسی ایمان کی بدولت خدا ہمیں راستباز ٹھہراتا ہے۔ کلام مقدس میں لکھا ہے کہ ابرہام خدا پر ایمان لایا نہ کہ اُس نے خدا کے وعدہ کا یقین کیا۔ اُس نے خدائے قادر کی سچائی، پاکیزگی، مہربانی، قدرت اور اُس کی دائمی شفقت کا یقین کیا۔ لہٰذا اُسے خود خدا مل گیا۔ جب اُس نے خدا کے ایک وعدہ کا یقین کیا تو اُس کے تمام وعدوں پر یقین کیا۔ اُس نے خدا کی کامل نجات اور نجات بخشنے والے کامل خدا کا یقین کیا۔ راستبازی سے مُراد کامل فرمانبرداری ہے۔ اپنے نیک اعمال سے ابرہام کا ایمان ظاہر ہُوا لیکن اُس کے نیک اعمال اس کے سوا اور کیا تھے کہ وُہ فرمانِ خداوندی کی بجاآوری میں سرگرم رہتا ہے۔ اپنے باپ خدا کی مرضی پر چلنا اُس کی زندگی کا نسب العین تھا۔ ایمان کی تعریف یُوں بھی کی جاسکتی ہے کہ ہم خدا کے کلام پر ایمان لاتے ہیں اور دل وجان سے اُسے قبول کرتے ہیں۔ آج اور اسی لمحہ خدا کو قبول کرنا چاہیئے۔ اُس کا کلام میری زندگی کی روشنی ہے اور وُہ میرے ہی لئے ہے۔

رُومیوں ۴: ۶-۸۔ چنانچہ جس شخص کے لئے خدا بغیر اعمال کے راستبازی محسوب کرتا ہے، داؤد بھی اُس کی مُبارک حالی اس طرح بیان کرتا ہے کہ مُبارک وُہ ہیں جن کی بدکاریاں مُعاف ہوئیں اور

جن کے گناہ ڈھانکے گئے۔ مُبارک وُہ شخص ہے جس کے گناہ خُداوند محسُوب نہ کرے گا"۔ (زبُور ۳۲: ۱-۲)

مقدّس پولُس رسُول نے زبُور سے اقتباس کیا ہے۔ حضرت داؤد کی مثال پیش کی ہے لیکن اس زبُور میں ایمان کا ذکر نہیں بلکہ خُدا کی مہربانی کا ذکر ہے کہ وُہ اپنی رحمت سے تمام بدکاریوں کو مُعاف فرماتا ہے اُور یہ مُعافی بالکل مُفت عطیہ ہے۔ انسان کے اعمال کی کیا حقیقت ہے۔ ہمارے اعمال محض گندے چیتھڑے ہی تو ہوتے ہیں۔ اُن پر کیا اعتماد اُور بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ زبُور نویس نے خُدا کے وعدوں اُور مہربانیوں کا تذکرہ کیا ہے۔ وُہ آدمی جسے خُدا کے وعدوں پر بھروسہ ہے اُسے ہر قسم کا اطمینان حاصل ہے۔ اُسے یقین ہے کہ خُدا نے اُسے مُعافی عطا کی ہے۔ زبُور میں گناہ کی تین اقسام بتائی گئی ہیں۔

۱۔ بدکاریاں ۔ ہر وُہ فعل جو خُدا کے کلام کے خلاف ہو وُہ بدکاری شمار ہوتا ہے اُور اسے مُعاف کیا جاتا ہے۔

۲۔ گناہ ۔ گناہ وُہ فعل ہے جو نفرت انگیز ہے اسے ڈھانکا جاتا ہے۔

۳۔ جُرم ۔ جب کوئی فعل سرزد ہو اُور وُہ شرعی قوانین کے خلاف ہو تو وُہ قابلِ سزا ہے۔ قابلِ سزا افعال کا کفارہ ہے مختون اُور نامختون میں کوئی تمیز نہیں ہے۔ جُرم کرنے والا مجرم ہے اُور وُہ سزا کا

مستحق ہے لیکن خُدا اس کا فدیہ دیتا ہے لیکن اگر خُدا کے حضُور اپنے گناہ کو مان لیا جائے اور ایسی بدکاری کو نہ چھپایا جائے تو خُدا گناہ کی بدی کو معاف کرتا ہے یعنی خُدا مُفت مُعاف فرماتا ہے۔ (زبُور ۳۲: ۵)

دو باتیں قابلِ توجہ ہیں (۱) ہم خُدا کی مہربانی کو حاصل کرتے ہیں اور (۲) ہم محسُوس کرتے ہیں کہ ہم میں کوئی نیکی نہیں جس پر ہم فخر کریں۔

رُومیوں ۴: ۹ - "پس کیا یہ مُبارکبادی مختُونوں ہی کے لئے ہے یا نامختُونوں کے لئے بھی۔ کیونکہ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ ابرہام کے لئے اُس کا ایمان راستبازی گنا گیا۔"

مقدّس پولُس رسُول ابھی تک اپنے یہُودی مخالفین کے باطل دُعاوی پر بحث کر رہا ہے۔ اس سے پیشتر بھی رسُول مقبُول نے حضرت ابرہام اور داؤد نبی کی مثالیں دی ہیں۔ اپنے دلائل کو تقویت دینے کی غرض سے اُس نے کلامِ مقدّس سے اِن دو بزرگانِ سلف کا ذکر کیا ہے جن کی مثالیں اور زندگی کے نادر نمونے ہر زمانے میں ہر کس و ناکس کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ حضرت ابرہام اور حضرت داؤد دونوں کامل ایمان کی نمایاں مثال ہیں۔

رُومیوں ۴: ۱۰ - "پس کس حالت میں گِنا گیا؟ مختُونی میں یا نامختُونی میں؟ مختُونی میں نہیں بلکہ نامختُونی میں۔"

کتابِ مقدّس میں لکھا ہے کہ ابرہام کا ایمان راستبازی گِنا گیا

جس وقت خُدا کی نگاہوں میں وُہ مقبُول ٹھہرا اُس وقت وُہ نامختُون تھا۔ ابھی تک اُس کے ساتھ ختنہ کا عہد نہیں باندھا گیا تھا۔ ملاحظہ کیجئے پیدائش ۱۵: ۶، ۱۶: ۱-۴، ۱۷: ۱-۱۱۔ وُہ نامختُون تھا لیکن خُدا کی نگاہوں میں صفتِ ایمان کی بدولت مقبُول تھا۔ لہٰذا وُہ غیر اقوام کے لئے بھی قابلِ تقلید مثال اَور نمونہ ہے۔ وُہ غیر اقوام کا بھی جدّ امجدّ ہے۔ پھر وُہ مختُون ہُوا اس لحاظ سے تمام مختُونوں یعنی یہُودی قوم کا باپ ہے لیکن نامختُونی کی حالت میں یعنی غیر قوموں کی طرح ہونے کی حالت میں وُہ راستباز شمار ہُوا اَور حقیقت بھی یہی ہے کہ حضرت ابرہام غیر قوموں یعنی غیر یہُودیوں کا باپ ہے۔ اگر یہُودی بھی اُس کی نگاہوں میں مقبُول ٹھہرنا چاہتے ہیں تو اُنہیں اپنے مختُون ہونے پر نازاں نہیں ہونا چاہیئے۔ وُہ غیر اقوام کی طرح تمام قسم کے فخر اَور غرور سے خالی ہو کر خُدا کے حضُور آئیں۔ یہُودی قوم اس گمان میں مُبتلا ہے کہ وُہ خُدا کی برگزیدہ قوم ہے اَور مختُون ہے لہٰذا اُنہیں قُربِ الٰہی حاصل ہے اَور اس لحاظ سے وُہ تمام دُوسری قوموں سے برتر اَور اعلیٰ ہیں جب تک یہُودی عجز و انکساری سے خُدا کے نزدیک نہ آئیں گے اُن کی کوئی قدر و منزلت نہیں ہے۔ خُدا اپنی کمال شفقت اَور مہربانی کے ساتھ ہمارے ساتھ وعدہ فرماتا ہے۔

رُومیوں ۴: ۱۱۔ "اَور اُس نے ختنہ کا نشان پایا کہ اُس ایمان کی راستبازی پر مُہر ہو جائے جو اُسے نامختُونی کی حالت میں حاصل

تھا تاکہ وُہ اُن سب کا باپ ٹھہرے جو باوجُود نامختُون ہونے کے ایمان لاتے ہیں اُور اُن کے لئے بھی راستبازی محسُوب کی جائے۔"

حضرت ابرہام کے ساتھ جو ختنہ کا عہد باندھا گیا وُہ نشان بھی تھا اُور مہر بھی۔ ختنہ غیر قوموں کے لئے تو نشان تھا لیکن ایمانداروں کے لئے خُدا کی مُہر تھی۔ اس نشان سے ہماری ناپاکی اُور ناراستی کا صاف کیا جانا مقصُود تھا لیکن ناپاکی اُور ناراستی سے پاکیزگی عطا ہونا صرف خُدا کے فضل سے ہی ممکن تھا۔ کتابِ مقدّس میں ختنہ کے متعلّق مندرجہ ذیل حوالہ جات ملاحظہ کیجئے۔ استثنا ۱۰: ۱۶، ۳۰: ۶، احبار ۲۶: ۴۱، اعمال ۷: ۵۱، کُلسیوں ۲: ۱۱۔

ختنہ اس بات کا نشان تھا کہ دِل کی ناپاکی اُور گندگی دُور کی جائے اُور یہ خُدا کے عہد کی مُہر تھی۔ سب سے اوّلین مثال اُور نمونہ حضرت ابرہام کا ہے۔ وُہ تمام قوموں کا جدّ امجد ہے۔ اُس کی مثال اُور نمونہ ہمارے لئے مشعلِ راہ اُور قابلِ تقلید ہے۔ اپنی نامختُونی کی حالت میں حضرت ابرہام نے خُدا کے وعدوں کا یقین کیا۔ وُہ لوگ جو حضرت ابرہام کی طرح خُدا کے وعدوں کا یقین کرتے ہیں وُہ اُس کی رُوحانی اولاد ہیں۔ ایمان ہی افضل چیز ہے اُور مختُونی کی کُچھ وقعت نہیں ہے۔ خُدا نے ابرآم کے ساتھ ختنہ کا عہد باندھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ اُس نے یقین کیا لہٰذا وُہ نامختُونوں کا باپ یا نمونہ ہے۔

رُومیوں ۴: ۱۲۔ "اُور اُن مختُونوں کا باپ ہو جو نہ صرف مختُون ہیں

بلکہ ہمارے باپ ابرہام کے اُس ایمان کی بھی پیروی کرتے ہیں جو اُسے نامختونی کی حالت میں حاصل تھا۔"

اس آیت میں بھی ایمان کو ہی بلند مقام حاصل ہے۔ مختونی کوئی قابلِ فخر چیز نہیں ہے۔ یہودی قوم حضرت ابرہام کو اپنا باپ سمجھتی ہے لیکن وُہ صرف اُسی وقت ہی اُس کی اولاد ہو سکتے ہیں جب وُہ بھی اپنے باپ کی طرح ایمان لائیں۔ یہودی قوم اپنے اس دعویٰ کا اعلان کرتے نہیں تھکتے تھے لیکن پولُس رسول نے کہا ہے کہ حضرت ابرہام کی اولاد ہونے کے لئے فقط ایک ہی شرط ہے کہ ایمان لائیں جس طرح وُہ خُدا پر ایمان لایا تھا لیکن اگر ایمان کی صفت موجُود نہیں تو وُہ ہرگز اُس کی اولاد نہیں ہیں۔

دوم۔ اس باب کی آیات ۱۳ تا ۱۶ سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابرہام نے خُدائے واحد پر ایمان لانے کی بدولت ہی سب کُچھ حاصل کیا۔

رُومیوں ۴: ۱۳۔ "کیونکہ یہ وعدہ کہ وُہ دُنیا کا وارث ہوگا نہ ابرہام سے نہ اُس کی نسل سے شریعت کے وسیلہ سے کیا گیا تھا بلکہ ایمان کی راستبازی کے وسیلہ سے۔"

کتابِ مُقدّس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابرام سے دراصل اس قسم کا کوئی وعدہ نہیں کیا گیا تھا کہ وُہ دُنیا کا وارث ہوگا بلکہ اُس کے ساتھ تو یہ وعدے کئے گئے تھے (۱) اُس کی اولاد شمار میں آسمان کے ستاروں کی طرح ہوگی۔ (پیدائش ۱۵: ۵)

۲۔ وُہ بہتسی قوموں کا باپ ہوگا (پیدائش ۱۷: ۵)

۳۔ زمین کے قبیلے اُس کے سبب سے برکت پائیں گے۔ (پیدائش ۱۲: ۳، ۱۸: ۱۸)

۴۔ جو مسیح پر ایمان لاتے ہیں وُہ اُس کی اولاد ہیں۔ (رُومیوں ۴: ۱۱، گلتیوں ۳: ۲۹)

۵۔ وُہ لوگ جو مسیح پر ایمان لاتے ہیں وُہ زمین کے وارث ہونگے۔ (دانی ایل ۷: ۲۷، متّی ۵: ۵، ۱۔ کرنتھیوں ۳: ۲۱-۲۳)

۶۔ خُداوند یسُوع مسیح ابرہام کی نسل یعنی اُس کی اولاد ہے۔ (گلتیوں ۳: ۱۶)

۷۔ وُہ دُنیا کا وارث ہوگا (زبُور ۲: ۷، دانی ایل ۷: ۱۴، مکاشفہ ۱۱: ۱۵)

حضرت ابرہام اور اُس کی اولاد کے لئے یہ وعدہ ہے کہ وُہ دُنیا کے وارث ہوں گے۔ یہ وعدہ شریعت کی وجہ سے نہیں ہے اور نہ اس کا شریعت کے ساتھ کوئی تعلق ہے اِس وعدے کی بُنیاد ایمان ہے۔

رُومیوں ۴: ۱۴ "کیونکہ اگر شریعت والے ہی وارث ہوں تو ایمان بے فائدہ رہا اور وعدہ لاحاصل ٹھہرا۔"

پیشتر ازیں مقدس پولُس رسُول نے ثابت کیا ہے کہ یہ وعدہ ایمان کی وجہ سے ہے اور شریعت پر تکیہ رکھنے والوں کو

کوئی خاص فائدہ حاصل نہیں ہوگا کیونکہ اگر یہی صُورت ہو کہ شریعت والے ہی وارث ہوں تو وعدہ فضول اور بے فائدہ ہے۔

رُومیوں ۴: ۱۵ "کیونکہ شریعت تو غضب پیدا کرتی ہے اور جہاں شریعت نہیں وہاں عدُول حکمی بھی نہیں"۔

اب شریعت کے بغیر کسی جگہ کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا۔ شریعت ہر جگہ موجُود ہے اور چُونکہ ہر جگہ شریعت ہے لہٰذا ہر جگہ اس کی حکم عدُولی بھی کی جاتی ہے۔ شریعت کی حُکم عدُولی براہِ راست غضب پیدا کرتی ہے۔ شریعت، اس کی حُکم عدُولی اور غضب یہ تینوں چیزیں ایک دُوسرے کے ساتھ وابستہ ہیں۔

رُومیوں ۴: ۱۶ "اسی واسطے وہ میراث ایمان سے ملتی ہے تاکہ فضل کے طور پر ہو اور وُہ وعدہ کُل نسل کے لئے قائم رہے نہ صرف اُس نسل کے لئے جو شریعت والی ہے بلکہ اُس کے لئے بھی جو ابرہام کی مانند ایمان والی ہے۔ وُہی ہم سب کا باپ ہے"۔

مقدّس پولُس رسُول نے اس خُوشخبری کو عالم گیر خُوشی قرار دیا ہے لیکن یہ میراث ایمان سے ملتی ہے۔ اس میراث میں ہم سب شریک ہو سکتے ہیں بشرطیکہ ہم میں ایمان ہو اور یہ بات کتنی مسرّت انگیز ہے کہ ہم اُس میراث کے حقدار ہیں۔

سوم :۔ رُومیوں ۴: ۱۷-۲۲۔

ابرہام کی نسل ایمان کا پھل ہے۔

رُومیوں ۴ : ۱۷۔ ("چنانچہ لکھا ہے کہ مَیں نے تجھے بُہت سی قوموں کا باپ بنایا) اُس خُدا کے سامنے جس پر وُہ ایمان لایا اَور جو مُردوں کو زندہ کرتا اَور جو چیزیں نہیں ہیں اُن کو اس طرح بُلا لیتا ہے کہ گویا وُہ ہیں"۔

حضرت ابرؔہام کا ایمان تھا کہ خُدا ناممکن کو ممکن کر سکتا ہے کیونکہ وُہ قادرِ مُطلق ہے۔ کُچھ باتیں ایسی بھی ہیں جو ہماری محدُود عقل کے احاطہ سے باہر ہیں اور اُس کے خیال ہمارے خیالوں سے بلند ہیں۔ اُس کے ارادوں کی اتھاہ گہرائیوں تک ہماری رسائی نہیں ہو سکتی۔ لیکن جو کُچھ ہم نہیں کر سکتے وُہ کر سکتا ہے اَور کرنے پر قادر ہے۔ حضرت ابرؔہام کا یہی ایمان تھا۔ اَے کاش! ہمارا ایمان بھی اُس کی طرح ہو۔ اِس کی وضاحت کے لئے افسیوں ۳ : ۲۰ - ۲۱ ملاحظہ کیجئے۔ وُہ قادر خُدا کتنا عالی شان ہے کہ مُردوں کو زندہ کرتا ہے اَور وُہ چیزیں جو نہیں ہیں اُنہیں اس طرح بُلا لیتا ہے کہ گویا وُہ ہیں۔ ہمارا ایمان ایسے ہی خُدا پر ہے جو عظمت والا، جاہ و حشمت والا، عقلِ کُل اَور قادر خُدا ہے۔ ہمیں اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ ابتدا میں حضرت ابرؔہام اَور سارؔہ نے خُدا کا یقین نہیں کیا کہ خُدا اپنے وعدے کو پُورا کرے گا۔ اپنی محدُود عقل اَور فکر کے مطابق اُن کا نقطۂ خیال یہ تھا کہ خُدا کا وعدہ آناً فاناً پُورا ہونا چاہیئے۔ انتظار کی کٹھن گھڑیاں کون برداشت کرے۔ یہ دونوں بزرگ مایوس تو تھے

لیکن بے صبری نے مقام شکر ہے کہ آخرکار ایمان کی کرن پھوٹی۔ اُنہوں نے اپنی عقل و فکر سے وُہ حاصل نہ کیا جس کی اُنہیں توقع تھی اور جب اُن کے سینوں میں ایمان کی شمع جگمگانے لگی تو بے یقینی اور بے صبری کے خوفناک بادل چھٹ گئے۔ اُن کے چہروں پہ رُوحانی مُسکراہٹ جلوہ فگن ہُوئی۔ بے یقینی کا اُمڈا ہُوا سیلاب جب فرو ہُوا تو قادرِ مُطلق خُدا نے اُن پر کرم کی نظر فرمائی۔ خُدا نے اُن کی گُذشتہ بے یقینی کو یاد نہ کیا۔ بے یقینی اور بے صبری کا نتیجہ صاف ظاہر ہے۔ اُس کی راہیں ہماری عقل و فکر سے دُور ہیں۔ اُس کے ارادوں تک رسائی انسانی فہم و فراست سے دُور ہے۔ ہم بعض اوقات بے یقینی کے طوفان میں کھو کر صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیتے ہیں اور اپنی ذاتی سعی اور کوشش سے وُہ کچھ کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس کی توقع ہم خُدا سے کرتے ہیں لیکن اس کا نتیجہ وُہی ناکامی، نامُرادی اور خفت ہوتا ہے۔

رُومیوں ۴: ۱۸۔ "وُہ نا اُمیدی کی حالت میں اُمید کے ساتھ ایمان لایا تاکہ اس قول کے مطابق کہ تیری نسل ایسی ہی ہوگی وُہ بہُت سی قوموں کا باپ ہو۔"

حضرت ابرہام عُمر رسیدہ ہو چُکا تھا۔ اُس کی بیوی سارہ بھی عُمر کے اُس حصّے میں تھی جہاں اولاد کی توقع کرنا خیالِ خام سے

زیادہ حیثیت نہیں رکھتا لیکن قادرِ مُطلق خُدا نے دونوں میاں بیوی سے اس وقت یہ وعدہ کیا کہ اُن سے نسل ہوگی۔ دونوں میاں بیوی کے قوأ ضعیف ہو چُکے تھے۔ اُنہیں جسمانی طور پر کوئی اُمید نہ تھی کہ خُدا کے اس حسین و جمیل وعدہ کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو سکتا ہے لیکن وُہ جو قادرِ مُطلق اور توانائی کا سرچشمہ ہے وُہ اُن کا خُدا تھا اور اُس کے وعدے کا اُنہیں یقین تھا۔ اُنہوں نے اپنی ضعیفی کا خیال نہیں کیا۔ اُن کی آنکھیں اپنے خُدا پر لگی ہُوئی تھیں کہ وُہی ایمان کا مرکز اور وعدوں کو پُورا کرنے پر قادر تھا۔ آپ اپنے دِلوں میں ٹٹول کر جواب دیجئے کہ آپ کی آنکھیں کس سمت لگی ہُوئی ہیں؟

رُومیوں ۴: ۱۹-۲۰۔ "اور وُہ جو تقریباً سو برس کا تھا باوجُود اپنے مُردہ سے بدن اور سارہؔ کے رحم کی مُردگی پر لحاظ کرنے کے ایمان میں ضعیف نہ ہُوا اور نہ بے ایمان ہو کر خُدا کے وعدہ میں شک کیا بلکہ ایمان میں مضبوط ہو کر خُدا کی تمجید کی"۔

حضرت ابرہامؔ سن رسیدہ تھے۔ اُس کے جسمانی قوأ مُضمحل ہو چُکے تھے، لیکن ایمان کی لافانی قوّتیں بیدار تھیں۔ اگرچہ جسمانی اعتبار سے خُدا کا وعدہ پُورا ہونا ناممکن نظر آتا تھا، پھر بھی اُس نے ناممکن بات کا یقین کیا۔ اُس نے خُدا کی تمجید کی اور شُکر کیا۔ خُدا کی تمجید یہ ہے کہ اُسے قادرِ مطلق اور بھروسہ کے لائق سمجھا جائے۔

رُومیوں ۴ : ۲۱ "اور اُس کو کامل اعتقاد ہُوا کہ جو کچھ اُس نے وعدہ کیا ہے وُہ اُسے پُورا کرنے پر قادر ہے"۔ (ملاحظہ ہو ۲۔ کرنتھیوں ۱ : ۲۰)

حضرت ابرہام کو کامل اعتقاد تھا کہ خُدا ہر ایک بات کرنے پر قادر ہے اور چُونکہ اُس نے وعدہ کیا ہے وُہ اُسے پُورا کرنے پر بھی قادر ہے۔ اسی طرح سے ہم بھی اُس ذاتِ الٰہی پر ایمان لا کر حضرت ابرہام کی طرح ہو کر حقیقی ایمانداروں کی نسل میں شمار ہو سکتے ہیں۔

رُومیوں ۴ : ۲۲ "اسی سبب سے یہ اُس کے لئے راستبازی گنا گیا"۔

حضرت ابرہام نے خُدا کی باتوں اور اُس کی ذات کا یقین کیا کہ وُہ ہر ایک بات کرنے پر قادر ہے اس لئے خُدا نے اُسے راستباز ٹھہرایا۔ مقدس پولُس رسُول کا اس سے یہ مطلب ہے کہ حضرت ابرہام اپنے خُدا کے ساتھ ایک مقدس اور راست رشتہ میں مُنسلک تھے۔

چہارم :- ۴ : ۲۳-۲۵

ابرہام ہر زمانہ کے ایمان لانے والوں کیلئے مثال ہے

رُومیوں ۴ : ۲۳-۲۴ "اور یہ بات کہ ایمان اُس کے لئے راستبازی گِنا گیا نہ صرف اُس کے لئے لکھی گئی بلکہ ہمارے لئے بھی جن کے لئے ایمان راستبازی گِنا جائے گا۔ اس واسطے کہ ہم اُس پر ایمان لائے ہیں جس نے ہمارے خُداوند یسُوع کو مُردوں میں سے جلایا"۔

خُدا قادرِ مُطلق باپ کی عظیم ترین محبّت کا یہ ثبوت ہے کہ اُس نے اپنے بیٹے ہمارے خُداوند یسُوع مسیح کو مُردوں میں سے جِلایا۔ مُردوں میں سے زندہ کرنا ناممکن ہے لیکن وُہ جو مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے وُہی قادرِ مُطلق باپ ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ ہمارا خُدا سب کُچھ کر سکتا ہے اور وُہ اپنے تمام وعدوں کو پُورا کرتا ہے کیونکہ اُس کے سامنے کوئی چیز نہ ہی مُشکل ہے اور نہ ہی ناممکن۔

رُومیوں ۴ : ۲۵۔ "وُہ ہمارے گُناہوں کے لئے حوالہ کیا گیا اور ہم کو راستباز ٹھہرانے کے لئے جِلایا گیا۔"

مسیحی ایمان کا خلاصہ یہی ہے کہ وُہ یعنی خُداوند یسُوع مسیح ہمارے گُناہوں کے بدلے صلیب پہ مر گیا اور پھر مُردوں میں سے جی اُٹھا۔ خُداوند یسُوع مسیح کی قیامت یعنی اُس کا موت پر فتح پانا ہماری تسلّی کا باعث ہے کہ اُس کا کفارہ خُدا کے حضُور مقبُول ہُوا۔ گُناہوں کی قربانی جب تک قبُول نہ کی جائے اُس کی کُچھ قیمت نہیں ہے اور چُونکہ خُداوند یسُوع مسیح مُردوں میں سے جی اُٹھا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُس کی قُربانی منظُور ہُوئی اور خُدا نے اُس کے کفارہ کے وسیلہ سے ہمارے گُناہ مُعاف کئے۔ مقدّس پولُس رسُول نے خُداوند یسُوع مسیح کی ظفریاب قیامت کو مسیحی ایمان کا مرکز قرار دیا ہے۔

(۱) دمشق کی راہ پر مقدّس پولُس رسُول نے "مسیح مصلُوب" کو زندہ

دیکھا۔ اُس کی رُوحانی زندگی کا یہ انقلاب انگیز تجربہ تھا۔ تواریخ کلیسیا سے معلوم ہوتا ہے کہ پولُس رسُول (ساؤل) نے اپنی آنکھوں سے کبھی خُداوند یسُوع مسیح کا نظارہ نہیں کیا تھا۔ اُس نے اُس کے حیات آفرین کلام کو اُس کی زبانِ گوہر بار سے کبھی نہیں سُنا تھا اور جب خُداوند یسُوع مسیح کے شاگردوں نے زندہ مسیح کی مُنادی کرنی شروع کی تو پولُس رسُول اُن کے دلائل کا مضحکہ اُڑانے میں پیش پیش تھا۔ اُس کے اعتراضات کی اساس یہُودی شریعت تھی لیکن اچانک جب دمشق کی راہ پر آسمانی نُور نے اُسے دامن میں چھپا لیا تو اُسے مسیح مصلُوب کی جلالی آواز سُنائی دی تو اُس پر سربستہ راز آشکارا ہُوئے۔ اُس نے یقین کیا کہ حقیقت میں خُداوند یسُوع مسیح مُردوں میں سے جی اُٹھا ہے۔ ایک نیا ولولہ، ایک نیا جذبہ اُس کے رگ و پے میں بجلیاں بھر رہا تھا اور اُس کی مُنادی کا مرکز خُداوند یسُوع مسیح کا مُردوں میں سے جی اُٹھنا تھا۔ ہزار دلائل کے مقابلے میں ایک زندہ ثبوت کافی ہے کہ خُداوند یسُوع مسیح مُردوں میں سے جی اُٹھا ہے اور اُس نے اُس زندہ مسیح کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ مقدّس پولُس رسُول نے اپنی مُنادی کے دوران اس بات پر زور دیا ہے کہ خُداوند یسُوع مسیح کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے پر ایمان لانے کی ضرُورت ہے۔ آج کل بعض لوگ اس بات کو

بڑی اہمیت نہیں دیتے کہ خداوند یسوع مسیح مُردوں میں سے جی اُٹھا ہے یا نہیں۔ وُہ اسی بات پر مطمئن ہیں کہ وُہ زندہ ہے لہٰذا اس کا اثر ہونا رہے گا اور ہمارے لئے یہ کافی ہے لیکن مقدّس پولُس رسُول نے بار بار اس حقیقت کا اعلان کیا ہے کہ اگر مسیح مُردوں میں سے نہیں جی اُٹھا تو ابھی تک ہم اپنے گناہوں میں گرفتار ہیں اور جو مسیح میں سو گئے ہیں وُہ بھی ہلاک ہُوئے (۱۔کرنتھیوں ۱۵: ۱۷-۱۸)

۲۔ مقدّس پولُس رسُول نے کتنی ایمان افزا اور حقیقت افروز بات کہی ہے کہ خُداوند یسوع مسیح کا مُردوں میں سے جی اُٹھنا اس کے بارے میں حُجت کچھ ثابت کرتا ہے۔ وُہ مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے سبب سے قُدرت کے ساتھ خُدا کا بیٹا ٹھہرا۔ (رُومیوں ۱: ۴)

۳۔ زیرِ نظر آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ خُداوند یسوع مسیح کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے سے ہم راستباز ٹھہرائے گئے ہیں یعنی اس سے یہ ظاہر ہُوا کہ ہم جو گنہگار تھے راستباز ٹھہرے۔

۴۔ خُداوند یسوع مسیح مُردوں میں سے جی اُٹھا۔ ہم بھی اُس میں شریک ہیں، اس لئے ہمیں بھی نئی اور لافانی زندگی ملتی ہے۔ (رُومیوں ۶: ۴)

۵۔ خُداوند یسوع مسیح کی ظفریاب قیامت اس بات کا کامل

ثبوت ہے کہ جب ہم بھی موت کا مزا چکھیں گے تو ہم بھی جی اُٹھیں گے۔ زمانہ قدیم میں لوگوں کو اُمید تھی کہ موت کے بعد ہم زندہ کئے جائیں گے۔ اس سے ثابت ہُوا کہ ہم ضرور زندہ رہیں گے۔
(۱-کرنتھیوں ۱۵: ۲۰-۲۱)

۶- خُداوند یسُوع مسیح کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ وُہ بادشاہی بھی کرے گا اور سب کچھ اُس کے پاؤں تلے ہو جائے گا۔ (فلپیوں ۲: ۹، افسیوں ۱: ۲۰-۲۲) مقدّس پولس رسُول نے اپنے خطوط میں خُداوند یسُوع مسیح کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کا چالیس مرتبہ ذِکر کیا ہے۔ اُس کی مُنادی کا یہ مرکز یا محور ہے۔ اگلے باب میں بھی وُہ مسیحی ایمان کے اس مرکزی رُکن یعنی خُداوند یسُوع مسیح کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے واقعہ کا ذکر کرتا ہے۔

پانچواں باب

رُومیوں ۵: ۱۔ "پس جب ہم ایمان سے راستباز ٹھہرے تو خُدا کے ساتھ اپنے خُداوند یسُوع مسیح کے وسیلہ سے صُلح رکھیں۔"
اس خط میں ۳: ۳۰-۳۱ میں بھی ایمان سے راستباز ٹھہرائے جانے کی دلیل ہے۔ اس آیت میں مُقدس پولُس رسُول نے اپنی اسی دلیل کا اعادہ کیا ہے۔ نیک اعمال اور شریعت پر عمل کرنے سے کوئی شخص راستباز نہیں ٹھہر سکتا۔ راستباز ٹھہرائے جانے کے لئے اوّلین شرط ایمان ہے۔
"خُدا کے ساتھ اپنے خُداوند یسُوع مسیح کے وسیلہ سے صُلح رکھیں"۔ ہمیں اس حقیقت کا ذاتی طور پر تجربہ کرنا چاہیئے۔ زیر نظر باب میں دو خیال توجہ طلب ہیں۔
۱۔ ہمارے راستباز ٹھہرائے جانے کا نتیجہ کیا ہے؟ اطمینان۔ اُمید اور خُوشی
۲۔ ہمارے میل ملاپ کا انجام یہ ہے کہ ہم اُس کی زندگی سے بچائے جاتے ہیں۔ "راستباز ٹھہرائے جانے" کی اصطلاح میں قانونی اور شرعی نکات پوشیدہ ہیں یعنی کوئی شخص شرعی طور پر یا قانونی طور

پر راستباز ٹھہرایا جاسکتا ہے لیکن "میل ملاپ" یا "صلح" ایک انفرادی فعل ہے۔ اب راستباز ٹھہرنے میں سات قدم ہیں۔

۱۔ **ایمان** ۔ راستباز ٹھہرنے کے لئے ایمان سب سے اہم ہے اور یہی پہلا قدم ہے۔

۲۔ **اطمینان** ۔ جب ہمیں یہ محسُوس ہوتا ہے کہ ہمارے گناہ مُعاف ہُوئے ہیں اور خُدا نے ہماری مخلصی کا انتظام فرمایا ہے تو ہمیں اطمینان کی لازوال دولت ملتی ہے۔

۳۔ **رسائی** ۔ ہماری خُدا تک رسائی ہوتی ہے۔ قدیم زمانہ میں خیال کیا جاتا تھا کہ خُدا عرشِ مُعلّیٰ پہ جلوہ فگن ہے لہٰذا اُس تک رسائی محال ہے۔ وُہ تو انسانی خیال کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا لیکن اب اُس کے ساتھ ہماری رفاقت ہے اس لئے کہ وُہ ہمارا باپ ہے۔

۴۔ **فضل** ۔ یہ ہمارا رشتہ ہے جو خُدا کے ساتھ ہے یعنی یہ سب کچھ اُس کی مہربانی اور فضل کی بدولت ہے۔

۵۔ **خُوشی** ۔ ہم اس زندگی میں خُوشی حاصل کرسکتے ہیں۔

۶۔ **اُمید** ۔ ہم آئندہ کے لئے بھی اُمید رکھتے ہیں۔

۷۔ **جلال** ۔ رُوحانی زندگی کا مُنتہائے مقصُود یہی ہے اور یہی ہماری اُمید ہے۔

رُومیوں ۵ : ۲ ۔ "جس کے وسیلہ سے ایمان کے سبب سے اُس

فضل تک ہماری رسائی بھی ہوئی جس پر ہم قائم ہیں اور خدا کے جلال کی اُمید پر فخر کریں "۔

ہم فضل کی حالت اور فضل کے زمانہ میں زندگی کے دن گذار رہے ہیں اور یہ سب کچھ خداوند یسوع مسیح کے احسان کے وسیلہ سے ہے۔ اُسی کا لطف و کرم ہے اور اُسی کی رحمت اور شفقت کے طفیل ہم فضل کے ماتحت ہیں۔ یہ حالت قابلِ فخر ہے لیکن ہم اپنے آپ پر نہیں بلکہ خدا کے جلال اور اُمید پر فخر کرتے ہیں کیونکہ ہماری اپنی ذات میں کوئی ایسی چیز نہیں جس پر ہم فخر کر سکتے ہیں اور ہم جب خدا کے جلال اور اُمید پر فخر کرتے ہیں تو یہ فخر جائز ہے۔

رومیوں ۵ : ۳ "اور صرف یہی نہیں بلکہ مصیبتوں میں بھی فخر کریں، یہ جان کر کہ مصیبت سے صبر پیدا ہوتا ہے "۔

مصیبتوں میں خوش رہنا خالص مسیحی صفت ہے۔ مسیحیوں نے ہر زمانہ میں خندہ پیشانی سے مصائب کو برداشت کیا ہے۔ اس قسم کے صبر نے اُن میں دوسری صفات بھی اُجاگر کر دیں۔ رومی مسیحیوں پر عرصۂ حیات تنگ تھا۔ خداوند یسوع مسیح کے مقدس نام کی خاطر اُنہیں طرح طرح کی عبرت ناک سزائیں دی گئیں لیکن جس بُردباری تحمل مزاجی اور استقلال سے اُنہوں نے ان مصائب کو برداشت کیا تواریخِ کلیسیا اس کی شاہد ہے۔ اُن کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی اور آخرکار وہ کامیاب و کامران ہوئے۔ اُنہ اپنے

زمانے کی مصیبتوں کی طرف غور کیجئے کہ ہمارا کیا رویّہ ہے ؟ جب ہم خُوشی خُوشی سب کچھ برداشت کرتے ہیں تو ہماری زندگی میں صبر کی بیش بہا دولت پیدا ہوتی ہے اَور مسیحی زندگی کا یہ پھل بڑی نعمت ہے۔
رُومیوں ۵ : ۴ ۔" اَور صبر سے پُختگی اَور پُختگی سے اُمید پیدا ہوتی ہے "۔

اس آیت کے ساتھ ہی یعقُوب ۱ : ۲ ۔ ۴ اَور ۱ ۔ پطرس ۱ : ۶ ۔ ۷ کا بھی مطالعہ کیجئے ۔

رُوحانی زندگی کی پُختگی کا امتحان مصائب سے ہی ہو سکتا ہے ۔ مصیبتوں کی بھٹی میں پڑ کر انسان کُندن ہو جاتا ہے ۔ مصیبتوں کے بغیر ہم کمزور اَور رُوحانی زندگی میں خام عقل بچے ہیں لیکن جُونہی مصیبتوں کی کٹھالی میں پڑے ہماری رُوحانی زندگی کو جِلا نصیب ہوتی اَور ہم مضبُوط ہوتے جاتے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اپنی مصیبتوں پر فخر کرتے ہیں ۔ اُمید ہی ہماری رُوحانی زندگی کا سہارا ہے ۔
رُومیوں ۵ : ۵ ۔" اَور اُمید سے شرمندگی حاصل نہیں ہوتی کیونکہ رُوح القُدس جو ہم کو بخشا گیا ہے اُس کے وسیلہ سے خُدا کی محبّت ہمارے دِلوں میں ڈالی گئی ہے "۔

خُدا کی محبّت کا چشمہ ہمارے دِلوں میں پھُوٹ نکلا اَور آہستہ آہستہ اُس نے ایک خُوش نما ندی کی صُورت اختیار کر لی ۔ خُدا کی محبّت کا تجربہ اسی طرح سے ہوتا ہے ۔ اس تجربہ کے علاوہ

ہماری زندگی نے کسی اَور چیز کا تجربہ نہیں کیا۔ خُوشی سے ہمارا دِل بلبوں اُچھلتا ہے اَور اطمینان سے ہم مسرُور رہتے ہیں کہ خُدا ہم سے محبّت رکھتا ہے۔ رُوح القُدس بھی ہمیں یہی تسلّی دیتا ہے۔ اس قسم کی تسلّی اَور رُوحانی تجربہ سے ہمیں اُمید ہے اَور یقین ہے کہ خُدا ہمارے لئے سب کچھ کرے گا۔ اُس کی مہربانی سے ہمیں کامِل نجات اَور کامل راستبازی عطا ہوگی۔ پس ہماری اُمید ہمیں شرمندہ نہیں کرے گی بلکہ ہمارے لئے خُوشی اَور فخر کا باعث بنے گی۔

ہمیں رُوح القُدس کی نعمت غیر مترقبہ بخشی گئی۔ پنتیکوُست کے دِن کلیسیا پر رُوح القُدس سب سے پہلی مرتبہ نازل ہُوا اَور اُس دِن رسُول اَور تمام لوگ رُوح القُدس کی قوّت سے معمُور ہو گئے۔ اُن میں نئی زندگی کا ایک طوفان آگیا لیکن آج ہر ایماندار کو یہ دولت عطا ہوتی ہے۔ نیا مخلُوق یا نئے سرے سے پیدا ہونے پر قوّت کا یہ لباس مُفت ملتا ہے جس وقت ہم خشوع و خضوع سے اُس کے حضُور رُوح القُدس کی اس نعمت کے متعلق دُعا کرتے ہیں تو یہ قوّت ہمیں کثرت سے بخشی جاتی ہے۔

رُومیوں ۵ : ۶ ۔ "کیونکہ جب ہم کمزور ہی تھے تو عین وقت پر مسیح بے دینوں کی خاطر مُوا۔"

اپنی رُوحانی ترقی میں بے بس ہونا ہی سب سے بڑی کمزوری ہے۔ کوئی شخص اپنی تگ و دو سے اپنی رُوحانی زندگی میں کمال

تک نہیں پہنچ سکتا جب تک طفیلِ ایزدی شاملِ حال نہ ہو اور جب ہم کمزور ہی تھے تو خُداوند یسُوع مسیح نے ہماری خاطر اپنی جان دی۔ خُداوند یسُوع مسیح بے دینوں کی خاطر مُوا۔

(لُوقا ۵: ۳۱-۳۲، ۱۵: ۱-۲، متّی ۹: ۱۰-۱۳)

"عین وقت پر" (افسیوں ۱: ۱۰، گلتیوں ۴: ۴) لیکن خداوند یسُوع مسیح کے کفارے کا کام آناً فاناً نہیں ہُوا۔ صدیوں کی گنہگار دُنیا اُس کے کفارے کے لئے چشم براہ تھی اور خُدا قادرِ مُطلق باپ نے ازل سے ہی یہ انتظام کر رکھا تھا۔ اس ساعتِ سعید سے پیشتر خُدا نے (۱) بنی اسرائیل کو غُلامی سے چُھڑایا۔ غُلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہُوئی قوم آزادی کی فضاؤں میں سانس لینے لگی۔ اُن پر نئی آزادی کا آفتاب طلُوع ہُوا۔ نئی اُمنگوں نے انگڑائی لی اور یہ سب کچھ خُدا کی مہربانی سے ہُوا ورنہ یہ قوم سختیاں جھیلتے جھیلتے مایُوس ہو چکی تھی لیکن خُدائے قادر نے مختلف اوقات میں اپنے برگزیدہ نبیوں۔ پیغمبروں اور رسُولوں کی معرفت اس قوم کے بختِ خوابیدہ کو اپنے حیات آفرین پیغام سے بیدار کیا۔ اُن کے مُردہ خیالات از سرِ نو حیاتِ تازہ سے روشناس ہُوئے اور یہ سب کچھ "عین وقت" پر ہُوا۔

۲۔ رُومی سلطنت کی حدُود دُور دُور تک پھیلی ہُوئی تھیں رُومیوں کا ستارۂ اقبال عرُوج پر تھا۔ یہ سلطنت عالم گیر تھی۔ رُومیوں

نے رعایا کی بہتری و بہبودی کے لئے وسیع و عریض شاہراہیں تعمیر کیں۔ شہریوں کے مال و جان کی حفاظت تھی۔ لوگ بے کھٹکے زندگی بسر کر رہے تھے۔ تہذیب و تمدّن کی روز افزوں ترقّی نے اُنہیں لازوال شہرت عطا کی۔ علم و ہُنر کی روشنی مملکت کے کونے کونے میں جہالت کی تاریکیوں کو دُور کرنے لگی۔ لوگوں نے مذہب کی فرسُودہ اور بے معنی رسُومات اور ضعیف الاعتقادی کے کاغذی محل کی ناپائداری کو محسُوس کیا اور اُنہیں معلوم ہونے لگا کہ کاہنوں نے مذہب کو دُور از قیاس روایات کا مجمُوعہ بنا رکھا ہے اور بنی نوع انسان کے لئے اس قسم کا مذہب بالکل بے فائدہ ہے۔

۳۔ رُومی سلطنت میں یُونانی زبان رائج تھی۔ یہ زبان آسان تھی۔ رُومیوں کی عملداری میں جب مسیحی اِدھر اُدھر بکھر گئے تو یُونانی زبان کی عالمگیر وُسعت کی وجہ سے اُنہوں نے انجیل کا پیغام دُوسرے لوگوں کو سُنانا شرُوع کیا۔

۴۔ خُداوند یسُوع مسیح کی زمینی خدمت کے دوران بادشاہت کے کلام کی مُنادی کی گئی۔ زرخیز زمین میں نم تو تھی ہی اُس میں کلامِ مُقدّس کا بیج بویا گیا۔ یہ کلام کا بیج جو رائی کے دانے کی طرح بالکل چھوٹا سا تھا اب ایک تنومند درخت کی صُورت اختیار کر گیا۔ خُداوند مسیح کے شاگردوں نے اپنے آقا کے مقدّس قدموں میں بیٹھ کر تربیّت حاصل کی اور وُہ مُنادی کے لئے اب

بالکل تیار تھے۔ خداوند مسیح کے معجزوں نے یہ ثابت کر دیا کہ واقعی وہ مسیح ہے اور جس نبی اور مسیح کے وہ منتظر تھے وہ خداوند یسوع مسیح ہی تھا جو اُن کے سامنے کلام کی بادشاہت کی منادی کرتا اور معجزات دکھاتا تھا۔ (متی ۲۶: ۴۵)

رومیوں ۵: ۷-۸۔ "کسی راستباز کی خاطر بھی مشکل سے کوئی اپنی جان دے گا مگر شاید کسی نیک آدمی کے لئے کوئی اپنی جان تک دے دینے کی جرأت کرے لیکن خدا اپنی محبت کی خوبی ہم پر یوں ظاہر کرتا ہے کہ جب ہم گنہگار ہی تھے تو مسیح ہماری خاطر موا۔"

اِن آیات میں خدا اور انسان کی محبت میں مقابلہ کیا گیا ہے۔ اس دنیا میں عزیزوں نے اپنے عزیزوں کی خاطر اپنی جان دی ہے۔ والدین نے اپنے لختِ جگر کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی کا نذرانہ دیا ہے۔ بھائی اپنے بھائیوں کی خاطر دکھ اٹھاتے اور اُن کے کام آتے ہیں اور اپنی جان تک دینے سے دریغ نہیں کرتے لیکن خدا کی محبت تو لاجواب ہے۔ ؎

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

یعنی انسان اور خدا کی محبت کا مقابلہ ہی کیا۔ خدا نے اپنے مخالفوں سے محبت کی۔ اُس کے اکلوتے بیٹے نے اپنے دشمنوں کی خاطر اپنی جان دے دی۔ (۱۔ یوحنا ۳: ۱-۲، ۴: ۹-۱۱)

راستباز آدمی وہ ہے جو اپنے فرائض کو ٹھیک طریقے سے

پُورا کرتا ہے۔ راستباز کا اطلاق اُس پر ہوتا ہے جسے ایمان کی وجہ سے افضل اور ہر ایک کام کا (خواہ بھلا ہو یا بُرا) ٹھیک ٹھیک بدلہ دیتا ہے۔ نیک آدمی وُہ ہے جو نہ صرف اپنے فرائض کو پُورا کرتا ہے بلکہ فرائض سے بڑھ کر مہربانی اور ہمدردی کرتا ہے۔ خُدا نے خُداوند یسُوع مسیح کے ذریعہ سے ہم پر اپنی محبت ظاہر کی یعنی وُہ خُود مسیح میں تھا۔ خُداوند یسُوع مسیح کے دُکھ اُٹھانے میں وُہ بھی شریک تھا۔ بیٹے کے ساتھ باپ نے بھی دُکھ اُٹھایا (۲۔کرنتھیوں ۵ :۱۹)

رُومیوں ۵ :۹۔۱۰ "پس جب ہم اُس کے خُون کے باعث راستباز ٹھہرے تو اُس کے وسیلے سے غضب الٰہی سے ضرُور ہی بچیں گے کیونکہ جب باوجُود دُشمن ہونے کے خُدا سے اُس کے بیٹے کی موت کے وسیلہ سے ہمارا میل ہو گیا تو میل ہونے کے بعد تو ہم اُس کی زندگی کے سبب سے ضرُور ہی بچیں گے"۔

خُدا قادرِ مطلق باپ اپنے ہر کام کو مکمل کرے گا۔ اُس نے آسمان اور زمین اور تمام کائنات کو بنایا۔ اُس نے نجات کا انتظام بھی کیا۔ وُہ پُوری راستبازی کا انتظام بھی فرمائے گا۔ "دُشمن" سے یہ مُراد ہے کہ ہم نے خُدا کی آواز کو نہ سُنا اس لئے کہ ہم اُس کے مخالف تھے۔ ہماری روشیں گندی تھیں۔ ہم گنہگار تھے اور ہماری گندی روشوں نے ہمیں خُدا سے علیحدہ کر دیا اور ہماری باطنی

آنکھوں کو اندھا کر دیا تاکہ ہم خُدا کی محبّت اور مہربانی کو نہ پہچانیں اس لئے ہم اپنے باطل خیالات کے سبب سے خُدا کو اپنا دُشمن سمجھتے تھے لیکن مسیح کی صلیبی موت نے جُدائی کی اس دیوار کو گرا دیا ہے اور ہمارے دِل کی آنکھوں کو روشن کر دیا ہے تاکہ ہم خُدا کو جان سکیں جیسا کہ وُہ حقیقت میں ہے یعنی ایک محبّت بھرے باپ کی صُورت میں جو اپنے برگشتہ بچّوں کی محبّت کے سبب سے بے تاب ہے۔ دیکھئے یرمیاہ ۳۱: ۲۰۔

خُدا ہمیں راستبازی عطا فرماتا ہے۔ سب سے پہلے اُسے راستبازی کا احساس ہوتا ہے اور اس کے بعد وُہ راستبازی ہمارے دِلوں میں ظاہر ہوتی ہے۔

رُومیوں ۵: ۱۱ "اور صرف یہی نہیں بلکہ اپنے خُداوند یسُوع کے طفیل سے جس کے وسیلہ سے اب ہمارا خُدا کے ساتھ میل ہو گیا خُدا پر فخر بھی کرتے ہیں"۔

خُدا نے ہمارے لئے سب کُچھ کیا، اس لئے بجا طور پر ہم فخر کر سکتے ہیں۔ ہم ہر روز ترقی کرتے جاتے ہیں لیکن ہماری ترقی فخر کا باعث نہیں ہو سکتی، لیکن چُونکہ خُدا نے ہمارے لئے یہ سب کُچھ کیا ہے لہٰذا ہم اُس پر فخر کرتے ہیں کہ اُس نے کفارے کا انتظام کیا۔ خُدا کے ساتھ ہمارا میل ہُوا۔ ہم نے اپنی سعی سے کُچھ نہیں کیا۔ اُس نے پہل کی۔ ہمارا اُس کے ساتھ رشتہ

تو تھا لیکن ٹوٹ چکا تھا۔ خُداوند یسُوع مسیح کے کفارہ سے وُہ رشتہ پھر اُستوار ہُوا۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس نئے رُوحانی رشتہ کو قبُول کریں۔

ہم میں ہر قسم کی نئی تبدیلی کی محرک خُداوند یسُوع مسیح کی صلیب ہے۔ ہم اسی صلیب کی بدولت خُدا سے محبّت کرتے ہیں لیکن سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہم پر خُدا کا غضب نہیں ہے۔ اب ہماری سزا تو پُوری ہو چکی ہے کیونکہ خُداوند یسُوع مسیح نے حقیقی طور پہ ہماری خاطر ہماری سزا کو صلیب پہ برداشت کیا۔ صلیب کا کفارہ حقیقی ہے نہ کہ خیالی۔ گناہ کی مزدُوری اُور سزا موت ہے۔ خُداوند یسُوع مسیح نے ہماری خاطر یہ سزا برداشت کی۔ خُدا ہی راستباز مُنصف ہے۔ اُس نے کفارے کو قبُول کیا۔ اُس کی نگاہوں میں یہ قُربانی مقبول ٹھہری اُور اُس کے کفارے کے سبب خُدا ہمیں اس طرح قبُول کرتا ہے۔ جیسے کہ ہم نے کبھی گناہ نہیں کیا۔ پس پولُس رسُول کا مقصد یہ ہے کہ اس طرح سے خُدا نے اپنی محبّت ظاہر کی یعنی . . . .

ا۔ اُس نے ہمیں رُوح القُدس عطا فرمایا۔

ب۔ اُس نے اپنے پیارے بیٹے کو ہم بے دینوں اُور دُشمنوں کے گناہوں کے کفارہ کے لئے دے دیا۔ (رُومیوں ۵ : ۵)

تاکہ وہ ہماری خاطر صلیب کا دُکھ اُٹھائے (رومیوں ۵: ۶-۸)

ج - ہم اُس کے دُشمن تھے، پھر بھی اُس نے اپنی محبّت کو ہم پر ظاہر کیا - اس سے اس بات کا ثبُوت ملتا ہے کہ وہ نجات کے کام کو مکمّل کرے گا (رومیوں ۵: ۹-۱۰)

د - اب ہم اس عجیب میل کی وجہ سے فخر کرتے ہیں -

رومیوں ۵ : ۱۲ - "پس جس طرح ایک آدمی کے سبب سے گناہ دُنیا میں آیا اور گناہ کے سبب سے موت آئی اور یُوں موت سب آدمیوں میں پھیل گئی اس لئے کہ سب نے گناہ کیا۔"

ایک آدمی کے سبب سے گُناہ دُنیا میں آیا (اس میں صرف آدم کا ذکر ہے - حوّا کا ذِکر نہیں ہے)

ا - باغِ عدن میں خُدا نے آدم کو اپنے حُکم سے آگاہ کیا، حوّا کو نہیں -

ب - آدم حوّا کا سرتاج یعنی اُس کا سر تھا اور اس لحاظ سے تمام نسل کا سر تھا -

ج - آدم کو حوّا نے خُدا کے حُکم کو توڑنے کی ترغیب دی - اگر آدم نے حوّا کی بات کو ماننے سے گریز کیا ہوتا تو صرف حوّا ہی گنہگار ہوتی اور گناہ صرف اُسی کی وجہ سے دُنیا میں آتا یعنی وُہی گناہ کو پھیلانے کا باعث بنتی لیکن حوّا کے ساتھ آدم بھی آزمائش میں گرفتار ہُوا اور اُس نے احکامِ خُداوندی کی

خلافِ ورزی کی اور یُوں گُناہ دُنیا میں پھیل گیا۔ پولُس رسُول نے گلتیوں کے خط کے تیسرے باب میں حضرت ابرہام کے ایمان کے باعث راستباز ٹھہرائے جانے کا ذِکر کیا ہے اور لکھتا ہے کہ یہُودی قوم نے گناہ کیا۔ رُومیوں کے خط میں اُس نے آدم تک گناہ کے سِلسِلہ کا ذِکر کیا ہے کہ گناہ عالم گیر ہے۔ اس گناہ میں از آدم تا زمانۂ حال سب برابر کے شریک ہیں۔

"گناہ" کی تعریف حُکمِ خُداوندی یعنی شریعت کی حُکم عدُولی ہے۔ خالِقِ کُل، قادرِ مُطلق کی نافرمانی اور اُس کے احکام کے خلاف کام کرنے کا نام گناہ ہے۔ اس سے مُراد دِل کی حالت ہے لیکن یہ سب کُچھ انسان کے اپنے بُرے اعمال کی وجہ سے ہوتا ہے۔ "گناہ دُنیا میں آیا" کا یہ مطلب ہے کہ انسانی فطرت میں گناہ کا خمیر پیدا ہُوا یعنی انسانی فطرت گناہ سے ملوث ہُوئی اور گناہ کے سبب سے موت آئی۔ اب غور طلب بات یہ ہے کہ موت کیا ہے؟ اور اس کا کیا مطلب ہے؟

۱۔ جسمانی موت۔ جسمانی موت سے رُوح اور جسم کے درمیان جُدائی ہے۔ موت کے بعد رُوح اپنے اصلی مقام کی طرف لَوٹ جاتی ہے اور جسم وُہی مٹی کا ڈھیر رہ جاتا ہے جس میں زندگی کی رمق تک باقی نہیں رہتی۔ زندگی عناصر میں ظہُورِ ترتیب کا نام ہے لیکن موت اِن ہی اجزا کے پریشان ہونے سے مُراد ہے۔

ب ۔ رُوحانی موت ۔ زندگی کے چشمہ سے جُدائی (پیدائش ۲: ۱۷)
باغِ عدن میں آدم سے خُدا نے فرمایا تھا کہ جب وہ شجرِ ممنوعہ کے پھل کو کھائے گا تو اُسی روز مر جائے گا ۔ آدم نے فرمانِ خُداوندی کی حُکم عدُولی کی لیکن اُس کی جسمانی موت واقع نہ ہُوئی یعنی جسم اور رُوح کا رشتہ ابھی تک قائم تھا لیکن رُوحانی طور پر اُس کی موت واقع ہو چُکی تھی یعنی آدمؑ اب اپنے خالقِ حقیقی کے قُرب سے محرُوم تھا ۔ خُدا اور اُس کے درمیان جُدائی پیدا ہو گئی ۔ وہ رُوحانی سکُون سے محرُوم ہو گیا ۔

موت گناہ کی سزا ہے خواہ وہ رُوحانی ہو یا جسمانی ۔ پولُس رسُول نے اپنے خطوط میں بار بار اس بات پر زور دیا ہے کہ موت گناہ کی سزا ہے ۔ اگر گناہ نہ ہوتا تو موت بھی نہ ہوتی ۔

"اور یُوں موت سب آدمیوں میں پھیل گئی"۔

ا ۔ آدمؑ کو خُدا نے اپنی صُورت پر پیدا کیا ۔ وُہ بے عیب تھا اور تمام رُوحانی صفات کا مجسّمہ ۔ لیکن جب اُس نے گناہ کیا تو تمام رُوحانی صفات سے محرُوم ہو گیا اور اپنے بلند مقام سے پستی کی گہرائیوں میں آن گرا ۔ ہم آدم کی نسل سے ہیں ، اس لئے ہم بھی اُس کے گناہوں میں شریک ہیں یعنی ہمارے گناہوں اور آدم کے گناہوں میں گہرا تعلق ہے ۔ اپنی پیدائش پر تمام انسانی جبلّتیں ہم میں ہوتی ہیں ۔ ہم تمام قسم کی صفات اپنے والدین سے

ورثہ میں لیتے ہیں۔ آدم کے بعد آنے والی نسلوں نے اپنے جدِ اوّل سے گناہ کی سرشت ورثہ میں لی (۱۔کرنتھیوں ۱۵: ۴۵۔۴۷، ۲۔کرنتھیوں ۵ :۴)

آدم ہمارا نمائندہ ہے ۔ وُہ ہمارا پیشرو ہے۔ اُسی نے گناہ کیا۔ ہم اُس کی جسمانی طور پر اولاد ہیں لہٰذا گناہ کی تمام صفات قُدرتی طور پر ہم میں بھی موجُود ہیں کیونکہ ہم اُس کی اولاد ہیں۔ ہماری سرشت اور آدم کی سرشت میں قطعاً کوئی فرق نہیں ہے۔ آدم نے گناہ کیا اس لئے وُہ اس کی ہولناک سزا کا مستحق ہے۔ ہم نے گناہ کیا، لہٰذا ہم بھی اس گناہ کی سزا کے حقدار ہیں۔ آدم کی تمام عادات ہم میں بھی ہیں۔ کئی شیر خوار ننھے بچے جب مرتے ہیں تو اُنہوں نے ذاتی طور پر کوئی گناہ نہیں کیا ہوتا لیکن اُن میں بھی گناہ کی سرشت موجُود ہوتی ہے اور آدم کی اولاد ہونے کی وجہ سے ہم بھی گنہگار شمار ہوتے ہیں۔ اسی طرح سے مسیح میں تمام فرمانبردار لوگ راستباز ٹھہرائے جاتے ہیں۔

ڈاکٹر جان مکناہر (DR. JOAN MCNAUGHER) کا خیال ہے کہ صرف آدم کی نسل میں سے ہونے کی وجہ سے کسی کو گناہ کی سزا نہیں ملتی بلکہ اپنی ہی خامیوں اور گناہوں کی وجہ سے لوگ سزا پاتے ہیں، اس لئے ڈاکٹر موصُوف کہتے ہیں کہ چھوٹے بچے نجات کے حقدار ہیں کیونکہ اُنہوں نے اپنی مرضی یا اپنے ارادے سے

کوئی گناہ نہیں کیا ہوتا۔ مقدّس آگسٹین کا خیال ہے کہ "جب خُدا رُوح کو چھوڑ دیتا ہے تو رُوحانی موت واقع ہوتی ہے اور جب رُوح بدن کو چھوڑ دیتی ہے تو جسمانی موت وارد ہوتی ہے اور حقیقی اور ابدی موت وُہ ہے جب خُدا کی چھوڑی ہُوئی رُوح بدن کو چھوڑ دیتی ہے۔"

آیئے! ایک مثال سے اس کی وضاحت کریں۔ تپ دق کا مہلک مرض بچّے کو باپ سے ورثہ میں نہیں ملتا بلکہ جب وُہ ماں کے رِحم میں پرورش پاتا ہے تو تپ دق کے مہلک جراثیم بچّے کے پھیپھڑوں پر اثر ڈالتے ہیں یعنی بیمار ہونے والے بچّے کے اپنے اعضا میں کمزوری پیدا ہوتی ہے اور اُس کے اپنے جسم میں تبدیلیاں رُونما ہوتی ہیں۔ وُہ تپ دق کے مرض میں مُبتلا ہوتا اور آہستہ آہستہ گھُل گھُل کر ہڈیوں کا ایک پنجر سا رہ جاتا ہے اور پھر موت کی آغوش میں ابدی نیند سو جاتا ہے۔

ابتدائے آفرینش کے وقت انسان بُرے اور بھلے کے انتخاب میں پُورے طور پر آزاد تھا نہ اُس کی زبان پر تالے تھے اور نہ قلم پر پہرے اور اُس کے ہاتھ اور پاؤں میں کسی قِسم کی زنجیر نہ تھی۔ اُسے اختیار حاصل تھا کہ اپنی من مانی کرے یا خُدا کی مرضی پر چلے۔ لیکن انسان نے اپنی مرضی کو خُدا کی مرضی پر ترجیح دی۔ اس کے بعد انسان کے لئے یہ زیادہ آسان ہو گیا کہ خُدا کی مرضی چھوڑ

کر اپنی مرضی پر چلے اُور رفتہ رفتہ اُس کے لئے خُدا کی مرضی کو پُورا کرنا نہایت مشکل بلکہ تقریباً ناممکن ہو گیا۔ خُداوند یسُوع مسیح کے سامنے بھی اسی قسم کی صُورتِ حالات تھی۔ اُس کے سامنے بھی آزمائش تھی، اُس کے سامنے بھی انتخاب کے مواقع تھے۔ اُسے انتخاب کرنے کی پُوری آزادی تھی۔ اُس نے خُدا کی مرضی پر چلنے کو اپنی مرضی پر ترجیح دی اُور اُس نے پُورے طور پر اپنی مرضی کو خُدا کی مرضی کے تابع کر دیا۔ دیکھئے لُوقا ۲۲ : ۴۲۔

پس وُہ لوگ جو خُداوند یسُوع مسیح میں ہیں اُنہیں اس قسم کا انتخاب کرنے میں اتنی مُشکل نظر نہیں آتی کیونکہ مسیح اُن میں رہ کر اُن کی مدد کرتا ہے اُور وُہی ایمان کی دولت کا سرچشمہ ہے۔ جب ہم اُس میں قائم ہیں تو ہم اُس کی طاقت سے سب کُچھ حاصل کرتے ہیں۔

رُومیوں ۵ : ۱۳-۱۴۔ "کیونکہ شریعت دیئے جانے تک گناہ تو دُنیا میں تھا مگر جہاں شریعت نہیں وہاں گناہ محسُوب نہیں ہوتا۔ تو بھی آدم سے لے کر مُوسیٰ تک موت نے اُن پر بھی بادشاہی کی جنہوں نے اُس آدم کی نافرمانی کی طرح جو آنے والے کا مثیل تھا، گناہ نہ کیا تھا۔"

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ گناہ کے سبب سے موت دُنیا میں آئی اُور پھر آدمیوں میں پھیل گئی۔ موت گناہ کی سزا ہے۔

موت مُوسیٰ کی شریعت سے پہلے ہی دُنیا میں موجود تھی لیکن ابتدائے آفرینش کے وقت موت دُنیا میں نہ تھی اور جب آدم کو خلق کیا گیا تو اُس وقت بھی موت نہ تھی اور جب آدم نے گناہ کیا تو موت دُنیا میں آئی یعنی موت گناہ کی سزا ہے۔

پولُس رسُول کے نزدیک گناہ بدترین فعل اور شیطان کی خبیث قوّت ہے۔ اسی قبیح فعل نے اُسے بلندیوں سے تحت الثریٰ میں گرادیا۔ گناہ نے ہی اُسے غلامی میں جکڑ دیا اور اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ موت دُنیا میں آئی۔ پس گناہ سے دو باتیں صادر ہوتی ہیں۔ (۱) گناہ کی مزدوری موت ہے (۲) بدکاروں اور بدخیال لوگوں کی عدالت ہوگی۔ خُدا بدظن اور سیاہ کار دلوں کو عدالت کے روز مجرم ٹھہرائیگا اور اُنہیں اپنے گناہوں کی سزا ملے گی۔ جہاں شریعت نہیں وہاں گناہ محسُوب نہیں ہوتا۔ جہاں حُکم نہیں وہاں حُکم عدولی نہیں ہوسکتی تاہم گناہ کی سزا اسی دُنیا میں ملتی ہے۔ موت نے اُن پر بھی بادشاہی کی جنہوں نے آدم کی نافرمانی کی طرح گناہ نہ کیا تھا۔ آدم نے ایک واضح اور صریح حُکم کی نافرمانی کی لیکن ان لوگوں نے خُدا کے حُکم سے سرتابی نہ کی کیونکہ اُنہیں خُدا کا کوئی حُکم نہیں ملا تھا۔ جو لوگ شریعت کے بغیر زندگی گذارتے تھے اُن کے پاس کوئی خاص حُکم نہیں تھا۔ جن لوگوں نے آدم کی طرح نافرمانی نہ کی وُہ بھی نافرمانی کی اس سزا کے مستحق ہُوئے کیونکہ آدم کی اولاد میں سے تھے۔ وُہ اس

سزا میں سب شامل تھے یعنی آدم سے لے کر موسیٰ تک تمام بنی نوع انسان نافرمانی کی سزا میں شامل تھے لیکن بعض علمائے دین کا خیال ہے کہ :-

صرف نوزائیدہ اور شیر خوار بچے ہی اُس زمرے میں شامل ہیں جس کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ وُہ آدم کے سے گناہ کے مُرتکب نہیں ہُوئے لیکن ہمارا خیال ہے کہ تمام بنی آدم نے گناہ کیا لہٰذا وُہ سزا کے لائق نہیں۔ آدم نافرمانی کی وجہ سے زیرِ عتاب ہُوا اور اس لئے اُس پر سزا لازم ہُوئی اور تمام نسلِ آدم پر بھی یہ سزا وارد ہُوئی کیونکہ آدم اوّل کی گُناہ آلُود فطرت کے ہم بھی حصّہ دار بن گئے لیکن آدمِ ثانی یعنی خُداوند یسُوع مسیح کی فرمانبرداری کی بدولت تمام ایماندار زندگی کے حقدار بن گئے۔ ایماندار اپنی فرمانبرداری سے سرفراز نہیں ہُوئے بلکہ خُداوند یسُوع مسیح کی فرمانبرداری اور راستبازی سے۔ اس سے پیشتر کہ گنہگار خُداوند یسُوع پر ایمان لائیں اُن پر سزا کا حُکم ہوتا ہے اور وُہ بھی پہلی موت کا مزا چکھتے ہیں مگر خُداوند یسُوع مسیح پر ایمان لانے کے بعد وُہ اس سزا سے بچ جاتے ہیں۔

آدم اور خُداوند یسُوع مسیح کا مقابلہ

۱۔ آدمِ اوّل خاکی مخلُوق تھا۔ وُہ انسانیّت کا سر اور اشرف المخلوقات تھا۔ تمام نسلِ انسانی کا وُہ جدِّ امجد ہے۔ اُس نے

فرمانِ الٰہی کی نافرمانی کی اور یوں اپنے بلند مقام کو کھو دیا۔ لہٰذا وہ انسانیّت کے وقار کو خاک میں ملانے والا ٹھہرا۔ خُداوند یسوع مسیح آدمِ ثانی تھا۔ وُہ کامِل خُدا اور کامِل انسان تھا۔ وُہ ابنِ آدم اور ابنِ خُدا تھا۔ اُس نے انسانیّت کی لاج رکھ لی اور انسان کی شان کو بلند کیا اور اس طرح انسان کو اپنا کھویا ہُوا مقام مِل گیا۔

۲۔ آدم اوّل اشرف المخلوقات تھا لیکن نافرمانی کے گناہ سے اُس کا دامن داغدار ہُوا، اس لئے اُس کا نامۂ اعمال سیاہ ہُوا۔ اس گُناہ کا انجام موت تھی یعنی آدمِ اوّل کی وجہ سے دُنیا میں موت آئی۔ لیکن آدمِ ثانی، خُدا کے فضل، راستبازی اور زندگی کا پیامی تھا۔ وُہ نہ صرف اُن تمام رُوحانی نعمتوں کا پیامی تھا بلکہ وُہ یہ ساری نعمتیں اپنے ساتھ لے کر آیا۔

۳۔ آدمِ اوّل نے باغِ عدن میں گناہ کیا اور تمام نسلِ انسانی کو گنہگار بنا دیا۔ انسان خُدا کی نگاہوں میں گِر گئے اور قصُوروار ٹھہرے لیکن آدمِ ثانی نے اپنی راستبازی سے ازل کے ٹوٹے ہُوئے رشتوں کو اُستوار کیا اور انسان اور خُدا میں میل ملاپ کرا دیا۔ لیکن یہ سب کچُھ اُن لوگوں کے لئے ہونا ہے جو اُس پر ایمان لاتے ہیں اور اُسے قبُول کرتے ہیں۔

۴۔ آدمِ اوّل نے گناہ کیا اور ساری نسلِ انسانی اس گناہ میں شریک ہوکر قصُوروار ٹھہری لیکن آدمِ ثانی نے اپنی راستبازی

سے ہمیں ہمیشہ کی زندگی کی نعمتوں سے سرفراز فرمایا اُس کی بدولت ہم پر تمام رُوحانی برکتیں نازل ہُوئیں۔ ایک مسیحی عالم نے کہا ہے کہ اگر خُداوند یسُوع مسیح کی راستبازی مجھے مل جائے تو مَیں بڑی خُوشی سے آدم کے قصُور قبُول کرنے کو تیار ہُوں۔

رُومیوں ۵ : ۱۵ "لیکن قصُور کا جو حال ہے وُہ فضل کی نعمت کا نہیں کیونکہ جب ایک شخص کے سبب سے بہُت سے آدمی مر گئے تو خُدا کا فضل اَور اُس کی جو بخشش ایک ہی آدمی یعنی یسُوع مسیح کے فضل سے پیدا ہُوئی، بہُت سے آدمیوں پر ضرُور ہی افراط سے نازل ہُوئی"۔

اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ قصُور اَور سزا کے مقابلے میں کثرت کی زندگی کی فراوانی ہے۔ آدمِ اوّل گنہگار انسان کا سر ہے، لیکن خُداوند یسُوع مسیح نجات یافتہ انسان کا سر ہے۔ خُداوند یسُوع مسیح کی اُمّت اَور اُس پر ایمان لانے والے لوگوں کی تعداد آدمِ اوّل کے پیروکاروں کی تعداد سے کئی لاکھوں گنا زیادہ ہوگی۔ آدمِ اوّل اس دُنیا میں موت اَور سزا لانے کا باعث ہُوا لیکن خُداوند یسُوع مسیح اس دُنیا میں کثرت کی زندگی لائے۔ خُدا مہربان ہے اَور اُس کی شفقت اَبدی ہے۔ وُہ اپنی محبت ظاہر کرنا چاہتا ہے نہ کہ اپنی آتشِ غضب سے گنہگاروں کو بھسم کرنا۔ اُس نے گنہگاروں کو کثرت کی زندگی دینے کا انتظام کر رکھا ہے اَور اُس کا یہ انتظام کامِل اَور شاندار ہے۔

وُہ تمام بنی نوع انسان کو جلالی زندگی میں شریک کرنا چاہتا ہے
لیکن بنی نوع انسان کے دِل میں اس نعمتِ عُظمٰی کو حاصل کرنے
کی تڑپ پیدا ہونی چاہیئے۔ وُہ اس نعمت کو قبُول کرنے کے لئے
سرِ تسلیم خم کریں۔ اُسے قبُول کرنے والوں کے لئے اُس کا دروازہ
ہر وقت کھلا رہتا ہے۔ عدالت کے دِن نجات یافتہ اور آگ اور
گندھک کی بھٹی میں جلنے والوں کی تعداد میں نمایاں فرق ہوگا۔
ہمیں اُمید واثق ہے کہ خُداوند یسُوع مسیح پر ایمان لانے والوں کی
تعداد کے مقابلے میں اُس کے مُنکر مجُرموں کی تعداد نہایت قلیل
ہو گی۔

رُومیوں ۵ : ۱۶ "اور جیسا ایک شخص کے گُناہ کرنے کا انجام
ہُوا بخشش کا ویسا حال نہیں کیونکہ ایک ہی کے سبب سے وُہ فیصلہ
ہُوا جس کا نتیجہ سزا کا حُکم تھا مگر بُہتیرے گناہوں سے ایسی نعمت
پیدا ہُوئی جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ لوگ راستباز ٹھہرے"۔

آدم نے نافرمانی کی اور گنہگار ہُوا اور چُونکہ ہم براہِ راست اُس
کی نسل سے ہیں لٰہذا ہم بھی اُس کے گناہوں میں شریک ہُوئے۔ گناہوں
کی سزا یا مزدُوری موت ہے۔ خُداوند یسُوع مسیح نے ہماری خاطر
گناہوں کی سزا کو برداشت کیا۔ ایک شخص کے ایک گناہ کی سزا
کتنی سنگین اور ہولناک ہے یعنی سب کے لئے موت بنی لیکن گناہ سے
ایک فائدہ ضرُور یہ ہُوا یعنی بہتیرے گناہوں کی وجہ سے کثرت کی زندگی کے

چشمے ہماری بے ثمر زندگیوں کو سیراب کرنے لگے۔ گنہگار زندگیوں نے نجات کی بہار دیکھی اور اس وجہ سے لوگ راستباز ٹھہرے۔ مشہور مسیحی مصنف جان ناکس (JOHN KNOX) نے INTERPRETER'S BIBLE میں لکھا ہے کہ خداوند یسوع مسیح یہاں تک فرمانبردار تھا کہ اُس نے موت بلکہ صلیبی موت گوارا کی۔ آدم کی وجہ سے دُنیا میں گناہ کا آغاز ہُوا اور موت کا بھیانک رقص بزمِ عالم میں بنی نوع انسان کے دِلوں میں ہول طاری کرنے لگا۔ موت نے انسان کی تمام خوشیوں کا خاتمہ کر دیا اور انسان کی رُوح درد سے کراہنے لگی لیکن خداوند یسوع مسیح کی کامل فرمانبرداری نے تاریخ عالم کا رُخ بدل ڈالا۔ موت کا بھیانک رقص، خوشی اور انبساط کی محفل میں تبدیل ہوگیا۔ خداوند یسوع مسیح کے کامل کفارے نے نسلِ انسانی کو ازسرِ نو زندگی کی خوشیوں سے آشنا کیا۔ آج بھی نئی زندگی کے آغاز کرنے کا سُنہری موقع ہے اور اگر انسان اُس کی آواز پر لبیک کہے تو وہ بھی راستباز نجات یافتہ اور فتحمند گروہ کا سر بن سکتا ہے۔

رُومیوں ۵ : ۱۷ "کیونکہ جب ایک شخص کے گناہ کے سبب سے موت نے اُس ایک کے ذریعہ سے بادشاہی کی تو جو لوگ فضل اور راستبازی کی بخشش افراط سے حاصل کرتے ہیں وہ ایک شخص یعنی یسوع مسیح کے وسیلہ سے ہمیشہ کی زندگی

ہیں ضرور ہی بادشاہی کریں گے "۔

انفرادی اور شخصی طور پر آدم کے گناہوں میں ہم نے براہِ راست کوئی حصّہ نہیں لیا اور نہ دیدہ و دانستہ ہم اُس کے گناہوں میں شامل ہُوئے لیکن ہم از خود خداوند یسوع مسیح کے فضل میں حصّہ دار نہیں۔ اگر گناہ کے نتائج اور خُدا کے فضل کی برکتوں کا موازنہ کیا جائے، تو فضل کی برکتیں گناہ کے نتائج سے بہُت ہی زیادہ ہوں گی۔ ہم نسلِ انسانی سے ہیں لہٰذا ہم موت کی سزا میں حصّہ دار ہیں اور اگر ہم فضل کی زندگی میں شامل ہونا چاہتے ہیں تو ہمیں فیصلہ کرنے کی ضرُورت ہے۔ اس آیت میں جس موت کا ذکر آیا ہے وُہ پہلی موت ہے یعنی اس موت نے بادشاہی کی فضل اور راستبازی کی نعمتیں حاصل کرنے والے لوگ ضرور بادشاہی کریں گے۔

رُومیوں ۵ : ۱۸ "غرض جیسا ایک گناہ کے سبب سے وُہ فیصلہ ہُوا جس کا نتیجہ سب آدمیوں کی سزا کا حُکم تھا ویسا ہی راستبازی کے ایک کام کے وسیلہ سے سب آدمیوں کو وُہ نعمت ملی جس سے راستباز ٹھہر کر زندگی پائیں "۔

زیرِ نظر آیت گذشتہ آیات کے نفسِ مضمون کی نظرِ ثانی ہے۔ "ایک گناہ" آدم کا گناہ ہے جو اُس سے سرزد ہُوا یعنی اُس نے نافرمانی کی۔ "راستبازی کا ایک کام" خُداوند یسوع مسیح کی فرمانبرداری ہے۔ "سب آدمیوں" کا اطلاق تمام بنی آدم پر ہوتا ہے ۔

خُداوند یسُوع مسیح کا کفارہ تمام لوگوں کے لئے کافی ہے کیونکہ یہ کفارہ عالمگیر ہے اَور نجات کا یہ بندوبست کامل ہے لیکن اِس نعمت سے وُہی لوگ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں جو اپنی مرضی سے اُسے قبُول کرتے ہیں۔ اب بنی نوع انسان کو دو بڑے بڑے حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ وُہ لوگ جو آدم کے گنہگار ٹھہرائے جانے کی وجہ سے گنہگار ہُوئے اَور اُنہیں گناہ کی سزا یا مزدُوری ملی یعنی وُہ مر گئے۔

۲۔ ایسے لوگ جو خُدا کی بادشاہت میں شریک ہیں اَور اُسے حاصل کرتے ہیں اَور زندگی میں شریک ہو جاتے ہیں۔

ہمارے ذہن میں اکثر ایک سوال اُبھرتا ہے کہ وُہ چھوٹے چھوٹے بچّے جو سنِ بلُوغ سے پیشتر ہی مر جاتے ہیں اُن کا کیا حشر ہوگا۔ اس حقیقت سے کسے انکار ہے کہ وُہ آدم کی نسل سے ہیں اَور اُس کے مورُوثی گناہ میں شامل ہیں لٰہذا گناہ کی سزا یعنی موت کا تلخ جام ضرُور پئیں گے لیکن ہمیں یہ بات ہرگز نہیں بھُولنی چاہیئے کہ خُداوند یسُوع مسیح کی موت فضُول نہ تھی۔ بچّوں نے شخصی طور پر کوئی گناہ نہیں کیا ہوتا مگر وُہ سزا بھُگتتے ہیں۔ اسی طرح سے خُداوند یسُوع مسیح کے کفارہ کی نعمت میں بھی وُہ شریک ہیں اَور ہمارا ایمان ہے کہ وُہ نجات پائیں گے اگرچہ نہ تو وُہ دِل سے خُداوند یسُوع پر ایمان لائے اَور نہ زبان سے اُس کے خُداوند ہونے

کا اقرار کیا۔

رُومیوں ۵ : ۱۹۔ "کیونکہ جس طرح ایک ہی شخص کی نافرمانی کے سبب سے بہت سے لوگ گنہگار ٹھہرے اُسی طرح ایک کی فرمانبرداری سے بہت سے لوگ راستباز ٹھہریں گے۔"

گذشتہ آیت میں گناہ اور راستبازی کے درمیان مقابلہ ہے۔ اب اس آیت میں دو آدمیوں کے درمیان مقابلہ ہے۔

مشہور مسیحی مصنف جان ناکس (JOHN KNOX) INTER-PRETER'S BIBLE میں لکھا ہے کہ کسی انسان کے اخلاق و اطوار دوسروں کے بننے اور بگڑنے میں ہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ایک زندگی دوسری زندگی پر اپنا اثر ڈالے بغیر نہیں رہ سکتی۔ بدکرداری اور گندے اخلاق کے اثرات بھی انسانی زندگیوں میں سرایت کرتے نظر آتے ہیں اور یہ سلسلہ بڑا ہی وسیع ہوتا جاتا ہے اور گناہوں کی سزا کی طرف گنہگار پاجولاں چلے جاتے ہیں۔ حالات اتنی خطرناک صُورت اختیار کر لیتے ہیں کہ توبہ استغفار سے بھی کچھ نہیں ہوسکتا کسی بدکردار شخص کو ہم اپنے اخلاق سے نیکی کرنے پہ پابند نہیں کر سکتے لیکن طبیعتیں اثر ضرور قبول کرتی ہیں اور انسانوں نے دُوسرے لوگوں کے اخلاقِ حسنہ کو دیکھ کر اپنے آپ کو درست کر لیا ہے ہم دُوسرے لوگوں کے خیالات کو تبدیل کر سکتے ہیں اور اس طرح وہ لوگ یا تو خداوند یسُوع مسیح کی راہ پر گامزن ہوں گے یا شیطان کی راہ پر۔

جب ہم خود نیک بننے کا فیصلہ کرتے ہیں اور خداوند یسوع مسیح کی راہ پر چلنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم میں نئی زندگی کی کرن پھوٹتی ہے یعنی ہماری اپنی مرضی کو ہمارے اپنے کردار کی تعمیر میں بہت بڑا دخل ہے۔ جب ہم خداوند یسوع مسیح کے نمونہ کو حرزِ جان بناتے ہیں تو اُس کی فرمانبرداری کے نمونہ سے ہمارے دلوں میں فرمانبرداری کا خیال پیدا ہوتا ہے۔

رومیوں ۵ : ۲۰ "اور بیچ میں شریعت آ موجود ہوئی تاکہ قصور زیادہ ہو جائے مگر جہاں گناہ زیادہ ہوا وہاں فضل اُس سے بھی نہایت زیادہ ہوا"

کتنی پُر مسرت بات ہے کہ گناہ کی فراوانی سے فضل کی بخشش بھی فراواں ہوتی جاتی ہے اور حد یہ ہے کہ فضل گناہ سے نہایت زیادہ ہوا۔ گناہوں کے مقابلے میں فضل زیادہ ہوتا ہے۔ پولس رسول نے تحریری شریعت سے پیشتر کے زمانہ کا ذکر کیا ہے۔ آدم سے لے کر حضرت موسیٰ کے زمانہ سے پیشتر قوموں کو تحریری شریعت نہ دی گئی لیکن وہ قومیں گناہوں سے پاک نہ تھیں۔ اُن میں بھی گنہگار تھے۔ پھر خدا نے شریعت نازل فرمائی۔ شرعی احکام کی نافرمانی بھی ہوئی کیونکہ جہاں شریعت ہے وہاں اُسکی حکم عدولی بھی لازم آتی ہے لیکن وہی خدا جس نے شریعت نازل کی اُسی نے خداوند یسوع مسیح میں اپنا فضل بھی زیادہ کیا۔ شریعت تو ایک آئینہ ہے جس میں ہمیں اپنے

بھلے بُرے کردار کی صُورت نظر آتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کتنے پانی میں ہے۔ اُس کے تمام گُناہ اُس کی آنکھوں کے سامنے اس طرح نظر آتے ہیں جس طرح سکرین پر سینما کی تصویریں۔ اور انسان کو معلوم ہوتا ہے کہ وُہ کتنا گنہگار ہے اس طرح وُہ فضلِ عظیم کو بھی سمجھتا ہے اور خُوشی سے اس نعمتِ عظمٰی کو قبُول کرتا ہے۔

رُومیوں ۵ : ۲۱۔ "تاکہ جس طرح گناہ نے موت کے سبب سے بادشاہی کی اُسی طرح فضل بھی ہمارے خُداوند یسُوع مسیح کے وسیلہ ہمیشہ کی زندگی کے لئے راستبازی کے ذریعہ سے بادشاہی کرے۔"

گناہ بذاتہٖ ایک ہولناک حقیقت ہے اور اس کی بادشاہت میں ظُلم وستم کی کارفرمائیاں ہیں۔ گناہ ہلاکت آفرین بادشاہ ہے اور اس کی سلطنت میں موت ہی موت ہے۔ اس کا پھل ہلاکت ہے یا یُوں کہہ سکتے ہیں کہ گناہ کی بادشاہت موت ہے۔ اس بادشاہت کا تختہ اُلٹنے کے لئے کسی اس سے زیادہ عظیم اور بہادر اور زور آور بادشاہ کی ضرُورت ہے اور وُہ بادشاہ فضل ہے جو خُداوند یسُوع مسیح کے وسیلہ سے مُفت ملتا ہے۔ اس فضل کا انجام ہمیشہ کی زندگی ہے۔ یہ بات کتنی مسرّت آمیز ہے فضل کی بخشش میں شریک ہونے والوں کی تعداد ہلاک ہونے

والوں کی تعداد سے زیادہ ہوگی ۔ خُدا کا شکر ہے کہ یہ سب کچھ خُداوند یسُوع مسیح کے وسیلہ سے ہے جو ہمارا مُنجی اور مالک ہے ۔

رُومیوں کے اِن پانچ ابواب میں مقدّس پولُس رسُول نے حصّہ اوّل ختم کیا ہے کہ ہم کس طرح خُدا کے سامنے راستباز ٹھہرتے ہیں ۔ اگلے حصّہ میں اس راستبازی کا دِلوں میں اثر دکھایا جائے گا کہ کس طرح یہ راستبازی دِلوں میں سرایت کرتی اور انہیں تبدیل کرتی ہے یعنی اس حِصّہ میں دِلی راستبازی پر بحث ہوگی ۔ یہ مضمون اگلے حصّے کا اہم مضمون ہے ۔ پچھلے حصّہ میں قانُونِ راستبازی کا مضمون زیرِ غور تھا اور اس پر مفصّل بحث ہو چکی ہے ۔

چھٹا باب

III راستبازی کا ضروری پھل یعنی پاکیزگی میں ترقی (تقدیس)

رُومیوں :- ۶ : ۱ تا ۸ : ۳۹ -

خُوشخبری بنی نوع انسان میں راستبازی پیدا کرنے کے قابل ہے -

رُومیوں ۶ : ۱- "پس ہم کیا کہیں ؟ کیا گناہ کرتے رہیں تاکہ فضل زیادہ ہو"۔

گذشتہ ابواب میں مقدّس پولُس رسُول نے دلائل و براہین سے ثابت کیا ہے کہ خُداوند یشُوع مسیح کے کفارے کے سبب سے خُدا ہمیں راستباز ٹھہراتا ہے - اب وُہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ جب کوئی راستباز ٹھہر چکتا ہے تو اس کی زندگی پہ کیا اثر ہوتا ہے - مقدّس پولُس رسُول نے پھر پُرانے اعتراضات کا اعادہ کیا ہے - (رُومیوں ۳ : ۸)

"اگر خُدا کا فضل ہمارے گناہ سے ظاہر ہوتا ہے تو ہم کیوں نہ اور گناہ کرتے رہیں تاکہ زیادہ فضل ظاہر ہو- چھٹے باب کی طرح اگلے دو ابواب میں بھی پولُس رسُول ثابت کرتا ہے کہ خُدا نے ہمیں اس لئے راستباز ٹھہرایا ہے اور راستباز ٹھہراتا ہے تاکہ

ہم پاک اَور بے عیب زندگی بسر کریں اَور آئندہ ہم گناہ نہ کریں۔ راستباز ٹھہرنے سے ہم مسیح میں قائم ہو جاتے ہیں اَور جب اُس میں قائم ہو چکے تو پھر گناہ آلُودہ زندگی بسر کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ خُداوند یسُوع مسیح میں قائم ہونے سے پاکیزگی پیدا ہوتی ہے اَور گناہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ حقیقی ایماندار سے گناہ کی کوئی حرکت سرزد نہیں ہوتی کیونکہ وُہ تو ”گناہ کر ہی نہیں سکتا“۔ پس اگلی آیت میں پولُس رسُول نے اس سوال کا خود ہی جواب دیا ہے۔

رُومیوں ۶ : ۲ ”ہرگز نہیں۔ ہم جو گناہ کے اعتبار سے مر گئے کیونکر اُس میں آئندہ کو زندگی گذاریں“۔

”گناہ کے اعتبار سے مرنا“ کی اصطلاح قابلِ غور ہے جس وقت ہم بڑی صدق دلی سے ایمان لاتے ہیں اَور زبان سے اقرار کرتے ہیں کہ اَے خُداوند! مَیں وُہی گنہگار ہُوں جس کی خاطر خُداوند یسُوع مسیح صلیب پر مر گیا اَور اُس کے کفارے سے مُجھے گناہوں کی معافی ملی ہے تو اُس وقت ہم گناہ کے اعتبار سے مر جاتے ہیں۔ یہ گناہ کے اعتبار سے مرنا یعنی موت ہماری مرضی کی موت ہے۔ یہ حقیقت کتنی عظیم ہے کہ خُداوند یسُوع مسیح میری خاطر صلیب پر مر گیا اَور جب ہم اس بڑی بخشش کو حاصل کرتے ہیں جو اس عظیم حقیقت پر ایمان لانے سے ایماندار کو نصیب ہوتی ہے تو ہماری گناہ کرنے کی جبلّت اَور طبیعت مر جاتی ہے یعنی خُداوند یسُوع مسیح کی موت ہماری گناہ

کرنے کی طبیعت کو فنا کر دیتی ہے۔ جب ہم اس حقیقت پر غور کرتے ہیں کہ خُداوند یسُوع مسیح پر ایمان لانے کے سبب سے ہم موت سے بچ سکتے ہیں تو ہمیں معلُوم ہوتا ہے کہ اس میں ہماری اپنی مرضی کا بھی بڑا دخل ہے یعنی ہم اپنی مرضی کو اُس کی مرضی کے تابع کر دیتے ہیں۔ جب ہم خُداوند یسُوع مسیح کی موت پر ایمان لاتے ہیں تو ہم بھی اُس کی موت میں شریک ہوتے ہیں۔ ہم پر بھی وُہی حالت ہوتی ہے۔

نوٹ :۔ دو قسم کی موت ہے۔ گناہ کے اعتبار سے موت اور وُہ موت جو ہم میں ہے۔ اِن دونوں میں بڑا فرق ہے، جب ہم خُداوند یسُوع مسیح کی موت پر ایمان لاتے ہیں تو ہماری مرضی گناہ کے اعتبار سے مر جاتی ہے لیکن گناہ ہم میں زندہ رہتا ہے اور وُہ ہر گھڑی اور ہر لمحہ کوشش کرتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح ہمیں اپنے جال میں پھنسا لے۔ خُدا کا لاکھ لاکھ شُکر ہے کہ ہمارا ایک مخلصی دینے والا مددگار ہے۔ رُومیوں کے ساتویں اور آٹھویں باب کا مطالعہ کرتے وقت یہ حقیقت واضح ہو جائے گی۔ گناہ بڑی کوشش کرتا ہے کہ ہمیں اپنا گرویدہ اور غُلام بنا لے لیکن ہم گناہ کے اعتبار سے مر چُکے ہیں۔ اب ہمارا اس کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں رہا۔ جب جسم اور رُوح کا رشتہ ختم ہو جاتا ہے تو انسان بس ایک مٹی کا ڈھیر رہ جاتا ہے۔ مُردہ جسم اور زندگی میں کیا تعلق ہے۔

رُومیوں ۶: ۳۔ "کیا تُم نہیں جانتے کہ ہم جتنوں نے مسیح یسُوع

میں شامل ہونے کا بپتسمہ لیا تو اُس کی موت میں شامل ہونے کا بپتسمہ لیا؟"
جب خُداوند یسُوع مسیح کے نام کا ہم نے بپتسمہ لیا تو ہم اُس میں شریک ہُوئے (۱۔ کرنتھیوں ۱: ۱۳، ۱۰: ۲) حضرت مُوسیٰ، خُداوند یسُوع مسیح اَور پولُس رسُول کے نام کے بپتسمہ کا ذِکر ہے۔ جب خُداوند یسُوع مسیح کے بپتسمہ کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں تو اس سے مُراد اُس کی موت کا بپتسمہ یا اُس کی موت میں شامل ہونے کا بپتسمہ ہے۔ ایک مسیحی عالم گوڈے (GODET) کا خیال ہے کہ بپتسمہ سے مُراد "قبر" ہے نہ کہ "موت"۔ جب رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر جاتی ہے تو لاش کو کفنا کر قبر میں دفنا دیا جاتا ہے یعنی خُداوند یسُوع مسیح کی موت میں شامل ہوئے والے لوگ بپتسمہ میں چھپ جاتے ہیں۔ بپتسمہ ظاہری نشان ہے جس سے ہم صرف اپنے آپ کو بلکہ دُنیا کے دُوسرے لوگوں کو یاد دلاتے ہیں کہ بپتسمہ لینے سے ہم نے اپنی خُودی اَور اپنی مرضی کو خُداوند یسُوع مسیح میں فنا کر دیا ہے۔ اب ہم مسیح میں ہیں۔ قادرِ مُطلق خُدا جب ہمیں دیکھتا ہے تو ہم میں خداوند یسُوع مسیح نظر آتا ہے۔ بپتسمہ بے شک ظاہری نشان ہے، خُودی اَور اپنی مرضی کی موت کا، لیکن اگر بپتسمہ لینے کے باوجُود بھی ہماری اپنی مرضی کار فرما رہے اَور ہماری خودی کو خُدا کی باتوں اَور اُس کے احکام پر فوقیت حاصل رہے تو یہ نشان بالکل بے معنی ہے۔ اس لئے اس بات کی اشد ضرورت

ہے کہ بپتسمہ کی اہمیت اور فضیلت کے متعلق لوگوں کو سمجھایا جائے۔ پاکیزگی کی حقیقت سے لوگوں کو آگاہ کرنا ہمارا فرض ہے اگر بپتسمہ کے حقائق ہم پر واضح نہیں ہیں اور ہم نے بپتسمہ لے کر مسیح میں نئی زندگی کا آغاز نہیں کیا تو یہ ظاہری نشان محض ڈھونگ ہے اور اس سے کسی قسم کا کوئی رُوحانی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ مسیحی کلیسیا میں چھوٹے بچّوں کو خُداوند یسُوع مسیح کے نام پر بپتسمہ دلایا جاتا ہے۔ بچّوں کے والدین خادم الدین کے سامنے کچھ اقرار کرتے ہیں۔ نوجوانوں کے لئے بھی سُنہری موقع ہے کہ وُہ اپنے ایمان کا اقرار کریں اور خُداوند یسُوع مسیح کے نام پر بپتسمہ لیں۔

رُومیوں ۶ : ۴ "پس موت میں شامل ہونے کے بپتسمہ کے وسیلہ سے ہم اُس کے ساتھ دفن ہُوئے تاکہ جس طرح مسیح باپ کے جلال کے وسیلہ سے مُردوں میں سے جلایا گیا اُسی طرح ہم بھی نئی زندگی میں چلیں"۔

بپتسمہ اور دفن دونوں ہی موت کے ثبوت ہیں۔ جب کوئی آدمی اس جہان سے رحلت کر جاتا ہے تو اُسے دفن کر دیا جاتا ہے۔ لوگ زندوں کو زمین میں دفن نہیں کرتے۔ اس قسم کا کوئی رواج نہیں ہے۔ بپتسمہ سے مُراد یہ ہے کہ بپتسمہ لینے والے نے اپنی خُودی سے انکار کیا ہے یعنی اُس کی خُودی اور مرضی مر گئی ہے۔ جب کسی مُردہ کو دفن کر دیا گیا تو اب وُہ اس فانی دُنیا کی تمام رسُوم وقیود

سے آزاد ہُوا۔ وُہ اس دُنیا میں واپس نہیں لوٹ سکتا۔ وُہ ایک غیرفانی جہان میں پہنچ گیا یا ایک غیرفانی جہان میں داخل ہوگیا۔ جس شخص کی خُودی مرجاتی اور وُہ خُداوند یسُوع مسیح میں بپتسمہ لیتا ہے وُہ اس گناہ آلُود زندگی سے چھُٹکارا حاصل کرلیتا ہے۔ وُہ اس فانی زندگی سے خُدا کی زندگی میں داخل ہوجاتا ہے۔

نوٹ:۔ مقدس پولس رسُول نے اس آیت میں بالغوں کے بپتسمہ کا ذکر کیا ہے۔ اشارتاً غوطہ کے بپتسمہ کا بیان ملتا ہے۔ گویا بپتسمہ ایک مسیحی رسم ہے یا یہ ایک ظاہری نشان ہے۔ اگر پانی کی مقدار نہایت قلیل ہو پھر بھی مقصد پُورا ہوسکتا ہے اور ہم مذہبی طور پر یہ یاد کرتے ہیں کہ جس طرح غوطہ کے بپتسمہ میں بپتسمہ لینے والا پانی میں اُترتا ہے اُسی طرح پانی کی قلیل مقدار سے بھی یہی مُراد ہے کہ وُہ پانی کے نیچے ہوتا ہے۔ اس سے پیشتر بپتسمہ کو قبر میں اُتارنا بھی کہا گیا ہے۔ بپتسمہ لینے سے ہماری پُرانی گناہ آلُود انسانیت مُردہ ہوجاتی ہے اور ہم نئی زندگی کی بہار آفریں فضاؤں میں سانس لیتے ہیں اور یہی حقیقی زندگی ہے۔

رُومیوں ۶ : ۵ "کیونکہ جب ہم اُس کی موت کی مُشابہت سے اُس کے ساتھ پیوستہ ہوگئے تو بے شک اُس کے جی اُٹھنے کی مُشابہت سے بھی اُس کے ساتھ پیوستہ ہوں گے۔"

خُداوند یسُوع مسیح کی موت میں شامل ہونے والے اُس کی زندگی

میں بھی شامل ہوں گے۔ اُس کی زندگی میں شامل ہونے کی ایک ہی شرط ہے کہ ہم اُس کی موت میں بھی شامل ہوں۔ خُداوند یسُوع مسیح کی زندگی کو ایک تنومند درخت سے تشبیہ دیجئے۔ ہم ڈالیوں کی طرح اُس میں قائم ہوتے ہیں۔ جب درخت مُرجھاتا یا مرجاتا ہے تو اُس کی ڈالیوں میں بھی زندگی کے آثار نظر نہیں آتے۔ ڈالیاں سُوکھ جاتی ہیں لیکن خُداوند یسُوع مسیح اگر مر گیا تو وُہ پھر زندہ ہُوا۔ زندگی کے درخت میں جب از سرِ نَو بہار آتی ہے، کونپلیں پھُوٹتی ہیں تو پژمردہ اَور سُوکھی ہُوئی ٹہنیاں ہری بھری ہو جاتی ہیں۔ درخت کی زندگی ڈالیوں کی زندگی ہے۔ خُداوند یسُوع مسیح کے ساتھ مر جانے والے اُس کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے ساتھ وُہ بھی زندہ ہُوئے۔

رُومیوں ۶ : ۶۔ "چنانچہ ہم جانتے ہیں کہ ہماری پُرانی انسانیّت اُس کے ساتھ اس لئے مصلُوب کی گئی کہ گناہ کا بدن بیکار ہو جائے تاکہ ہم آیندہ کو گناہ کی غُلامی میں نہ رہیں۔"

پانچویں آیت میں خُداوند یسُوع مسیح کے ساتھ مرنے کا ذکر ہے اَور اُس کے ساتھ مرنا نئی زندگی حاصل کرنے کے لئے اشد ضرُوری ہے۔ اس قسم کا تجربہ ہونا چاہیئے۔ ہماری پرانی انسانیّت کیا ہے؟

۱۔ پُرانی انسانیّت وُہ طبیعت ہے جو حضرت آدم سے آج تک ہر بشر کی سرشت میں موجُود ہے۔ یہ انسانیّت ہماری اپنی

خُودی اَور وُہ مرضی ہے جو خُدا کی مرضی کے تابع فرمان نہیں بلکہ اُس کے خلاف ہے اَور یہ مرضی گندی اَور نفسانی مرض ہے لیکن جس وقت ہم اپنی زبان سے اقرار کرتے ہیں کہ ہم گنہگار ہیں اَور ہمارے لئے خُداوند یسُوع مسیح نے صلیب کا دُکھ سہا اَور وُہ مرگیا تو اُس وقت ہماری خُودی اَور مرضی اُس کے ساتھ مصلُوب ہو جاتی ہے۔

نوٹ:۔ مقدّس پولُس رسُول نے پُرانی انسانیّت کے مصلُوب ہونے کے متعلّق کہا ہے نہ کہ مرنے کے متعلّق۔ صلیب کا دُکھ اُٹھانے والا جب تک صلیب پر رہتا ہے وُہ اپنے دُنیاوی کاروبار نہیں کر سکتا۔ اُس کے بدن میں زندگی تو ہوتی ہے مگر وُہ زندگی بیکار ہوتی ہے۔ خُداوند یسُوع مسیح کی صلیب پر غور کرنے سے ہم پر یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے کہ ہماری وُہ خُودی جو صلیب پر مصلُوب ہُوئی، بیکار ہو گئی لیکن خُداوند یسُوع مسیح مرکر جی اُٹھا اَور اُس کے ساتھ ہم بھی جی اُٹھے۔

(ب) اِس لئے کہ گناہ کا بدن بیکار ہو جائے۔ ہمارا نفسانی بدن ہے جس میں نفس کی تمام خواہشات ہیں۔ ہمارے رگ و ریشے میں گناہ بسا ہُوا ہے۔ تمام اعضا نفسانی خواہشات کے تابع فرمان ہیں اَور اس کے اشاروں پر ناچتے ہیں۔ ہماری نفسانی مرضی نے ہم پر تسلّط جما رکھا ہے۔ ہماری مرضی اَور ہم ایک دُوسرے کے ہم نوالہ و ہم پیالہ ہیں لیکن جب ہم اپنی مرضی کو خُداوند یسُوع مسیح

کے ساتھ مصلوب کرتے ہیں تو یہ رشتہ ختم ہو جاتا ہے۔ خُودی اور نفسانی خواہشات کے مضبوط تار ٹوٹ کر بیکار ہو جاتے ہیں۔ یہ بدن جس میں تمام اعضا ہیں اور اسی جسم کی بدولت زندہ اور مُردہ آدمی میں امتیاز کی جا سکتی ہے۔ کوئی جسم اپنی ذات میں نہ اچھا ہے نہ بُرا لیکن جب وُہ بدن گناہ کی خواہشات کو پُورا کرتا ہے وُہ بُرا ہوتا ہے۔ پس جسم کا اچھا یا بُرا ہونا خُداوند یسُوع مسیح کی پیروی کرنے یا گناہوں کی پیروی کرنے سے مُراد ہے۔

(ج) تاکہ ہم آگے کو گناہوں کی غلامی میں نہ رہیں ہماری حقیقی زندگی یا شخصیت گناہ کی غُلامی سے آزاد ہوتی ہے پس ہمارے ایمان لانے سے مُندرجہ بالا تین نتائج ظاہر ہوتے ہیں۔ اگلی آیت میں مقدّس پولُس رسُول نے ایک مثال کے ذریعہ اس کی وضاحت کی ہے۔

رُومیوں ۶ : ۷ "کیونکہ جو مُوا وُہ گناہ سے بری ہُوا"۔

ایک مشہُور عالم جے۔ بی فلپس نے اس آیت کا یُوں ترجمہ کیا ہے۔

جو مرگیا ہے وُہ گناہ کی طاقت سے آزاد ہے"۔ کیا اس سے یہ مُراد ہے کہ :۔

۱۔ خُداوند یسُوع مسیح مرگیا اور اس لحاظ سے وُہ گناہ سے آزاد ہُوا اور راستباز ٹھہرایا گیا؟

(ب) یا یہ کہ جب بنی نوع انسان اپنی اپنی باری پر مرتے ہیں تو اُن کے گناہ اُور قصوروں کو گنا نہیں جاتا بلکہ اُنہیں راستباز سمجھا جاتا ہے۔
(ج) یا یہ کہ وُہ جو مسیح میں مرجاتا ہے گناہ کے اعتبار سے راستباز گِنا جاتا ہے۔

راقم الحروف کی دانست میں ان تینوں مطالب میں سے آخری یعنی (ج) پولُس رسُول کے مسیحی فلسفے اُور تعلیم کے مطابق ہے اُور حقیقت میں یہی پولُس رسُول کا مطلب ہے۔

رُومیوں ۶: ۸ "پس جب ہم مسیح کے ساتھ مُوئے تو ہمیں یقین ہے کہ اُس کے ساتھ جئیں گے بھی"۔

ہمارے ایمان کا مرکز یہی اُمید ہے کہ ہم اُس کے ساتھ جئیں گے کیونکہ ہم اُس کے ساتھ مر گئے ہیں اُور اب بھی ہم اُس میں جی رہے ہیں۔ آنے والے لافانی جہان میں ہم کثرت کی زندگی میں داخل ہونگے۔ جس وقت ہماری اپنی خُودی مرجاتی ہے تو مسیح خود ہمیں اپنی زندگی دیتا ہے اُور یہ بات بظاہر مہمل اُور متناقض قول معلُوم ہوتی ہے کہ یہ زندگی اب بھی اُور آئندہ بھی مکمّل طور سے اُسی طرح بسر کی جائے گی اُور اس کی رنگینیوں اُور رعنائیوں میں کسی قسم کا کوئی فرق نہیں آنے پائے گا۔

رُومیوں ۶: ۹ "کیونکہ یہ جانتے ہیں کہ مسیح جب مُردوں میں سے جی اُٹھا ہے تو پھر نہیں مرنے کا۔ موت کا پھر اُس پر اختیار نہیں ہونے کا"۔

ہمارے مسیحی ایمان کا مرکز یہ ہے کہ خُداوند یسُوع مسیح مُردوں میں

سے جی اُٹھا ہے اور اُس کا مُردوں میں سے جی اُٹھنا ہی ہمارے لئے ایمان کی اساس اور بُنیاد ہے۔ خُداوند یسُوع مسیح آج کل اور تا ابد یکساں ہے۔ وُہ اپنی ظفریاب قیامت کی وجہ سے تا ابد زندہ رہے گا۔ موت پر اُس نے ہمیشہ کے لئے فتح پائی اور ہم بھی جو اُس کی موت میں شامل ہُوئے یعنی اُس میں مر گئے ہیں، اُس کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کی وجہ سے زندہ رہیں گے۔

رُومیوں ۶ : ۱۰۔ ”کیونکہ مسیح جو مُوا گناہ کے اعتبار سے ایک بار مُوا، مگر جو جیتا ہے تو خُدا کے اعتبار سے جیتا ہے۔“

خُداوند یسُوع مسیح کا مُردوں میں سے جی اُٹھنا خُدا کی قُدرت سے ہے۔ اُس کی قیامت خُدا کے جلال کو ظاہر کرتی ہے۔ خُداوند یسُوع مسیح خُدا کی آزادی اور ابدی زندگی میں زندہ ہے۔ اب وُہ خُدا کے دہنے ہاتھ بیٹھا ہے۔ صلیب کا دُکھ اُٹھا کر وُہ کتنا پست ہُوا لیکن اپنی فرمانبرداری اور حلیمی کی بدولت اُس نے وُہ آسمانی مقام حاصل کیا جو اس سے پیشتر بھی اُس کی سکُونت تھا۔ اب وُہ آسمان پر اپنے باپ کے اور اپنے جلال میں ہے۔ خُداوند یسُوع مسیح کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کی یہ تصویر کتنی دلکش ہے۔

رُومیوں ۶ : ۱۱۔ ”اسی طرح تُم بھی اپنے آپ کو گناہ کے اعتبار سے مُردہ مگر خُدا کے اعتبار سے مسیح یسُوع میں زندہ سمجھو۔“

مسیحی ایمان کی پختگی کی یہ کتنی زبردست دلیل ہے۔ خُداوند یسُوع مسیح کے ساتھ مرنے والے اپنے آپ کو گناہ کے اعتبار سے مُردہ سمجھیں۔ ہمیں اپنے تجربہ میں اس نئی آزاد زندگی کو حاصل کرنے

کی ضرورت ہے اس لئے کہ ہم مسیح میں ہیں۔ ہم اپنے آپ کو زندہ سمجھیں لیکن جب ہم اپنی کوتاہیوں اور خامیوں کا خیال کرتے ہیں تو ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ یہ تجربہ بڑا ہی محال ہے لیکن وہ جس نے موت پر فتح پائی اور تیسرے دن مُردوں میں سے زندہ ہُوا اُس کی قوّت سے کچھ بھی ناممکن یا محال نہیں ہے۔ اس آیت میں ایمانداروں کو تلقین کی گئی ہے کہ "اپنے آپ کو خُدا کے اعتبار سے مسیح یسُوع میں زندہ سمجھو"۔ یہ "سمجھو" کا لفظ قابلِ غور ہے۔ ہم اس وجہ سے اپنے آپ کو زندہ سمجھیں کیونکہ خُدا ہم کو زندہ سمجھتا ہے اور اسی لفظ میں فتحمندی کا بھید پوشیدہ ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ جب ہم راستباز نہیں تھے تو اُس وقت خُدا نے ہمیں راستباز ٹھہرایا۔ اس میں شک نہیں ہے کہ ہم اپنے آپ میں گناہ کے کاموں اور اُس کی طاقت کو محسوس کرتے ہیں لیکن ہمیں اپنے آپ کو گناہ کے اعتبار سے مُردہ سمجھنا چاہیئے۔

عملی نتیجہ یعنی روزانہ زندگی میں پاکیزگی کی ترقّی

رُومیوں ۶: ۱۲: "پس گناہ تُمہارے فانی بدن میں بادشاہی نہ کرے کہ تُم اُس کی خواہشوں کے تابع رہو"۔

نوٹ:۔ اس آیت سے یُوں ظاہر ہوتا ہے کہ گناہ نہ کوئی فعل ہے اور نہ ہی عمل بلکہ ایک شخصیّت ہے۔ گناہ کی تعریف یُوں بھی کی جاتی ہے کہ اس سے خُدا کی اخلاقی شریعت سے محرُوم ہو جاتے ہیں۔ ہماری بُری عادات اور بُرے اعمال ہی گناہ ہیں

اور یہ ایک ایسی شخصیت ہے جس کے ہم زیر فرمان ہوتے ہیں۔ خداوند یسوع مسیح نے ہماری خاطر سب کچھ برداشت کیا۔ اُس میں سب کچھ ہو چکا ہے۔ ایمانداری میں سب کچھ ہو رہا ہے۔ یہ سب کچھ ہماری اپنی مرضی پر موقوف ہے۔ اگر ہم گناہ کو اپنا بادشاہ تسلیم کریں تو وُہ ہمارے فانی بدن میں بادشاہی کرے گا اور ہمارے تمام اعضا اُسی کے احکام بجا لائیں گے لیکن پولُس رسُول رُومی کلیسیا سے کہتا ہے کہ "گناہ بادشاہی نہ کرے"۔ اس آیت سے معلُوم ہوتا ہے کہ ابھی تک ایماندار کی زندگی میں گناہ باقی ہے۔ پولُس رسُول کا یہ احساس ہے اور وُہ اس کلیسیا کو خُداوند یسُوع مسیح کی ظفریاب قیامت یاد دلا کر تنبیہہ کرتا ہے کہ گناہ اُن کے بدن میں بادشاہی نہ کرے۔ گناہ کا دَور ختم ہو چکا۔ اُس کی حکومت کا تختہ اُلٹ چُکا ہے۔ اُس کے ظُلم و ستم کا خاتمہ ہُوا۔ اب گناہ کس طرح سے آقا اور مالک ہو سکتا ہے جب وُہ نہ ہی صرف شکست خوُردہ دُشمن ہے بلکہ اُس کا تو نام و نشان بھی مِٹ چکا ہے۔ اب ہم خُداوند یسُوع مسیح کے ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم صرف اُسے ہی اپنا مالک اور آقا سمجھیں۔ پولُس رسُول یہ نہیں کہتا کہ گناہ مُردہ ہے۔ ہم جانتے ہیں اور محسُوس کرتے ہیں کہ وُہ ابھی تک کسی نہ کسی صُورت اور شکل میں ہماری زندگی میں موجُود ہے۔ گناہ ہماری زندگی کو اپنے قبضہ و اختیار میں کر لینا چاہتا ہے، تاکہ ہم اُس کی رہبری اور رہنمائی میں چلیں اور جسم کی تمام خواہشوں کو پُورا کریں۔ اس آیت میں پولُس رسُول نے یہ نہیں کہا کہ ہم "مُردہ"

ہیں یا ہماری "شخصیت" مُردہ ہے لیکن وُہ یہ کہتا ہے کہ گناہ کے اعتبار سے ہم اپنے آپ کو مُردہ سمجھیں اُور خُدا کے اعتبار سے خُداوند یسُوع مسیح میں اپنے آپ کو زندہ سمجھیں۔

رُومیوں ۶ : ۱۳ "اُور اپنے اعضا ناراستی کے ہتھیار ہونے کے لئے گناہ کے حوالہ نہ کیا کرو بلکہ اپنے آپ کو مُردوں میں سے زندہ جان کر خُدا کے حوالہ کرو اُور اپنے اعضا راستبازی کے ہتھیار ہونے کے لئے خُدا کے حوالہ کرو۔"

ایمان میں پختگی اُور استحکام کی خاطر ہماری روزمرّہ کی زندگی میں اعمال کی ضرُورت ہے۔ رُوحانی طور پر ایک بڑی اہم جنگ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ ہم اپنی روزمرّہ کی زندگی میں ناراستی سے برسرِپیکار ہیں۔ زندگی کے لوازمات کو ہم پہنچانے کی غرض سے ہمارے جسم کا ایک ایک عُضو حرکت میں ہے اُور شب و روز یہ سِلسلہ جاری ہے۔ وُہ کونسا لمحہ ہے جب کوئی نہ کوئی عُضو کسی نہ کسی فعل میں مشغُول نہیں ہوتا اُور اسی طرح سے صبح و شام گُزرتے جاتے ہیں، لیکن جس طرح ہم زندگی کی ضرُوریات کو پُورا کرنے کے لئے تگ و دو کرتے ہیں اُسی طرح سے خُداوند یسُوع مسیح کی خدمت میں بھی تمام قواء اُور تمام اعضا کو صرف کرنا چاہیئے۔ کیا ہم خُداوند یسُوع مسیح کی خدمت کریں گے یا نفس اُور گناہ کی؟

رُومیوں ۶ : ۱۴ "اس لئے کہ گناہ کا تُم پر اختیار نہ ہوگا کیونکہ تُم شریعت کے ماتحت نہیں بلکہ فضل کے ماتحت ہو۔"

ہماری اس پیام سے خاطر جمع ہوتی ہے کہ آخر فتح ہماری

ہے اور میدان ہمارے ہی ہاتھ میں رہے گا۔ کامیابی و کامرانی ہمارے قدم چُومے گی۔ خُداوند یسُوع مسیح کے فضل کے سبب ہم اُس کی نئی زندگی میں شریک ہیں۔ ہم پر گناہ کا کوئی اختیار نہیں رہا۔ ہم گناہ سے آزاد ہیں اور چُونکہ ہم گناہ کی غلامی میں نہیں ہیں لہٰذا ہم اُس کی خدمت نہیں کر سکتے۔

ہماری نئی زندگی ــــ نیا مالک

رُومیوں ۶ : ۱۵۔ "پس کیا ہُوا؟ کیا ہم اس لئے گناہ کریں کہ شریعت کے ماتحت نہیں بلکہ فضل کے ماتحت ہیں۔ ہرگز نہیں۔"

آئیے اس باب کی پہلی آیت کے ساتھ زیرِ نظر آیت کا مقابلہ کریں۔ کیا پہلی آیت کی نسبت موجُودہ آیت میں ہمارے ایمان اور رُوحانی زندگی میں کوئی تدریجی ترقّی ہے؟ پہلی آیت میں پولُس رسُول نے استفسار کیا تھا کہ کیا ہم گناہ کرتے رہیں؟ اور اس کے جواب میں پولُس رسُول نے یہ ثابت کیا کہ ہم خُداوند یسُوع مسیح کے ساتھ نئی زندگی میں شریک ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا نئی زندگی پُرانی زندگی سے زیادہ زور آور ہے؟ کیا ہماری فتح دوامی ہے یا عارضی؟ اس کا جواب یُوں دیا جا سکتا ہے کہ جہاں تک رُوحانی زندگی کا تعلّق ہے وہاں گناہ کی حالت یا گناہ کے بھیانک ماحول کا تو تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا۔ جب ہم خُداوند یسُوع مسیح کی زندگی میں شریک ہُوئے تو ہم نہ ہی گناہ میں رہیں گے اور نہ ہی اس کا ہم پر کسی قسم کا کوئی اختیار ہو گا۔ ہم گناہ سے بالکل آزاد ہوں گے۔

اس باب کے شروع میں پولس رسول نے رُوحانی زندگی کے ساتھ ہمارے صحیح تعلقات کی تصویر کھینچی ہے ۔ اسی باب کے اس دُوسرے حصّہ میں اُس نے دلائل و براہین سے اس تعلق کو ثابت کر کے یہ ظاہر کیا ہے کہ ہم بھی اپنی عقل اور اپنی مرضی کا جائزہ لیں ۔ ہم اپنی عقل سے یہ بات تسلیم کریں کہ ہم خُداوند یسُوع مسیح کے ہیں اور اپنی مرضی اُس کے زیرِ فرمان کر دیں ۔

رُومیوں ۶ : ۱۶ میں "کیا تُم نہیں جانتے کہ جس کی فرمانبرداری کے لئے اپنے آپ کو غلاموں کی طرح حوالہ کر دیتے ہو اُسی کے غُلام ہو جس کے فرمانبردار ہو خواہ گناہ کے جس کا انجام موت ہے خواہ فرمانبرداری کے جس کا انجام راستبازی ہے ۔"

انجیل مقدّس میں یُوحنّا ۸ : ۳۴ آیت میں خُداوند یسُوع مسیح نے فرمایا کہ "جو کوئی گناہ کرتا ہے گناہ کا غلام ہے ۔" اس آیت میں انسانی انتخاب اور عادت کی وجہ سے جو نتیجہ نکلتا ہے اس کا ذکر کیا گیا ہے ۔ ہمارے اپنے انتخاب اور فیصلوں کی وجہ سے ہماری عادت ہر روز راسخ ہوتی جاتی ہے جب ہم اپنے دل میں گناہ کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں تو آہستہ آہستہ اسی ڈگر پر چلتے رہنے سے ہماری عادت راسخ ہوتے ہوتے فطرتِ ثانیہ بن جاتی ہے ، اور پھر اس قسم کا فیصلہ کرنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی کیونکہ خود بخود ہم سے ایسے افعال سرزد ہوتے ہیں جو گناہ ہوتے ہیں اور ہم بڑی آسانی سے اُنہیں کئے چلے جاتے ہیں اور جب ایک مرتبہ ہم نے گناہ کی غُلامی اختیار کر لی تو پھر خُداوند یسُوع مسیح کی خدمت

کرنا ناممکن ہے۔ اگر ہم یہ فیصلہ کریں کہ چلو آج گناہ کر لیں اور کل خُداوند یسُوع مسیح کی طرف رجُوع کر لیں گے تو اس قسم کی فطرت غیر ممکن ہے کیونکہ آج کے گناہ کا اثر بڑا ہی دُور رس ہوتا ہے لہٰذا اس چیز کی اشد ضرورت ہے کہ اگر آپ خُداوند یسُوع مسیح کی غلامی یعنی خدمت کرنا چاہتے ہیں تو آج ہی فیصلہ کریں کہ ہم اُس کے لوگ ہوں گے۔ ۔ اس صُورت میں ہم گناہ کرنے کا فیصلہ نہیں کریں گے۔

رُومیوں ۶: ۱۷-۱۸ "لیکن خُدا کا شُکر ہے کہ اگرچہ تُم گناہ کے غُلام تھے تو بھی دِل سے اُس کی تعلیم کے فرمانبردار ہو گئے جس کے سانچے میں تُم ڈھالے گئے تھے اور گناہ سے آزاد ہو کر راستبازی کے غُلام ہو گئے"۔

اگر ایک مرتبہ ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم خُداوند یسُوع مسیح کے لوگ ہیں تو پھر ہم اپنا قدم واپس نہیں اُٹھا سکتے۔ جب ایک مرتبہ اُس کے ہونے کا فیصلہ کر لیا تو گناہ کی غلامی نہ ہو سکے گی۔ لیکن اگر گناہ کیا تو وُہ تو اپنی روش اور اپنے فیصلے سے پیچھے ہٹنے کی بات ہے۔

نوٹ:۔ مقدّس پولُس رسُول نے اس وجہ سے خُدا کا شُکر ادا کیا ہے کیونکہ ان لوگوں نے خُدا کے فضل کو قبُول کیا۔ ڈاکٹر ہنری کرہیئر نے کہا ہے کہ کلیسیا کی خاص صفت یہ ہے کہ یہ اُن گنہگار لوگوں کا گروہ ہے جن کے گناہ مُعاف ہُوئے اور جب گناہ معاف ہُوئے تو یہ سب کچھ خُداوند یسُوع مسیح کی خُوشخبری کی تعلیم یعنی اُس کی موت کی تعلیم کی وجہ سے ہُوا۔ یہ مخلصی اور معافی کی تعلیم ہمارے لئے فخر کا باعث ہے۔ (۱۔کرنتھیوں ۱: ۳۰)

رُومیوں ۶ : ۱۹ - "مَیں تمہاری انسانی کمزوری کے سبب سے انسانی طور پر کہتا ہُوں جس طرح تم نے اپنے اعضا بدکاری کرنے کے لئے ناپاکی اور بدکاری کی غُلامی کے حوالے کئے تھے، اُسی طرح اب اپنے اعضا پاک ہونے کے لئے راستبازی کی غُلامی کے حوالہ کر دو۔"

اب فیصلہ کرنا لازمی ہے اَور اگر ایک مرتبہ ہم نے فیصلہ کر لیا ہے کہ ہم خُداوند یسُوع مسیح کے لوگ ہیں تو اس فیصلہ پر عمل بھی کریں۔ اپنے ہر ایک عُضو کو اُس کی غُلامی میں دے دیں، کیونکہ ہمیں عملی پاکیزگی کی ضرورت ہے۔

رُومیوں ۶ : ۲۰ - "کیونکہ جب تُم گناہ کے غُلام تھے تو راستبازی کے اعتبار سے آزاد تھے۔"

اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ گناہ کے غُلام ہونے کی وجہ سے ہم راستبازی سے ناواقف تھے۔ راستبازی کا ہم پر کسی قسم کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا یعنی ہم راستبازی کے اختیار کو محسُوس نہیں کرتے تھے۔

"رُومیوں ۶ : ۲۱ - "پس جن باتوں سے اب تُم شرمندہ ہو اُن سے تُم اُس وقت کیا پھل پاتے تھے؟ کیونکہ اُن کا انجام تو موت ہے"۔

اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ وُہ باتیں جو شرمندہ ہونے کا باعث ہیں اُن کا انجام موت ہے۔

رُومیوں ۶ : ۲۲ - "مگر اب گناہ سے آزاد اَور خُدا کے غلام ہو کر تُم کو اپنا پھل ملا جس سے پاکیزگی حاصل ہوتی ہے اَور اس کا انجام ہمیشہ کی زندگی ہے۔"

تُم کو وُہ پھل ملا جو پاکیزگی کی طرف سے ہے۔ یہ پھل حقیقی اُور اَبدی ہے یعنی ہمیشہ کی زندگی ہے۔

رُومیوں ۶ : ۲۳ ۔ "کیونکہ گُناہ کی مزدُوری موت ہے مگر خُدا کی بخشش ہمارے خُداوند مسیح یسُوع میں ہمیشہ کی زندگی ہے۔"

گناہ کا انجام موت ہے لیکن راستبازی کا انجام بخشش ہے۔ اس آیت میں موت اور زندگی کا مقابلہ کیا گیا ہے۔ اس خط کے زیرِ نظر باب یعنی چھٹے باب میں چار صُورتیں ہیں۔

(۱) قانُونی صُورت۔ خُدا ہمیں راستباز ٹھہراتا ہے۔

(۲) شخصی صُورت، ہم مسیح کی موت میں شامل ہوجاتے ہیں یعنی ہماری خُودی مر جاتی ہے اُور یہ خُودی ہماری اپنی بُری فطرت ہے جو گُناہ کو جنتی ہے۔ ہماری اپنی خواہشات جو حاملہ ہو کر گناہ کو جنتی ہیں ختم ہو جاتی ہیں اُور ہمیں ایک نئی فطرت عطا ہوتی ہے جو ہمیشہ کی زندگی ہے۔

(۳) ظاہری صُورت۔ جب ہم نے خُدا کی کلیسیا میں شامل ہونے کا بپتسمہ لیا تو یہ ایک ظاہری نشان ہے کہ ہماری اپنی خُودی ہمیشہ کے لئے مر گئی اُور ہم خُداوند یسُوع مسیح کے ساتھ دفن ہُوئے۔

(۴) عملی صُورت۔ اب ہمارا اپنا حِصّہ باقی ہے جب تک خُداوند یسُوع مسیح کو دِل کے تخت پر نہ بٹھائیں تب تک یہ عملی صُورت جو اشد ضرُوری ہے مکمل نہیں ہوتی لیکن خُداوند یسُوع مسیح کو دِل کے تخت پر بٹھانے کے لئے ضرُوری ہے کہ گناہ کو دِل کے تخت سے اُتار دیں۔ بیک وقت دو آقاؤں کی خدمت نہیں کی جا سکتی۔ جب

خُداوند یسُوع مسیح کو اپنے دِل کے تخت پر بٹھانے کا ارادہ ہُوا تو گناہ کو اپنے دِل میں بادشاہی نہیں کرنے دیں گے اُس کا تمام اختیار ختم ہو جائے گا۔

ساتواں باب

تمہید

گزشتہ باب میں پولُس رسُول نے غُلامی اُور اس کے ساتھ تمام لوازمات کا ذِکر کیا ہے اُور اس غُلامی کے ساتھ جتنی باتوں کا تعلّق ہے وُہ بھی بتا دی گئی ہیں۔ اب ساتویں باب میں پولُس رسُول نے شادی یا نکاح کا استعارہ استعمال کیا ہے۔ نکاح کی ضرُوری شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ خاوند کے جیتے جی منکُوحہ بیوی اپنے خاوند کے تابع ہے اُور وُہ اس شریعت سے آزاد نہیں ہو سکتی۔ آزاد ہونے کی صرف ایک ہی صُورت ہے وُہ یہ کہ خاوند مر جائے اُور عورت آزاد ہو جائے گی۔ اسی طرح سے شریعت سے مخلصی اُور آزادی حاصل کرنے کی خاطر ہمیں مرنے کی ضرُورت ہے اُور پھر ایک نئی حالت میں زندہ ہونا بھی اشد ضرُوری ہے۔ ساتویں باب میں یہی خیال نظر آتا

ہے کہ خُدا نے اسی طرح سے کام کیا اور پولُس رسُول نے اس کا اعتراف کیا کہ مجھ میں کوئی نیکی بسی ہُوئی نہیں ہے۔ پولُس رسُول نے اعتراف کیا کہ وُہ اپنی کسی خوبی یا کسی لیاقت سے اپنے آپ کو پاک نہیں کر سکتا کیونکہ انسان میں خُود بخود پاک ہونے کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔ پاک ہونے کی خاطر وُہ کسی اعلیٰ اور برتر ہستی کا ممنُونِ احسان ہے جو خُود پاک ہو۔ گناہ ایک عظیم طاقت ہے۔ جب تک ایماندار گناہ کی عظیم طاقت کا اعتراف نہ کرے اور اُسے یہ محسُوس نہ ہو کہ گناہ بڑا بھیانک دُشمن ہے تب تک وُہ خُداوند یسُوع مسیح کی صلیبی موت ہی وُہ عظیم اور بے مثال طاقت ہے جو بنی نوع انسان کو گناہ کی غُلامی سے نکال سکتی ہے۔

رُومیوں ۷: ۱ "اَے بھائیو! کیا تُم نہیں جانتے (مَیں اُن سے کہتا ہُوں جو شریعت سے واقف ہیں) کہ جب تک آدمی جیتا ہے اُسی وقت تک شریعت اُس پر اختیار رکھتی ہے؟"

کسی شریعت کا اختیار اَبدی نہیں۔ اِدھر سانس کا رشتہ ختم ہُوا اُدھر شریعت کا اختیار ختم ہُوا۔ انسان جب تک زندہ رہتا ہے وُہ شرعی، مُلکی اور سماجی قوانین کے ماتحت ہوتا ہے۔ اِدھر اُس نے شرعی، مُلکی یا سماجی قوانین سے رُوگردانی کی اُدھر شریعت کی مشینری حرکت میں آئی اور عدُول حُکمی کی باداش میں اُسے سزا دی گئی یعنی شریعت خواہ کسی قسم کی ہو اُس کا اختیار انسان کی زندگی تک ہے۔ اسی خط کے چھٹے باب اور چودھویں آیت میں پولُس رسُول نے کہا ہے کہ تُم شریعت کے ماتحت نہیں بلکہ

خُدا کے فضل کے ماتحت ہو۔ اس باب میں وُہ اس بات کی تشریح کرتا ہے۔
رُومیوں ۷: ۲-۴ "چنانچہ جس عورت کا شوہر موجُود ہے وُہ شریعت کے موافق اپنے شوہر کی زندگی تک اُس کے بند میں ہے لیکن اگر شوہر مر گیا تو وُہ شوہر کی شریعت سے چھُوٹ گئی۔ پس اگر شوہر کے جیتے جی دُوسرے مرد کی ہو جائے تو زانیہ کہلائے گی لیکن اگر شوہر مر جائے تو وُہ اُس شریعت سے آزاد ہے یہاں تک کہ اگر دُوسرے مرد کی ہو بھی جائے تو زانیہ نہ ٹھہرے گی۔ پس اَے میرے بھائیو! تم بھی مسیح کے بدن کے وسیلہ سے شریعت کے اعتبار سے اس لئے مُردہ بن گئے کہ اُس دُوسرے کے ہو جاؤ جو مُردوں میں سے جلایا گیا تاکہ ہم سب خُدا کے لئے پھل پیدا کریں۔"

شوہر اَور مرد مُناکحت کی شریعت کی رُو سے ایک دُوسرے سے وابستہ ہو چُکے ہیں۔ اس رشتہ کو سوائے موت کے کوئی توڑ نہیں سکتا۔ اس استعارہ سے مقدّس پولُس رسُول نے یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ شریعت مرگئی ہے۔ یہی پُرانی شریعت جو کسی کو راستباز نہیں ٹھہرا سکتی کیونکہ اس سے تو صرف گناہ کی پہچان ہی ہوتی ہے لیکن جب شریعت مرگئی تو پھر ہم آزاد ہیں۔ شریعت سے آزاد ہونے کی صُورت میں ہمیں خُداوند یسُوع مسیح کے ساتھ ایک مقدّس رشتہ میں مُنسلک ہونے کی ضرورت ہے اَور یہ رشتہ شادی کا ہے یعنی ہم خُداوند یسُوع مسیح کے ساتھ شادی کریں۔ پولُس رسُول کا اندازِ بیان اَور طرزِ استدلال فلسفیانہ

ہے۔ اُس نے اگر یہ کہا ہوتا کہ شریعت مر گئی تو تمام یہودی قوم برافروختہ ہو جاتی اور اُن کے نازک احساسات بُری طرح سے مجرُوح ہوتے، اس لئے اُس نے ایک نیا محاورہ ایجاد کیا ہے یعنی "ہم شریعت کے اعتبار سے مُردہ بن گئے"۔ ہمارے اور شریعت کے درمیان جو رشتہ تھا وُہ ٹوٹ گیا۔ خداوند یسُوع مسیح کے ساتھ ہم بھی مصلُوب ہُوئے اور پھر مر گئے اور اُس کے ساتھ ایک نئی زندگی اور حالت میں جی بھی اُٹھے۔ اب ہمارا رشتہ اس عالی وقار ہستی کے ساتھ ہے جو مر گیا اور پھر جی اُٹھا، اس لئے ہمیں بھی اُس کے ساتھ مر جانے اور زندہ ہونے کی ضرورت ہے کیونکہ ہمیں بھی اُس نئی زندگی میں شریک ہونا ہے۔ اس مقدّس اور جلالی رشتہ میں منسلک ہو کر ہم ضرور پھل پیدا کریں گے۔ یہ رشتہ زندہ رشتہ ہے۔ یہ رشتہ نکاح کا رشتہ ہے اور اس کی داغ بیل اُس وقت ڈالی گئی جب شریعت کا ہم پر کوئی اختیار نہ رہا۔

رُومیوں ۷: ۵ "کیونکہ جب ہم جسمانی تھے تو گناہ کی رغبتیں جو شریعت کے باعث پیدا ہوتی ہیں موت کا پھل پیدا کرنے کے لئے ہمارے اعضا میں تاثیر کرتی تھیں"۔

جس وقت ہم شریعت کے ماتحت تھے ہم اپنی مرضی پر چلتے تھے۔ اُس وقت گناہ ہمارے جسم میں حکومت کرتا تھا۔ گناہ کی خواہشات جو گناہ کا پیش خیمہ ہیں وہ ہمارے جسم میں موجود تھیں اور گناہ کی تمام رغبتیں ہم پر اپنا اثر ڈال رہی تھیں۔

رُومیوں ۷: ۶ "لیکن جس چیز کی قید میں تھے اُس کے اعتبار سے مر کر اب ہم شریعت سے ایسے چھوٹ گئے کہ رُوح کے نئے طور پر نہ کہ لفظوں کے پُرانے طور پر خدمت کرتے ہیں"۔

اب خداوند یسُوع مسیح میں ہمارا ایک نیا رشتہ ہے اس لئے ہم تازہ زندگی میں شریک ہیں اور اُسی تازہ زندگی کی فضاؤں میں سانس لے کر ہم اپنا فرض ادا کر رہے ہیں۔ یہ نئی زندگی جو ہمیں عطا ہُوئی ہے اُس میں ہم پاک رُوح کے وسیلہ سے چلتے

ہیں۔ رُوح القدس اس نئی زندگی کا رُوح و رواں ہے۔ وُہی اس زندگی کا رہنما اور طاقت دینے والا ہے۔ جان کیلون کا کہنا ہے کہ شریعت سے ہم اپنے بُرے اعمال کو جان سکتے تھے۔ رُوح القدس ہماری اندرونی خواہشوں پر اثر نہیں ڈالتا تھا کیونکہ ہماری زندگی میں شریعت کو بہت ہی دخل تھا لیکن رُوح القدس نے ہماری مرضی کو نئے سانچے میں ڈھال کر ہمیں از سرِ نو پیدا کیا۔

رُومیوں ۷: ۷ ۔ "پس ہم کیا کہیں؟ کیا شریعت گناہ ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ بغیر شریعت کے مَیں گناہ کو نہ پہچانتا۔ اگر شریعت نہ کہتی کہ تُو لالچ نہ کر تو مَیں لالچ کو نہ جانتا۔" شریعت کا کارِ نمایاں یہی ہے کہ اُس نے ہماری خواہشات کی نشاندہی کی کہ وُہ کس قسم کی ہیں۔ اُس نے ہماری خواہشات کا جائزہ لیا اور کہا کہ یہ بُری ہیں لیکن شریعت کے اپنے اختیار میں نہیں تھا کہ وُہ ہمارے باطن میں کوئی ایسی مؤثر تبدیلی کرے جس سے ہم اپنی خواہشات پر قابُو پا سکیں۔ اس سلسلہ میں شریعت کی مثال کچھ اُس انسان کی سی ہے جو راہرو کو صرف اتنا بتاتا ہے کہ وُہ غلط راستے پر گامزن ہے لیکن وُہ اُسے اس راہ پر چلنے سے روک نہیں سکتا۔ شریعت کی صریحاً تعلیم ہے کہ کسی کی چیز یا کسی کے گھر یا بیوی یا مال و دولت کا لالچ نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ فعل نامناسب ہے لیکن ہم اس کی پرواہ نہیں کرتے اور ہم لالچ کرنے پر بضد ہوتے ہیں۔ لالچ کا گناہ بہت ہی بُری قسم کا گناہ ہے۔ حرص و ہوا کے سوتے انسان کے اپنے دِل سے پھُوٹتے ہیں۔ اُس کے دِل میں نہ جانے لالچ کے کتنے آتش فشاں پہاڑ پھٹ پڑنے کو بیقرار رہتے ہیں۔ ہماری بھولی بھالی معصوم صُورت سے دُوسروں کو وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ ہمارے باطن میں کس قسم کی قبیح خواہشات جنم لے رہی ہیں اور ہماری ظاہری صُورت سے عوام کو دھوکا ہوتا ہے۔ پولُس رسُول کے اس سوال کے جواب میں کہ کیا شریعت گناہ ہے، یہ کہا ہے "ہرگز نہیں" شریعت کا اپنا ایک مقام ہے۔

رومیوں ۷: ۸ "مگر گناہ نے موقع پاکر حکم کے ذریعہ سے مجھ میں ہر طرح کا لالچ پیدا کر دیا کیونکہ شریعت کے بغیر گناہ مُردہ ہے"۔

حضرت آدم کی تخلیق پر باغِ عدن میں خُدا نے اُسے شریعت عطا فرمائی یعنی اپنا "حکم" دیا کہ فلاں درخت کا پھل نہ کھانا اور اس حکم عدولی کے انجام سے بھی آگاہ کر دیا اور سانپ جو بڑا ہی مکار اور عیار تھا اُس نے حضرت آدم سے پُوچھا کہ کیا تمہارے لئے کوئی حکم ہے؟ لیکن اس حکم کا تجزیہ کرنے اور اُس کی افادیت معلوم کرنے کی چنداں ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ گناہ کی بیماری ہمارے باطن میں ہے۔ اندر ہی اندر یہ روگ ہمارے ضمیر کو کھائے جا رہا ہے یعنی گناہ کی خواہشات، مذموم اور قبیح ارادے تو ہماری اپنی سرشت میں ہیں۔ ان کے دل میں پیدا ہونے پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہے اور جب شریعت کا یہ حکم ہے کہ "فلاں کام نہ کرو" تو اس کام کے کرنے کی خواہش یا اس کے سرانجام ہونے کا خیال تو پیشتر سے ہی ہمارے دل میں ہوتا ہے۔ اب بُرے خیال کا دل میں پیدا ہونا بذاتِ خود بُرا فعل ہے اور حال یہ ہے کہ اس پر کوئی پابندی نہیں ہے۔

رومیوں ۷: ۹۔ "ایک زمانہ میں شریعت کے بغیر میں زندہ تھا مگر جب حکم آیا تو گناہ زندہ ہو گیا اور میں مر گیا"۔

اسی سلسلہ میں فلپیوں ۳: ۵۔ ۶ کا بھی مطالعہ کیجئے۔ پولس رسول کا مطلب یہ ہے کہ میں بجُونہی اپنی خواہشات کی تکمیل کیا کرتا تھا۔ یہی میری روش تھی لیکن جب شریعت کا واضح حکم مجھے ملا کہ یہ کام شریعت کے خلاف ہے تو میری خوشیوں کے شیش محل دھڑام سے نیچے آن رہے۔ شریعت نے کہا کہ میں اپنی خواہشات کو پورا کرنے سے باز رہوں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میری خوشی غم میں تبدیل ہو گئی اور میں مر گیا یا میری خوشی مر گئی۔ جُونہی انسان کو یہ معلوم ہونے لگتا ہے کہ وہ کام جو وہ کر چکا ہے

یا کر رہا ہے یا کرنے کا ارادہ کرتا ہے وُہ گُناہ ہے تو اُس کی تمام خُوشی کافور ہو جاتی ہے اور جب اُسے اپنے گناہ کا احساس ہوتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ گناہ کتنی بھیانک چیز ہے تو اُس کی رُوح کا تمام سکون اور چین درہم برہم ہو جاتا ہے اور جب تک اُسے اپنے گناہوں کی مُعافی نصیب نہ ہو وُہ کانٹوں پہ لوٹتا ہے اور بیقرار نظر آتا ہے ۔ لیجیئے ایک عام مثال سے وضاحت ہو جائے گی ۔

ایک ننّھا معصُوم بچّہ اپنے گھر کے صحن میں پھُولوں کی کیاریوں میں کھیل رہا ہے ۔ اُس کے چہرے پر خُوشی کے آثار ہیں لیکن وُہ پھُولوں کو توڑتا اور اُنہیں مسلتا ہے ۔ کئی ننّھی ننّھی کلیوں کو اُس نے توڑا اور مسل ڈالا اور بظاہر اپنے اس فعل سے بڑا ہی مسرُور ہُوا لیکن اچانک اُس کی شفیق ماں نے اپنے لختِ جگر کی اس حرکت کو دیکھا اور کہنے لگی کہ " میرے بیٹے ! یہ پھُول کتنے پیارے اور سُندر تھے ۔ تُم نے اُن کی نازک نازک پتیوں کو مسل ڈالا اور اُنہیں پائمال کیا ۔ میرے بیٹے یہ فعل مُستحسن نہیں ہے ۔ یہ پھُول ، حسین و خُوش نما پھُول ، گھر بھر کے لوگوں کے لئے خُوشی کا باعث تھے لیکن تُم نے اُنہیں پائمال کر کے اپنی دانست میں تو بڑا ہی اچھا فعل کیا ہو گا لیکن تمہیں کیا معلُوم کہ تُم نے اپنے اس فعل سے بہُت سے دِلوں کو دُکھ دیا ہے ۔ تو خُوبصُورت

غنچوں اور کلیوں کو توڑنا اور مسلنا تمہارا حق نہیں ہے" اور جب بچہ اپنی ماں کے یہ الفاظ سُنتا ہے تو اُس کے دِل کو ایک دھکا سا لگتا ہے کیونکہ اُس کی اپنی خوشیوں کا چراغ گل ہونے لگتا ہے۔ اُسے اپنی خوشی پُوری کرنے سے روکا جا رہا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ اپنی ماں کی باتوں پر عمل نہ کرے اور بڑے غصّہ سے اُس وقت تو اپنے جذبات کو دبانے کی کوشش کرے لیکن اس کے بعد موقع پا کر اُسی قسم کا کام پھر کرنے لگے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اپنے رویّہ پر شرمسار ہو اور آئندہ وہ اس قسم کی حرکت نہ کرے۔ وہ بڑی انکساری سے اپنے فعل پر ندامت کا اظہار کرے اور اپنی ماں سے مُعافی کا طالب ہو کیونکہ شفیق ماں کی برہمی کا باعث بچّے کا غیر مستحسن کام تھا۔ ماں بچّے کے درمیان جو نازک رشتہ تھا اُس میں تھوڑا سا فرق نظر آنے لگا۔ ماں کی خفگی بچّے کے لئے ناقابل برداشت تھی لہٰذا وہ اپنے پُرانے رشتہ کو ازسرِ نو اُستوار کرنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ ماں کی خوشی میں اُس کی خوشی ہو کیونکہ اس کے بغیر بچّہ کی زندگی اُجیرن ہو جاتی ہے۔

رُومیوں ۷: ۱۰ "وہ اور جس حُکم کا منشا زندگی تھا وُہی میرے حق میں موت کا باعث بن گیا۔" اسی کے ساتھ زبُور ۳۲: ۳-۴ ملاحظہ کریں۔

وُہ انسان جب اپنے گناہوں کے متعلّق معلُوم ہے وُہ مُستقلاً مصیبتوں اور موت میں مُبتلا رہتا ہے اور وُہ نجات کی تلاش میں

سرگرداں رہتا ہے اور کہتا ہے "میں کیا کروں کہ نجات پاؤں" شریعت تو محض گناہ کی نشاندہی کرتی ہے اور اُس میں قطعاً کوئی ایسی قوت موجود نہیں ہے کہ وہ مجھے گناہ کے بوجھ سے آزاد کرائے۔ گناہوں کے اس بوجھ تلے انسان کراہتا ہے اُس کے لبوں سے آہیں نکلتی ہیں۔ پھر لوقا ۱۸: ۱۸-۲۴ کا بھی مطالعہ کیجئے۔ وہ دولت مند کتنی خوشی سے خداوند یسوع مسیح کے پاس آیا کہ اُسے معلوم ہو سکے کہ وہ کس طرح ہمیشہ کی زندگی کا وارث ہو سکتا ہے۔ خداوند یسوع مسیح نے فرمایا "اپنا سب کچھ بیچ کر غریبوں کو بانٹ دے، تجھے آسمان پر خزانہ ملے گا" لیکن خداوند یسوع مسیح کے اس حکم کو سُن کر اُس دولت مند پر غم کے بادل چھا گئے۔ اُس نے محسوس کیا کہ اس حکم پر عمل کرنا اُس کے بس میں نہیں ہے کیونکہ وہ دولت جو اُس نے بڑی محنت سے اکٹھی کی تھی اور وہ اُس کی خوشی کا باعث تھی، اُسے بانٹ دینا امر محال تھا۔ لہٰذا اُس نے خداوند یسوع مسیح کے اس حکم کو درخور اعتنا نہ سمجھا اور وہ جیسا آیا تھا ویسا ہی اپنے گھر چلا گیا کیونکہ خون پسینے سے کمائی ہوئی دولت غریبوں میں بانٹ دینا دانش مندانہ قدم نہ تھا۔ وہ اپنی خوشی کے سامان کو اپنے ہاتھوں کس طرح برباد کر سکتا تھا لہٰذا خداوند یسوع مسیح کی تعلیم کا اُس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ یہ اُس کی روحانی موت تھی۔

رومیوں ۷: ۱۱ "کیونکہ گناہ نے موقع پا کر حکم کے ذریعہ سے

مجھے بہکایا اور اُسی کے ذریعہ سے مجھے مار بھی ڈالا۔"

اس آیت میں پولُس رسُول نے اپنی ہی روئداد بیان کی ہے۔ مسیحی ہونے سے پیشتر اُس کی زندگی فریب خوردہ ذہنیت کا شکار تھا۔ وُہ مسیحی کلیسیا کو ستانے میں فخر محسُوس کیا کرتا تھا۔ وُہ ایسے گناہ کا مُرتکب ہو رہا تھا جس میں اُسے خاص قسم کا حظ اور لذّت محسُوس ہوتی تھی۔ گُناہ گنہگار کو ایک حسین فریب میں مُبتلا رکھتا ہے۔ گناہ گنہگار کو یہ محسُوس ہی نہیں ہونے دیتا کہ وُہ اس قسم کا فعل کرنے سے اپنی عاقبت خراب کر رہا ہے یا اُس کا یہ سودا خسارے کا ہے بلکہ گنہگار ایک عجیب قسم کی خُوش فہمی میں مُبتلا ہوتا ہے، کہ ایک دو مرتبہ اپنی خواہشات کی تکمیل میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اپنی مرضی پُوری کرنے میں کیا حرج یا نقصان ہے لیکن جُونہی شریعت کے آئینہ میں اپنے فعل کی تصویر نظر آتی ہے اُس کے تمام داغ نمایاں ہو جاتے ہیں۔ وُہ داغ بڑے ہی بدنما معلُوم ہوتے ہیں اِنہیں دیکھ کر خُود بخُود گھن آتی ہے اور جب صُورت حالات سے آگاہی ہوتی ہے تو اُس وقت گنہگار غم کے بحرِ ذخّار میں غرق ہو جاتا ہے اور یُوں اُس پر موت کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

رُومیوں ۷ : ۱۲ "پس شریعت پاک ہے اور حُکم بھی پاک اور راست اور اچھا ہے۔ پس جو چیز اچھی ہے، کیا وُہ میرے لئے موت ٹھہری؟ ہرگز نہیں بلکہ گناہ نے اچھی چیز کے ذریعہ سے

میرے لئے موت پیدا کر کے مجھے مار ڈالا تاکہ اُس کا گناہ ہونا ظاہر ہو اور حکم کے ذریعہ سے گناہ حد سے زیادہ مکرُوہ معلوم ہو"۔

وُہ چیز جو اچھی ہے وُہ نہ ہی موت ہے اور نہ ہی موت کا باعث ہو سکتی ہے لیکن جہاں موت ہو وہاں اس اچھی چیز کا اثر کیا ہوگا۔ مقدّس پولُس رسُول یہ کہنا چاہتا ہے کہ جس زندگی کو مَیں زندگی سمجھتا تھا وُہ زندگی نہ تھی بلکہ موت تھی۔ خُدا کے کلام کا جتنا ہمیں علم ہوتا ہے اتنا ہی ہم خُدا کے کلام کو سمجھنے لگتے ہیں اور خُدا کے کلام کے علم اور اُس کی سمجھ سے ہم اپنی گناہ آلُود زندگی کے متعلّق بھی جاننے لگتے ہیں۔ گناہ کی حالت موت کی حالت ہے۔ تمام مسیحی علما اور مفسّرین متُفق ہیں کہ اس آیت میں پولُس رسُول نے اپنے یہُودی تجربہ کا ذکر کیا ہے یعنی یہ تجربہ دمشق کی راہ سے پیشتر کا ہے جب ابھی اُس نے خُداوند یسُوع مسیح کے جلال کا تجربہ نہیں کیا تھا اور جب اُس کی زندگی میں ایک انقلاب آیا اور اُس کی پُرانی انسانیت مر گئی تو وُہ ایک نیا مخلُوق بن گیا۔ یہ تجربہ اُس کا مسیحی تجربہ ہے جب اُس نے مسیح مصلُوب کی آواز سُنی تو اُس کی یہُودی انسانیت کا خول ہمیشہ کے لئے اُتر گیا اور اُسے نئی مسیحی زندگی عطا ہُوئی۔

رُومیوں ۷: ۱۴-۱۵ "کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ شریعت تو رُوحانی ہے مگر مَیں جسمانی اور گناہ کے ہاتھ بکا ہُوا ہُوں اور جو مَیں کرتا ہُوں، اُس کو نہیں جانتا کیونکہ جس کا مَیں ارادہ کرتا ہُوں وُہ نہیں کرتا بلکہ جس سے

مجھ کو نفرت ہے وُہی کرتا ہُوں"۔

یہ کس آدمی کی تصویر ہے؟ نئی پیدائش سے پہلے یا بعد کی۔ اس کے متعلق دو خیالات ہیں۔ علما کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ اس باب کے آخر تک مقدس پولُس رسُول نے اپنے تجربہ کی روئداد بیان کی ہے یعنی دمشق کی مہم پر روانہ ہونے سے پیشتر بھی اُسے ایک تجربہ ہُوا تھا لیکن بعض مسیحی مفکرّین کے خیال میں اس آیت سے باب کے آخر تک اُس نے اپنے نئے مسیحی تجربہ کا تفصیلی خاکہ پیش کیا ہے۔ راقم الحرُوف علما کے اس گروہ سے متفق ہے۔ جب کبھی مَیں خُداوند یسُوع مسیح پر غور کرتا ہُوں تو مَیں رُوح کی ہدایت پر چلتا ہُوں لیکن پُرانی انسانیت مجُھ میں ابھی تک زندہ ہے۔ یہ پُرانی انسانیت رُوح سے ہمیشہ برسرِپیکار ہے۔ اس لحاظ سے ہر انسان میں دو قسم کی انسانیت ہے وُہ آدمی جو نیا مخلُوق بن جاتا ہے اُس میں رُوحانی انسانیت جسمانی انسانیت سے زیادہ طاقتور ہوتی ہے لیکن غیر تبدیل شدہ آدمی میں جسمانی یا پُرانی انسانیت بڑی طاقتور ہوتی ہے۔ اس نظریہ کے ثبُوت میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ:۔

(۱) مقدس پولُس رسُول نے اس آیت میں فعل زمانہ حال استعمال کیا ہے اَور صیغہ واحد متکلم ہے یعنی وُہ یہ کہتا ہے کہ "مَیں جسمانی ہُوں" اَور "مَیں ارادہ کرتا ہُوں" "وُہی کرتا ہُوں"۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب تک انسان میں نئی انسانیت نہیں آتی وُہ نفس کا غلام اَور

جسمانی ہے اور پولس رسول نے فعل زمانہ حال اور صیغہ واحد متکلم [ا]ستعمال کیا ہے اور وہ اپنی غیر تبدیل شدہ حالت کا بیان کرتا ہے۔

۲۔ پولس رسول قلب صمیم سے اعتراف کرتا ہے کہ شریعت اچھی ہے اور چودھویں آیت میں وہ شریعت کو "روحانی" کہتا ہے۔ اسی باب کی سولھویں آیت میں شریعت کو "حکم" کہا گیا ہے بائیسویں آیت میں مقدس پولس رسول نے کہا ہے کہ "میں خدا کی شریعت کو بہت پسند کرتا ہوں"۔ پندرھویں آیت میں وہ گناہ سے نفرت کرتا ہے اور انیسویں آیت میں "بدی" کا ذکر ہے۔

یہ حالت غیر تبدیل شدہ آدمی کی ہے اور اس قسم کا آدمی شریعت کو نہ ہی روحانی تسلیم کرتا ہے اور نہ ہی نیک۔ مقدس پولس رسول کی تمام تعلیم کا لب لباب یہ ہے کہ شریعت میں ایسی کوئی قوت نہیں ہے کہ وہ کسی غیر تبدیل شدہ آدمی کو سزا سے بچائے اور زیر نظر حصہ میں اُس نے معقول دلائل سے ثابت کیا ہے کہ اگر کوئی آدمی نیا مخلوق ہے تو گناہ اور بدی کے مقابلہ کرنے میں شریعت اُسے کوئی امداد نہیں دے سکتی لیکن خداوند یسوع مسیح پر پورا پورا بھروسہ رکھنے سے اُس تبدیل شدہ آدمی کو کامرانی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ شریعت پر بھروسہ کرنا بالکل بے فائدہ ہے۔ مقدس پولس رسول نے واضح الفاظ میں اپنی کمزوری کا اعتراف کیا ہے کہ "جس کا میں ارادہ کرتا ہوں وہ

نہیں کرتا بلکہ جس سے مجھ کو نفرت ہے وُہی کرتا ہُوں۔"
راقم الحرُوف کو اَن گنت مرتبہ اسی قِسم کا تجربہ ہُوا ہے۔ قارئین
کرام غالباً آپ کی زندگی میں بھی اس قِسم کے مواقع ضرُور آئے
ہوں گے۔ وُہ احباب جو رُوحانی ترقّی کے بلند ترین زینے پر
ہیں اُنہیں سب سے زیادہ اس قِسم کی زندگی کا تجربہ ہے۔
پاکیزگی کی نعمت سے سرفراز ہونے کے لئے بہُت سی
رُوحانی آزمائشوں اَور مدارج سے گُذرنا پڑتا ہے۔
اپنے گناہوں کا اعتراف کرنا کوئی معمُولی کام نہیں
ہے۔ یہ کہنا کہ مَیں گنہگار ہُوں، بڑی بات ہے۔
پاکیزگی کی طرف یہ پہلا قدم ہے کیونکہ گناہ اَور پاکیزگی
ایک دُوسرے سے بالکل مختلف ہیں اَور جب ہمیں
پاکیزگی کی اہمیّت کا علم ہوتا ہے تو ہم یہ محسُوس کرنے
لگتے ہیں کہ ابھی اُس منزل سے بہُت دُور ہیں۔
قافلہ کی سمت تو متعیّن ہے اَور منزل کو بھی جانتے
ہیں لیکن منزل تک پہنچنا اتنا آسان نہیں ہے جتنا
خیال کیا جاتا ہے۔

رُومیوں ۷: ۱۶۔ "اگر مَیں اُس پر عمل کرتا ہُوں جس
کا ارادہ نہیں کرتا تو مَیں مانتا ہُوں کہ شریعت
خُوب ہے۔"

شریعت کی عظمت اور برتری کا اعتراف کیا گیا ہے اور ہر ایماندار مسیحی کا یہی حال ہے۔

رُومیوں ۷: ۱۷ "پس اس صُورت میں اُس کا کرنے والا مَیں نہ رہا بلکہ گُناہ ہے جو مُجھ میں بسا ہُوا ہے۔"

میرا تن اور میرا مَن سب کُچھ خُداوند یسُوع مسیح کا ہے۔ مَیں نے اپنی شخصیّت اور انفرادیّت کو اُس کے محبّت بھرے ہاتھوں میں سونپ دیا ہے لیکن گناہ کی وُہ آگ جو خرمنِ ہستی کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے ابھی تک مکمّل طور پر فرو نہیں ہُوئی۔ کبھی کبھار اس آگ کی کوئی چنگاری سُلگ کر بہُت بڑے آلاؤ کی صُورت اختیار کرنا چاہتی ہے اور اُسے کامرانی بھی ہوتی ہے۔ اس سے پیشتر یہ کہا گیا ہے کہ ہماری پُرانی انسانیّت یکسر فنا نہیں ہُوئی بلکہ وُہ صلیب پر ہے۔ جب تک ہم مسیحی مصلوُب کی طرف نگاہیں رکھتے ہیں طاقت کے سرچشمہ سے قوّت حاصل کرتے رہتے ہیں لیکن جُونہی ہم دُنیاوی جاہ و جلال اور اس جہان کی خواہشات میں کھو جاتے ہیں وُہ پُرانی انسانیّت صلیب سے اُتر کر ہم میں پہلے کی طرح کار فرما نظر آتی ہے یعنی خُداوند یسُوع مسیح سے مُستقلاً میل ملاپ رکھنا ہمارے لئے اشد ضرُوری ہے۔

رُومیوں ۷: ۱۸-۱۹ "کیونکہ مَیں جانتا ہُوں کہ مُجھ میں یعنی میرے جسم میں کوئی نیکی بسی ہُوئی نہیں البتہ ارادہ تو مُجھ میں موجُود ہے مگر نیک کام مُجھ سے بن نہیں پڑتے چنانچہ جس نیکی کا ارادہ کرتا ہُوں وُہ تو نہیں کرتا مگر جس بدی کا ارادہ نہیں کرتا اُسے کر لیتا ہُوں۔"

نیکی اَور بدی کی تمیز تو مجُھ میں ہے مگر نیکی کرنے کی استطاعت نہیں جب تک خُدا کی طرف سے قوت حاصل نہ ہوگی اپنے ارادوں میں کامیابی نہیں ہو سکتی۔ بدی کا یہ حال ہے کہ غیر ارادی طور پہ بھی بُرے افعال مجُھ سے سرزد ہو رہے ہیں۔

رُومیوں ۷: ۲۰-۲۳ "پس اگر مَیں وُہ کرتا ہُوں جس کا ارادہ نہیں کرتا تو اُس کا کرنے والا مَیں نہ رہا بلکہ گناہ ہے جو مجُھ میں بسا ہُوا ہے۔ غرض مَیں ایسی شریعت پاتا ہُوں کہ جب نیکی کا ارادہ کرتا ہُوں تو بدی میرے پاس آ موجُود ہوتی ہے کیونکہ باطنی انسانیت کی رُو سے تو مَیں خدا کی شریعت کو بہُت پسند کرتا ہُوں مگر مجُھے اپنے اعضا میں ایک اَور طرح کی شریعت نظر آتی ہے جو میری عقل کی شریعت سے لڑ کر مجُھے اُس گُناہ کی شریعت کی قید میں لے آتی ہے جو میرے اعضا میں موجُود ہے۔"

ہمیں اپنی ہستی کا جائزہ لیتے رہنا چاہیئے۔ اپنی کوتاہیوں

اور خامیوں کی طرف غور کریں، کچھ ایسے کام ضرور ہیں جو ہم کر سکتے ہیں لیکن کچھ باتیں ایسی بھی ہیں جو ہمارے حلقۂ اختیار سے باہر ہیں۔ اپنے آپ کا جائزہ لینا آسان ہے کیونکہ وہ کون سا شخص ہے جو اپنے آپ سے واقف نہ ہو۔ ان آیات میں "میں" "میرا" اور "مجھے" کی ضمیریں استعمال کی گئی ہیں۔ اگلے باب میں جہاں پولس رسول نے اپنی مخلصی کا بیان کیا ہے اُس نے "میں" کا لفظ صرف ایک مرتبہ استعمال کیا ہے۔ خداوند کریم اپنے رُوح پاک کے ذریعہ سے ہمیں مخلصی عطا فرماتا ہے۔

رُومیوں ۷: ۲۴ "ہائے میں کیسا کمبخت آدمی ہوں، اس موت کے بدن سے مجھے کون چھڑائے گا؟"

مقدس پولس رسول کی آواز ایک درماندہ رہرو کی آواز ہے جو اپنی منزل کی طرف جا رہا ہے لیکن راستہ کٹھن ہے۔ ہر ایک قدم پر مصیبتوں کے پہاڑ کھڑے ہیں اور وہ پکار اُٹھتا ہے "ہائے میں کتنا کم بخت آدمی ہوں" یہ آواز رُوح کی گہرائیوں سے بلند ہوتی ہے۔ کیا کبھی آپ نے راستے کی صعوبتوں کا خیال کر کے کبھی اتنی دردانگیز آواز نکالی ہے۔ راقم الحروف نے کئی مرتبہ اپنے دل کی گہرائیوں سے اسے پکارا ہے۔ "رُوح تو مستعد ہے مگر جسم کمزور ہے"۔(متی ۲۶: ۴۱)

ہمیں یہ کبھی نہ بھولنا چاہیئے کہ ہمارا بدن خُدا کا مُقدِس ہے۔ مقدس پولُس رسُول نے اپنی کمزوری اور درماندگی کا خُود اظہار کر دیا ہے ہمارا فرض ہے کہ ہم خُود حلیم رہیں۔

رُومیوں ۷: ۲۵۔" اپنے خُداوند یسُوع مسیح کے وسیلہ سے خُدا کا شُکر کرتا ہُوں۔ غرض مَیں خُود اپنی عقل سے تو خُدا کی شریعت کا مگر جسم سے گناہ کی شریعت کا محکُوم ہُوں۔"

نیا مخلُوق یا نئے سرے سے پیدا ہُوئے ہُوئے انسان کو سرچشمۂ حیات کا علم ہے۔ اُسے اچھی طرح سے معلُوم ہے کہ علم و عرفان، قوّت و اعانت کا سرچشمہ کون ہے۔ اپنی امداد کے لئے وُہ اُسی بزرگ و عظیم ہستی کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے جس کے قبضہ و اختیار میں یہ جہان اور اس کی ساری کائنات ہے۔ خُداوند یسُوع مسیح خُدا کا بیٹا نجات دینے پر قادر ہے۔ ہمیں اپنی کمزوریوں پر نگاہ کرنی چاہیئے اور پھر اُس پر ایمان رکھیں کہ اُس کی رحمت اور مہربانی سے ہم کامران زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ ایمان ہی وُہ قوّت ہے جس سے ہم ساری دُنیا کو مغلُوب کر سکتے ہیں (۱۔ یُوحنّا ۵: ۵)۔

اس خط کے ساتویں باب میں پولُس رسُول نے اپنے آپ کی تصویر پیش کی ہے۔ اُسے اعتراف ہے کہ وُہ خامیوں اور کوتاہیوں کا مجسّمہ ہے اور اُس میں کوئی نیکی بسی ہُوئی نہیں ہے۔

اپنی ذات میں وہ نیکی کرنے پہ قادر نہیں ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان میں کوئی ایسی طاقت نہیں کہ وہ نجات حاصل کر سکے۔ خُداوند یسُوع مسیح کے فضل سے ہی نجات مل سکتی ہے لیکن اگلے باب میں مقدّس پولُس رسُول نے خُداوند یسُوع مسیح کی طرف اپنی نگاہیں لگا دی ہیں۔ آٹھواں باب ساتویں باب سے کتنا مُختلف ہے۔ اِن دونوں میں آسمان زمین کا فرق ہے۔

آٹھواں باب

نظرِ ثانی اور تمہید

گذشتہ ابواب پر ایک طائرانہ نظر ڈالیئے۔ پانچویں باب میں مقدس پولس رسول نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ پاک خدا کے سامنے ہم کس طرح راستباز ٹھہرائے جاتے ہیں۔ خدا کے ساتھ جو ہمارا رشتہ ہے اُس کی تفصیل اس باب میں بیان کر دی گئی ہے۔ ہم راستباز ٹھہرائے ہُوئے لوگ ہیں۔

آٹھویں باب میں ایک راستباز زندگی پاک رُوح کی طاقت سے گُذاری جاتی ہے اور یہ رشتہ ایک نیا رشتہ ہے۔ گُناہ، دُنیا، جسم اور شیطان کے ساتھ جو ہمارا تعلق ہے اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

چھٹے باب میں مقدس پولس رسول نے دو سوالوں کا خود ہی جواب دیا کہ کیا گناہ کرتے رہیں تاکہ فضل زیادہ ہو؟ کیا ہم اس لئے گناہ کریں کہ شرلعیت کے ماتحت نہیں اور فضل کے ماتحت ہیں؟ ساتویں باب میں اُس نے شرلعیت سے آزادی کی تعلیم دی ہے حقیقی مسیحی زندگی میں داخل ہونے کے لئے شرلعیت سے آزاد ہونے کی ضرورت ہے تو پھر کیا شرلعیت گناہ ہے؟ ہرگز نہیں۔ شرلعیت رُوحانی اور نیک ہے لیکن

مَیں کمزور ہُوں ۔گناہ مُجھ میں بسا ہُوا ہے ۔ میری نئی انسانیت اَور گناہ ایک دُوسرے سے برسرِپیکار ہیں ۔ زیرِ نظر باب کامل آزادی کا خُوبصُورت گیت ہے ۔ اس گیت کی نغمگی اَور سرور آفرین پیغام کا کوئی جواب نہیں ۔ اس گیت میں مسیحی فتح اَور کامرانی کو فکر انگیز ذریعہ سے حسین وجمیل انداز میں پیش کیا گیا ہے ۔مسیحی فتح کی لازوال عظمت کا یہ گیت شاہکار ہے ۔ اس کے زیرو بم کی طرف نگاہ کیجئے کہ مقدّس پولُس رسُول کا اندازِ تکلّم کتنا کیف آفرین ہے جو رُوح کی گہرائیوں میں اُتر کر خُوشی و انبساط کی غیرفانی دولت عطا فرماتا ہے ۔

رُومیوں ۸ : ۱-۲ ۔ "پس اب جو مسیح یسُوع میں ہیں اُن پر سزا کا حُکم نہیں کیونکہ زندگی کے رُوح کی شریعت نے مسیح یسُوع میں مجھے گناہ اَور موت کی شریعت سے آزاد کر دیا"۔

اسی خط کے تیسرے باب کی اکیسویں آیت (۳ : ۲۱) ملاحظہ کیجئے ۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ شریعت کے بغیر خُدا کی راستبازی ظاہر ہوتی ہے ۔ساتویں باب میں شریعت سے آزاد ہونے کا استعارۃً ذِکر ہے ۔ہمیں اپنی کمزوری کے متعلق بار بار سوچنے کی ضرُورت نہیں ۔شریعت ہمیں راستباز ٹھہرانے میں قاصر نظر آتی ہے ۔ خُداوند یسُوع مسیح کے فضل نے وُہ کر دکھایا جو شریعت نہ کر سکی ۔اب ملاحظہ فرمائیے ۔

اوّل ۔ فضل سے ہم راستباز ٹھہرائے جاتے ہیں۔
دوم ۔ فضل کی طاقت سے ہماری زندگی راستباز اور پاک ہوتی جاتی ہے ۔ آٹھویں باب کا خاکہ یُوں ہے۔
ا ۔ ۸ : ۱ ۔ ۴ ۔ جب ہم رُوح میں رہتے ہیں تو سزا سے آزاد ہیں ۔
ب ۔ ۸ : ۵ ۔ ۱۷ ۔ اس رُوحانی زندگی کا پھل ہے (۱) خُوشی اور مُبارک حالت (۲) خُداوند کا فرزند ہونا (۳) خُداوند یسُوع مسیح کے جلال میں شریک ہونا۔
ج ۔ ۸ : ۱۸ ۔ ۳۰ ۔ ہمارے آئندہ جلال کی اُمید۔
د ۔ ۸ : ۳۱ ۔ ۳۹ ۔ ہمارے دِل فِکر اور خوف سے آزاد ہیں اور ہم اُمید میں رہتے ہیں ۔ کوئی چیز ہمیں خُدا کی محبّت سے جُدا نہیں کر سکتی اور نہ ہم اُس کی محبّت سے جُدا ہو سکتے ہیں۔
اس باب کی پہلی چار آیات میں مقدّس پولس رسُول کہتا ہے کہ خُداوند یسُوع مسیح نے ہمارے جسم میں گناہ کو برباد کر دیا اور زندگی کی رُوح کی قُدرت سے ہم مسیح یسُوع میں آزاد ہیں۔ ہم گناہ کی طاقت اور گناہ کی سزا سے بالکل آزاد ہُوئے اور یہ بات حقیقی خُوشی کی ہے ۔" زندگی کے رُوح کی شریعت آزادی بخشتی ہے۔

نوٹ :۔ زیرِ نظر باب میں اور ساتویں باب میں شریعت کے

کئی مطالب ہیں ۔ رُوح کی قدرت، طاقت اور اثر کا ذکر اس باب میں ہے "شریعت" یعنی مُوسیٰ کی شریعت سے مُراد خُدا کی شریعت یا خُدا کا کلام ہے اور "گناہ کی شریعت" گناہ کا اثر ہے فضل کے اثر نے مجھے گناہ اور موت کے اثر سے آزاد کر دیا۔

رُومیوں ۸ : ۳-۴ "اس لئے جو کام شریعت جسم کے سبب سے کمزور ہو کر نہ کر سکی وُہ خُدا نے کیا یعنی اُس نے اپنے بیٹے کو گناہ آلُود جسم کی صُورت میں اور گناہ کی قربانی کے لئے بھیج کر جسم میں گناہ کی سزا کا حُکم دیا تاکہ شریعت کا تقاضا ہم میں پُورا ہو جو جسم کے مطابق نہیں بلکہ رُوح کے مطابق چلتے ہیں"۔

شریعت کی محدُود متعیّن ہیں۔ شریعت گنہگار کو راستبازی اور پاکیزگی عطا کرنے سے قاصر ہے کیونکہ وُہ انسان کو صرف حُکم دیتی ہے اور بس کسی گنہگار انسان میں باطنی تبدیلی پیدا کرنا یا اُسے نیا مخلُوق بنانا شریعت کے بس کا روگ نہیں کیونکہ وُہ تو محض ایک بیرونی طاقت ہے۔ خُداوند یسُوع مسیح نے نہ ہی صرف شریعت کو پُورا کیا بلکہ اُس نے سزا بھی پُوری کی۔ اُس کی قوّت مُجھے بھی نیا مخلُوق بنا دیتی ہے۔ اُس کے رُوح کی لامحدُود قوّت مُجھے فتحیاب زندگی بخشتی ہے۔

"خُدا نے کیا" اس محاورے سے یہ مُراد ہے کہ ایسا کرنا صرف اُسی ذاتِ الٰہی کا ہی کام ہے۔ وُہی ابتدا اور وُہی انتہا ہے۔ اُسی نے شرُوع کیا اور وُہی پایۂ تکمیل تک پہنچاتا ہے۔

"گناہ آلودہ جسم کی صورت میں"۔ خداوند یسوع مسیح کلام خدا تھا۔ وہ کلام مجسم ہوا یعنی اُس نے حقیقی جسم اختیار کیا لیکن خداوند یسوع مسیح گناہ سے آزاد تھا۔ مقدس پولس رسول نے خداوند یسوع مسیح کے تجسم کے متعلق کہا ہے کہ وہ "گناہ آلودہ" جسم کی صورت میں آیا۔ یہ بات بڑی ہی معنی خیز ہے۔ کلام خدا جو پاک اور بے عیب اور برحق تھا اُس نے وہی صورت اختیار کی جو گنہگار انسانوں کی تھی تاکہ وہ صحیح معنوں میں بنی نوع انسان کا کفارہ ہو سکے۔ ملاحظہ فرمائیں عبرانیوں ۴ : ۱۵-۱۶، فلپیوں ۲ : ۷ +

"گناہ کی سزا کا حکم"۔ گناہ نے حضرت آدم کے جسم میں بادشاہی کرنی شروع کی، لیکن تخلیق آدم کے وقت گناہ کا وجود نہ تھا۔ حضرت آدم کو قادر مطلق خدا نے اپنی ذات اور صفات کا مظہر پیدا کیا لیکن جونہی اُس نے حکم خداوندی کی خلاف ورزی کی وہ خدا کی رحمت سے محروم ہو گیا اور گناہ کی سزا کا مستوجب ہوا لیکن خداوند یسوع مسیح کی بے نظیر قربانی نے گناہ کی شیطانی قوتوں کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا اور جس وقت ہم روح میں چلتے ہیں تو یہ سب کچھ ممکن ہوتا ہے۔ گناہ جو نسل انسانی کا دشمن ازلی ہے اُسے صلیب پر شکست ہوئی۔ ملاحظہ فرمایئے کلسیوں ۲ : ۱۴-۱۵

"تاکہ شریعت کا تقاضا ہم میں پورا ہو"۔ خداوند یسوع مسیح نے شریعت کے تقاضا کو پورا کیا اور جس طرح اُس نے سب کچھ پورا

کیا، اُسی طرح ہم بھی اُس کی طاقت سے سب کچھ پورا کریں گے لیکن شریعت کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے رُوح میں چلنے کی ضرورت ہے اور بیشتر مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم رُوح میں نہیں چلتے بلکہ اپنی من مانی کرتے ہیں۔ ہماری روش رُوح کی روش نہیں ہوتی اور ہم ایسی راہ پہ جادہ پیما ہوتے ہیں جس سے ہم منزلِ مقصود پر نہیں پہنچ سکتے۔ اِدھر اُدھر ٹانک ٹوئیاں مارنا لاحاصل ہے۔

ب :۔ رُومیوں ۸ : ۵۔ ۱۷۔ رُوحانی زندگی کا پھل یعنی اندرونی نیّت بدل گئی۔

رُومیوں ۸ : ۵۔ ۶ " کیونکہ جو جسمانی ہیں جسمانی باتوں کے خیال میں رہتے ہیں لیکن جو رُوحانی ہیں، رُوحانی باتوں کے خیال میں رہتے ہیں اور جسمانی نیّت موت ہے مگر رُوحانی نیّت زندگی اور اطمینان ہے۔" مقدّس یُوحنّا رسُول کی انجیل ۳ : ۶ ملاحظہ فرمائیے۔ خُداوند یسُوع مسیح نے فرمایا کہ جو جسمانی ہیں جسم کے لئے زندگی گذارتے ہیں مثلاً جسمانی تقاضوں کو پُورا کرتے ہیں۔ کھانا، پینا، کپڑے پہننا اور اس زندگی کے دُوسرے لوازمات کو پُورا کیا جاتا ہے کیونکہ جسم کو گرمی سردی اور دُوسری تکالیف سے بچانے کی ضرورت ہے، لیکن رُوحانی زندگی اِن جسمانی تقاضوں کو پُورا کرنے کا نام نہیں ہے رُوح کے لئے خالص رُوحانی چیزوں کی ضرورت ہے۔ رُوحانی زندگی ایک نئی زندگی ہے جو اعلیٰ اور برتر ہے۔ اس زندگی کو

صبر کرنے والے رُوحانی باتوں کے طالب ہوتے ہیں۔ جسمانی خواہشات کے غُلام حیوانوں اور جانوروں کی طرح پیدا ہوتے، زندگی کے تقاضوں کو پُورا کرتے اور مر جاتے ہیں۔ اُن کا خُدا کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ خُدا سے جُدا ہونا موت ہے۔ خُدا رُوح ہے اور رُوحانی باتوں کے طالب زندگی میں رہتے ہیں۔ جب ہم رُوح میں ہیں تو اس خط کے ساتویں باب میں جس جنگ کا ذکر ہے اُس کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور ہمیں اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

رُومیوں ۸: ۷-۸ "اس لئے کہ جسمانی نیّت خُدا سے دُشمنی ہے کیونکہ نہ تو خُدا کی شریعت کے تابع ہے نہ ہو سکتی ہے اور جو جسمانی ہیں وُہ خُدا کو خُوش نہیں کر سکتے" جسم کے غلام یعنی جسمانی خواہشات کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے والے خُدا کو پہچان نہیں سکتے۔ اُن کی دُنیا فانی ہے اور وُہ اس فانی دُنیا کی شان و شوکت کو حاصل کرنے کی خاطر تمام نفسانی حربے استعمال کرتے ہیں۔ اُن کی دُنیا کے تقاضے رُوحانی تقاضوں سے بالکل مختلف ہیں۔ وُہ دُنیا کو حاصل کرنے میں لگے رہتے ہیں (۱-یُوحنّا ۲: ۱۵-۱۷)۔ ہمارے اپنے دلوں میں لاتعداد خواہشات ہوتی ہیں لیکن کبھی کبھی ہم ان خواہشات کی تکمیل سے قاصر ہوتے ہیں کیونکہ ہمارے راستے میں بے شمار مُشکلات ہوتی ہیں۔

۱۹۴۷ء میں جب برصغیر ہند و پاکستان آزاد ملکوں کی حیثیت سے دُنیا کے نقشہ پر جلوہ افروز ہُوئے تو نفرت و کدورت کی

وُہ دبی سی چنگاری جو دِلوں میں صدیوں سے سُلگ رہی تھی اُس نے ایک خوفناک الاؤ کی صُورت اختیار کرلی۔ فسادات کی آگ نے برعظیم کے خرمنِ امن کو راکھ کر ڈالا۔ انسانوں نے درندوں کی طرح اپنے بھائیوں کا خُون بہایا۔ معصُوم بچّوں اَور صنفِ نازک پر وُہ ستم ڈھائے گئے کہ انسانیّت کُلبلا اُٹھی۔ انسانی خُون سے ہولی کھیلی گئی۔ انسانوں میں حیوانیّت جاگ اُٹھی اَور قتل و غارت کا وُہ بازار گرم ہُوا کہ چنگیز خاں اَور ہلاکو خاں کے زمانے کی یاد تازہ ہو گئی۔ عصمت دری کے رُوح فرسا واقعات سُن کر آدمیّت نے ندامت سے آنکھیں بند کرلیں۔ ظلم و تشدّد کی حکمرانی تھی۔ اچھے بھلے پڑھے لکھے انسان بھی تمام اخلاقی حدُود کو پھاند گئے اَور فرقہ وارانہ فساد کی آگ کو ہَوا دینے لگے۔ ہر طرف قیامت کا سماں تھا۔ شیطنت کی عارضی فتح سے ابلیس کی تمام طاغوتی طاقتیں شادمان نظر آتی ہیں اَور یہ سب کُچھ اُس خبیث جسمانی نیّت کی وجہ سے ہُوا جو خُدا کی دُشمن ہے۔ بے شک انسان نے علم و حکمت و کمال حاصل کرلیا ہے اَور وُہ فضائے آسمانی کی چھان بین میں سرگرمِ عمل ہے۔ زمین کی گہرائیوں میں اُتر کر وُہ کائنات کے مخفی خزانوں کو معلُوم کرتا ہے، اُس کی عقل اتنی باریک ہو چلی ہے کہ اُس نے قُدرت کے سربستہ رازوں کو طشت از بام کر دیا ہے۔ اُس کے عرُوج کی داستان کتنی حسین ہے لیکن اگر انسانی دِل خُداوند یسُوع مسیح کے فضل سے تبدیل نہ ہو تو

سائنس کی یہ شاندار ترقی بالکل بے معنی اَور بے فائدہ ہے۔ تبدیل شدہ دِل خُدا کے دوست ہیں لیکن وُہ دِل جو خُداوند یسُوع مسیح کے فضل سے تبدیل نہ ہوں وُہ خُدا کے دُشمن ہیں اَور وُہ کبھی خُدا کو خُوش نہیں کر سکتے۔

رُومیوں ۸ : ۹۔ "لیکن تُم جسمانی نہیں بلکہ رُوحانی ہو بشرطیکہ خُدا کا رُوح تُم میں بسا ہُوا ہے مگر جس میں مسیح کا رُوح نہیں وُہ اُس کا نہیں"۔ اسی سلسلہ میں مقدّس یُوحنّا رسُول کی انجیل ۳ : ۳-۵ کا مطالعہ کیجئے۔ رُوحانی تبدیلی انسان کو رُوح کی انتہائی بلندیوں تک سرفراز کرتی ہے لیکن عرش معلی تک پہنچنے کا یہ مُعجزہ صرف اُسی وقت رُونما ہوتا ہے جب ہمارا خُدا کے ساتھ رُوحانی رشتہ ہے اَور اگر ہم خُدا کے دُشمن ہیں تو اس صُورت میں رُوح کی بلندیوں کے خواب نہیں دیکھے جا سکتے۔ ہماری رُوحانی بلند پروازی صرف اُسی صُورت میں ممکن ہے جب مسیح میں ہیں۔ جو کوئی مسیح میں ہے وُہ نیا مخلُوق ہے۔ پُرانا مخلُوق فانی ہے اَور وُہ گناہ کی فانی لذّتوں کے سیراب میں زندگی کی متاعِ عزیز کو ضائع کر رہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے ۲۔ کرنتھیوں ۵ : ۱۷۔

خُداوند یسُوع مسیح کے بغیر کسی قسم کی زندگی کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مشہُور مسیحی عالم ڈاکٹر ہنرک کریمر نے اسلام اَور مسیحیت کے متعلّق کیا خُوب فرمایا ہے کہ اسلام اَور مسیحیّت کا نہ ہی مقابلہ کیا جا سکتا ہے اَور نہ ہی موازنہ۔ اسلام ایک تعلیم ہے مگر مسیحیّت ایک

زندگی - لہٰذا تعلیم اور زندگی میں کیا نسبت اور کیا مقابلہ۔ عقل و دانش اور فلسفہ کی گتھیوں کو سلجھانے والے عالم مسیحی زندگی کی گہرائیوں سے لذّت آشنا نہیں ہو سکتے۔ مسیحی ہونا سادہ ایمان کی سادہ کہانی ہے۔ بعض عالم اپنی عقل سے مسیحیت کی تعلیم کو سمجھنے کی کوشش میں کامیاب ہوتے ہیں اور اعتراف کرتے ہیں کہ یہ تعلیم بڑی بلند اور عالم گیر ہے مگر پھر بھی وُہ خداوند یسوع مسیح کی رُوح سے عاری ہوتے ہیں۔ وُہ خداوند یسوع مسیح کو اپنا نجات دینے والا اور خداوند قبُول نہیں کرتے۔

طبی دُنیا میں حیرت انگیز انقلاب آیا ہے۔ ڈاکٹروں نے علم جرّاحی میں ایسے شاندار کارنامے دکھائے ہیں کہ انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ تحقیق و جستجو کی نئی راہیں کُھل چُکی ہیں۔ علم طب میں تحقیق کرنے والوں نے اپنے تجربات سے یہ ثابت کیا ہے کہ صغر سنی میں بعض مرنے والے بچّوں کی موت کا باعث یہ ہوتا ہے کہ موروثی طور پہ اُن کے خُون میں ایسے جراثیم اور مادے (ANTI BODIES) موجُود ہوتے ہیں جو اُن کی موت کا سبب بنتے ہیں۔ جب بچّہ اپنی ماں کے رِحم میں پرورش پاتا ہے تو وُہ جو خوراک حاصل کرتا ہے اُس سے اُس کی رگوں میں زندگی کا خُون دوڑتا ہے اور یہ وُہی خُون ہے جو اُس کے اپنے والدین کا ہے۔ اس خُون میں ایک تصادم اور کشمکش

رہتی ہے۔ انگریزی میں اسے Rh. Factor کہا جاتا ہے۔ لیکن آج کل دُنیا کہاں سے کہاں پہنچ چکی ہے۔ انسان کی تحقیق و جستجو کا یہ حال ہے کہ اُس نے یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ صغر سنی کی ان اموات کا علاج ممکن ہے۔ وُہ بچہ جو ایسے والدین کے خُون کی آمیزش سے پیدا ہُوا ہو جن میں موت کے مواقع زیادہ ہیں، اگر اُس میں سے اُس کے والدین کا خُون نکال کر اُس کی جگہ صالح اَور زندگی بخش خُون ڈال دیا جائے تو وُہ بچہ تندرُست اَور زندہ رہے گا۔ اس قسم کے اپریشن نے علمِ جراحی میں حیرت انگیز انقلاب برپا کر دیا ہے۔ سائنس کا یہ ایسا کارنامہ ہے جس پر بنی نوع انسان بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں۔ اسی طرح خُدا نے ایسا انتظام کیا کہ ہم مسیح میں مر جائیں اَور مسیح کی تازہ زندگی ہم میں آ جائے تاکہ اُسی کی زندگی کے سبب سے ہم زندہ رہیں۔

علمِ طب سے ایک اَور مثال ملاحظہ کیجئے۔ آپ نے ذیابیطس کے بیشتر مریض دیکھے ہوں گے۔ یہ جان لیوا مرض انسانی جسم کو کھوکھلا کر دیتی ہے اَور آہستہ آہستہ مریض راہیٔ مُلکِ عدم ہو جاتا ہے۔ مریض کے خُون میں شکر ہوتی ہے اَور نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ مریض دم توڑ دیتے ہیں لیکن اگر مریض کو ڈاکٹر کی زیرِ ہدایت انسولین (INSULIN) کا ٹیکہ کرایا جائے تو وُہ زندہ رہتا ہے۔ متواتر دوائی کا استعمال کرتے رہنے سے مریض کے چہرے پر رونق رہتی ہے اَور اُس کا حال بہتر نظر آتا ہے لیکن جونہی

علاج معالجے میں کوتاہی ہوئی مرض کے جراثیم انسانی جسم میں تباہی کے آثار پیدا کرنے شروع کر دیتے ہیں اور مریض کچھ عرصے کے بعد ختم ہو جاتا ہے گویا ذیابیطس کے مریض کے لئے علاج تو ہے اور جونہی علاج میں کوتاہی ہوئی مرض نے حملہ کیا اور غریب مریض ختم ہو گیا - اسی طرح جب تک ہم مسیح سے فضل اور تازہ زندگی حاصل کرتے ہیں، تب تک ہم رُوحانی طور پر تندرست رہتے ہیں، سو ضرورت ہے کہ ہم ہر وقت یاد رکھیں کہ ہم کمزور مریض ہیں اور روز بروز اُس سے مدد حاصل کرتے جائیں۔

ایک اور مثال بھی ملاحظہ کیجئے۔ کئی مریض دِل اور پھیپھڑوں کے ایسے مُہلک مرض میں مُبتلا ہوتے ہیں کہ اُن کے لئے سانس لینا محال ہوتا ہے - مریض کے پھیپھڑے اور دِل بیکار ہو جاتے ہیں لیکن علم سائنس کی حیرت انگیز ایجادات نے زندگی سے مایوس مریضوں کو بھی مُژدۂ جانفزا دیا ہے - ایک ایسی مشین ایجاد ہوئی ہے جس نے ہماری مُشکلیں آسان کر دی ہیں - مریض کے دل اور پھیپھڑوں کے ساتھ یہ مشین لگا دی جاتی ہے اور یہ مشین اُسی طرح سے دِل اور پھیپھڑوں کے نظام کو چلاتی ہے جس طرح عام تندرست آدمی کے پھیپھڑے اور دِل کام کرتے ہیں - یہ مصنوعی دِل اور پھیپھڑے آدمی کے لئے زندگی کا سامان ہیں - اگر یہ مشین اپنا کام نہ کرے یا اُس کے کسی کل پُرزے میں نقص واقع ہو یا اسے

مریض سے علیحدہ کر دیا جائے تو پھر مریض کی زندگی ختم ہو جائے گی کیونکہ اُسی مشین کی بدولت تو مریض زندوں میں شمار ہوتا ہے ورنہ وُہ کبھی کا شہر خاموشاں میں ہوتا اور نہ زمین کے کیڑوں نے اُس کے گوشت کو چٹ کر لیا ہوتا۔ یہی حال ہمارا ہے جب تک ہم خُداوند یسُوع مسیح میں قائم رہتے ہیں وُہ ہمارے لئے سب کُچھ کرتا ہے۔ وُہ ہمارے وُہ کام کرتا ہے جو ہم خُود نہیں کر سکتے۔ سرچشمۂ نُور سے جُدا ہو کر ہم گناہ کی گہری تاریکیوں میں کھو جاتے ہیں۔ جب تک ہم زندگی سے وابستہ رہتے ہیں ہم زندہ ہیں لیکن جُونہی زندگی سے ہمارا رشتہ ٹُوٹ گیا ہم موت کی بھیانک وادیوں میں پہنچ گئے۔

رُومیوں ۸: ۱۰ "اور اگر مسیح تُم میں ہے تو بدن تو گناہ کے سبب سے مُردہ ہے مگر رُوح راستبازی کے سبب سے زندہ ہے"

مقدس پولُس رسُول نے ساتویں باب کی باتوں کو پھر دُہرایا ہے۔ بدن میں موت ہے لیکن رُوح میں فتح اور زندگی ہے۔

نوٹ:۔ مسیحی کی موت اور غیر مسیحی یا جسمانی شخص کی موت میں آسمان زمین کا فرق ہے۔ خُداوند یسُوع مسیح کے لوگ یا وُہ لوگ جو مسیح میں ہیں اُن کے لئے موت کوئی ڈرنے کی چیز نہیں بلکہ یہ تو زندگی کا دروازہ ہے کیونکہ موت ہمیں بدن کی قید سے آزاد کرتی ہے لیکن غیر مسیحی موت سے کانپتا ہے کیونکہ موت کے بعد ہی سزا کا سلسلہ شرُوع ہو گا۔

رُومیوں ۸ : ۱۱۔ "اور اگر اُسی کا رُوح تُم میں بسا ہُوا ہے جس نے یسُوع کو مُردوں میں سے جلایا تو جس نے یسُوع کو مُردوں میں سے جلایا وُہ تُمہارے فانی بدنوں کو بھی اپنے اُسی رُوح کے وسیلہ سے زندہ کرے گا جو تُم میں بسا ہُوا ہے"۔

مقدّس پولُس رسُول نے نہ ہی صرف ایک مرتبہ بلکہ کئی مرتبہ خُدا قادرِ مُطلق کی اِس لاثانی طاقت کا ذِکر کیا ہے جس سے اُس نے خُداوند یسُوع مسیح کو مُردوں میں سے زندہ کیا اور چُونکہ وُہ خُود مُردوں میں سے زندہ ہُوا لٰہذا وُہ ہمیں بھی زندگی کی نعمت اور مکمل نجات عطا فرما سکتا ہے اور ہمارے لئے یہ کتنی خُوشی کی بات ہے۔

رُومیوں ۸ : ۱۲-۱۳ "پس اَے بھائیو! ہم قرضدار تو ہیں مگر جسم کے نہیں کہ جسم کے مطابق زندگی گذاریں، کیونکہ اگر تُم جسم کے مطابق زندگی گذارو تو ضرُور مروگے اور اگر رُوح سے بدن کے کاموں کو نیست و نابُود کروگے تو جیتے رہوگے"۔

اس کے ساتھ ہی رُومیوں ۱ : ۱۴ کا مطالعہ کیجئے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم خُدا کے حُکموں کو مانیں۔ رُوح میں چلنے سے ہمیں راستبازی اور پاکیزگی ملتی ہے۔ وُہ ہمارا خُدا ہے اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم اُس کی خدمت کریں۔ جسمانی لوگ حیوانوں کی طرح زندگی گذارتے ہیں، اس طرح سے زندگی

بسر کرنے والے لوگ جسمانی خواہشات میں مُبتلا رہ کر مر جاتے ہیں لیکن رُوح کی قوّت میں چلنے والے گناہ پر فتح حاصل کرتے ہیں۔ وُہ اَبدی زندگی میں شریک ہوں گے۔

رُومیوں ۸ : ۱۴۔ "اس لئے کہ جتنے خُدا کے رُوح کی ہدایت سے چلتے ہیں وُہی خُدا کے بیٹے ہیں۔"

خُدا کے رُوح کا کام یہ ہے کہ وُہ ہمیں ہدایت کرتا ہے لیکن ہمیں کسی کام کے کرنے پر مجبُور نہیں کرتا۔ وُہ لوگ جو عجز و انکساری سے اُس کی ہدایت کے طالب ہوتے ہیں، خُدا اُنہیں ہدایت فرماتا ہے اور وُہ اُس کے فرمان کے مطابق چلتے ہیں۔ وُہ خُدا کے بیٹے ہیں۔ خُدا کے بیٹے ہونے میں تین باتیں ہیں۔

۱۔ خُدا کی مانند ہونا۔

۲۔ خُدا کی محبّت میں شامل ہونا۔

۳۔ خُدا کی میراث کے وارث ہونا۔

رُومیوں ۸ : ۱۵۔ "کیونکہ تُم کو غُلامی کی رُوح نہیں ملی جس سے پھر ڈر پیدا ہو بلکہ لے پالک ہونے کی رُوح ملی جس سے ہم ابّا یعنی اَے باپ کہہ کر پُکار سکتے ہیں۔"

ہم خُدا کے لے پالک ہیں نہ کہ نوکر۔ یہُودی قوم میں مُتبنیٰ بنانے یا لے پالک کا دستُور یا رواج نہ تھا لیکن رُومیوں اور یُونانیوں

بیں لے پالک کی رسم عام تھی ۔ لے پالک بچّہ شرعی اور مُلکی قوانین کے مطابق خاندان کا جائز رُکن سمجھا جاتا تھا۔ رُومی اور یُونانی معاشرے میں یہ چیز عام تھی اور "لے پالک" بنانا خُدا کے مُفت فضل کا کام ہے۔ اِس سے ہم خُدا کے فرزندوں میں شمار ہو جاتے ہیں۔ وُہ حقُوق جو فرزندوں کو حاصل ہوتے ہیں وُہی لے پالکوں کو بھی مِل جاتے ہیں لیکن اُن پر وُہی فرائض اور ذمّہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں اور لے پالک فرزندوں کی طرح راستباز بھی ٹھہرائے جاتے ہیں مگر راستباز ٹھہرانا عدالت کا کام ہے یہ قانُونی یا آئینی مسئلہ ہے۔ جب کسی فرد کو لے پالک بنایا جاتا ہے تو وُہ خاندان کا رُکن بن جاتا ہے۔ لے پالک بنانے والے اپنی محبّت کا اظہار کرتے ہیں۔ پس ہم بھی اپنے خُدا کو "ابّا اے باپ" کہہ کر پُکارتے ہیں۔ خُداوند یسُوع مسیح نے خُود بھی ہمیں یہی نمونہ دیا۔ (مرقس ۱۴ : ۲۶)

رُومیوں ۸ : ۱۶ - ۱۷ ۔ "رُوح خُود ہماری رُوح کے ساتھ مِل کر گواہی دیتا ہے کہ ہم خُدا کے فرزند ہیں، اگر فرزند ہیں تو وارث بھی ہیں یعنی خُدا کے وارث اور مسیح کے ہم میراث۔ بشرطیکہ ہم اُس کے ساتھ دُکھ اُٹھائیں تاکہ اُس کے ساتھ جلال بھی پائیں۔"

ہمارے دِل میں دو آوازیں پیدا ہوتی ہیں یعنی "ہمارے اپنے رُوح کی آواز" اور "پاک رُوح کی آواز"۔ پاک رُوح

ہمیں خُداوند یسُوع مسیح کی باتیں یاد دلاتا ہے۔ بائبل مقدّس کی وُہ باتیں جو ہماری سمجھ سے باہر ہیں وُہ ہمارے سامنے ایک واضح حقیقت نظر آتی ہیں اور پاک رُوح ہمیں یہ بتاتا رہتا ہے کہ ہم خُدا کے فرزند ہیں۔ پاک رُوح کی گواہی کی اشد ضرُورت ہے۔ یہودی قانونِ وراثت کے مطابق بڑے بیٹے کو دوگنا حِصّہ ملتا تھا اور لے پالک بچّوں اور بیٹیوں کو وراثت میں سے کچھ نہیں ملتا تھا لیکن رُومی قانُون کے مطابق لے پالک بیٹے بیٹیاں عام بچّوں کی طرح جائداد میں برابر کے شریک سمجھے جاتے تھے اور اُنہیں وراثت میں سے یکساں حِصّہ ملتا تھا۔ ہماری انتہائی خُوش قسمتی ہے کہ ہم بھی بڑے بھائی کی طرح میراث میں شریک ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ ہم مسیح میں ہوں۔ خُداوند یسُوع مسیح خُدا کی میراث کا حقیقی وارث ہے اور جب ہم اُس میں ہُوئے تو اُس کے ساتھ وارث بھی ہیں۔

ج ۔ ہماری آئندہ جلال کی اُمید ۸: ۱۸۔ ۳۰

رُومیوں ۸: ۱۸ "کیونکہ میری دانست میں اس زمانہ کے دُکھ درد اس لائق نہیں کہ اُس کے جلال کے مقابل ہوسکیں جو ہم پر ظاہر ہونے والا ہے"

مقدّس پولُس رسُول نے اس زندگی کے دُکھ درد کو صبر و تحمّل سے برداشت کرنے کی تلقین کی ہے۔ اسی ضمن میں

۲- کرنتھیوں ۱۱ : ۲۳ - ۳۳ کا مطالعہ کیجئے - پولُس رسُول سے زیادہ زندگی کے مصائب سے کون واقف تھا؟ لیکن مصائب کی بھٹی میں پڑ کر وُہ کُندن ہو گیا- اُس نے صبر و استقلال سے دُکھوں کا مقابلہ کیا کیونکہ اُسے معلُوم تھا کہ خُدا کے فرزندوں کی میراث بڑی بیش قیمت ہے۔

۱- مخلُوقات کی آرزو اس بات کا ثبوُت ہے کہ آنے والا جلال نہایت ہی قیمتی ہوگا۔

۲- پولُس رسُول کہتا ہے کہ پاک رُوح ان چیزوں کے حاصل کرنے میں ہماری مدد کرتا ہے۔

۳- سب انتظام خُدا کے ہاتھ میں ہے اس لئے لازمی بات ہے کہ اس سے بھلائی پیدا ہوگی اور یہ پاک رُوح کا کام ہے۔

رُومیوں ۸ : ۱۹ "کیونکہ مخلوقات کمال آرزو سے خُدا کے بیٹوں کے ظاہر ہونے کی راہ دیکھتی ہے"۔

۸ : ۲۰- "اس لئے کہ مخلُوقات بطالت کے اختیار میں کر دی گئی تھی نہ اپنی خُوشی سے بلکہ اُس کے باعث سے جس نے اُس کو،

۸ : ۲۱- "اس اُمید پر بطالت کے اختیار میں کر دیا کہ مخلُوقات بھی فنا کے قبضہ سے چھُوٹ کر خُدا کے فرزندوں کے جلال کی آزادی میں داخل ہو جائے گی"۔

پولُس رسُول نے "راہ دیکھتی ہے" کا محاورہ استعمال کیا ہے۔ اس کا مطالبہ یہ ہے کہ مخلُوقات کے دِل میں اُمید ہے یونانی زبان میں اس سے یہ مُراد ہے کہ مخلُوقات کے دِل میں یہ خیال اُبھرتا ہے کہ کیا وُہ آنے والے جلال میں شامل ہوگی یا نہیں اور یہ سوال جائز سوال ہے۔ ملاحظہ فرمایئے (یسعیاہ ۱۱: ۶-۱۰)

تمام مخلوقات میں وُہی گناہ سرایت کر چُکا ہے جو حضرت آدم کی خاصیت ہے۔ موت اور بڑھاپا تمام مخلُوقات میں ہے اور اسی کی غلامی میں زندگی بسر ہو رہی ہے اور یہ مخلُوقات اُسی مُبارک دِن کی اُمید میں زندہ ہے جب آزادی کا صُور پھُونکا جائے گا اور وُہ بھی آزاد ہوگی۔ کسی چیز کا مُنتظر ہونا کتنی خُوبصُورت بات ہے اور تمام مخلوقات کا ہماری نجات کے لئے مُنتظر رہنا بڑی سہانی اور دل کش تصویر ہے۔

پولُس رسُول نے لکھا ہے کہ جس طرح خُدا کے فرزند جلال میں داخل ہوں گے تمام مخلُوقات بھی آزادی کی فضاؤں میں سانس لے گی۔ در اصل خُدا کے فرزند اُمید کی دُنیا میں بستے ہیں اور وُہ اُس وقت تک مُنتظر رہیں گے جب تک اُنہیں کامل فتح نصیب نہ ہو۔ جس وقت پُرانی انسانیّت کا یہ بوسیدہ جامہ اُتار دیا جائے گا اُس وقت نئی زندگی کی سحر مُسکرائے گی۔ اُس وقت پُرانی اور نئی انسانیّت میں کوئی تصادم نہ ہوگا۔

اور خداوند یسوع مسیح کی کامل فتح ہوگی اور تمام مخلوقات بھی اسی طرح خداوند یسوع مسیح کی فتح کا انتظار کرتی ہے پس ہم ہر روز اسی اُمید میں جی رہے ہیں اور اسی سے تازگی حاصل کرتے ہیں۔

رومیوں ۸ : ۲۲ ۔ "کیونکہ ہم کو معلوم ہے کہ ساری مخلوقات مل کر اب تک کراہتی ہے اور درد زِہ میں پڑی تڑپتی ہے"۔
دُنیا دارالمحن ہے۔ حیوانوں، چرندوں اور پرندوں میں تکلیف اور دُکھ کی فراوانی ہے اور پھر موت کا دُکھ سب سے بھاری ہے اور پولس رسول نے ایسا دُکھ اور درد دیکھا تو کہا کہ ایسے دُکھ اور درد سے بچہ ضرور پیدا ہوگا یعنی خدا کا فرزند کتم عدم سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوگا۔

رومیوں ۸ : ۲۳ ۔ "اور نہ فقط وہی بلکہ ہم بھی جنہیں رُوح کے پہلے پھل ملے ہیں۔ آپ اپنے باطن میں کراہتے ہیں اور لے پالک ہونے یعنی اپنے بدن کی مخلصی کی راہ دیکھتے ہیں"۔
ہمارے دِل اُمید کے چراغوں سے روشن ہیں اور اگرچہ ہم رُوح کے پھل کی لذّت سے آشنا ہیں پھر بھی ہمارے جسم میں ایک جنگ سی جاری ہے اور ہم ایک قسم کی غُلامی میں رہتے ہیں۔ ہم اس اُمید میں زندہ ہیں کہ کب وُہ مبارک دن آئے جب ہم اس گناہ آلودہ بدن کی غُلامی سے آزاد ہوں اور ہمیں اپنے خداوند

کو دیکھنے کی سعادت نصیب ہو۔ اُس وقت ہمیں کاملیت حاصل ہو گی۔ ہمارا بدن تبدیل ہو جائے گا۔ یہ نفسانی بدن جلالی بن جائے گا اُور ہم اس طرح جلال میں شامل ہوں گے۔ یہ بدن جو آج کمزور اُور نحیف و نزار ہے رُوح سے طاقتور ہو گا۔ گناہ کی تمام کمزوریاں دُور ہو جائیں گی۔

رُومیوں ۸ : ۲۴ - ۲۵ - "چنانچہ ہمیں اُمید کے وسیلہ سے نجات ملی مگر جس چیز کی اُمید ہے جب وُہ نظر آ جائے تو پھر اُمید کیسی؟ کیونکہ جو چیز کوئی دیکھ رہا ہے اُس کی اُمید کیا کرے گا؟ لیکن جس چیز کو نہیں دیکھتے اگر ہم اُس کی اُمید کریں تو صبر سے اُس کی راہ دیکھتے ہیں۔"

ہم اُمید کی آنکھوں سے کامل نجات کو دیکھتے ہیں ہمیں پُوری اُمید ہے کہ ہمیں نجات کی نعمت سے سرفراز کیا جائے گا اُور اس لئے ہم صبر سے انتظار کر سکتے ہیں۔ ایمان اُور اُمید دائمی ہیں۔ یہ دونوں ایک دُوسرے کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ ہم اُمید کی آنکھوں سے یہ نظارہ کرتے ہیں کہ ہم کامل طور پر خُدا کے فرزند ہیں اُور جب اُمید کی شمع روشن ہوتی ہے تو بے یقینی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہم اس اُمید پر تمام صعُوبتیں برداشت کرتے ہیں کہ نجات کا دِن آنے والا ہے۔

رُومیوں ۸ : ۲۶ - ۲۷ - "اسی طرح رُوح بھی ہماری کمزوری میں مدد کرتا ہے کیونکہ جس طور سے ہم کو دُعا کرنا چاہیئے ہم نہیں جانتے مگر

رُوح خُود ایسی آہیں بھر بھر کر ہماری شفاعت کرتا ہے جن کا بیان نہیں ہو سکتا اَور دِلوں کا پرکھنے والا جانتا ہے کہ رُوح کی کیا نیّت ہے کیونکہ وُہ خُدا کی مرضی کے موافق مقدّسوں کی شفاعت کرتا ہے۔"

نوٹ :۔ پاک رُوح ہمارا شفاعت کرنے والا اَور مددگار ہے۔ ہمارے خیال ناقص اَور ادھورے ہوتے ہیں۔ ہماری سمجھ بالکل خام ہے۔ ہمارے دِل میں بڑی آرزُو ہوتی ہے کہ ہم اُس حقیقتِ مُنتظر کو جو جلال اَور شان والا ہے دیکھیں لیکن ہمیں اپنی ضرُوریات کا خُود اندازہ نہیں ہو سکا اَور نہ ہی ہم یہ جانتے ہیں کہ اُس میراث کو حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہے لیکن رُوح سب کُچھ جانتا ہے اَور جب ہم دُعا کرتے ہیں تو وُہ ہماری مدد کرتا ہے۔ وُہ دُعائیں جو عقل سے مانگی جاتی ہیں وُہ ناقص ہوتی ہیں اَور اُن میں ہم اپنی اصلی ضرُوریات کو خُدا کے حضُور پیش نہیں کر سکتے لہٰذا ہماری دُعا قبُول نہیں ہوگی۔ یُوحنّا ۱۵:۱۶۔ اَور مقدّس یُوحنّا رسُول کے پہلے خط میں بھی یہی بات واضح کی گئی ہے۔ وُہ لوگ جو رُوح کی مدد سے دُعا مانگتے ہیں اُن کی دُعائیں قبُول ہوتی ہیں۔ پاک رُوح خُداوند کی طرف سے ہمارے دِلوں میں نمایندہ ہے۔ ہمارے دِل کی حالت کی خبر اسی کے ذریعہ خُدا کو ملتی ہے اَور خُدا کے دِل کی باتیں ہم پہ ظاہر ہوتی ہیں۔

رُومیوں ۸ : ۲۸۔ "اَور ہم کو معلُوم ہے کہ سب چیزیں مل کر خُدا

سے محبت رکھنے والوں کے لئے بھلائی پیدا کرتی ہیں یعنی اُن کے لئے جو خُدا کے ارادہ کے موافق بُلائے گئے"۔

یہ آیت ہمارے لئے کتنی تسلّی کا پیغام لاتی ہے۔ دُنیا کے تمام دُکھ اور مصیبتیں غریبی اور تنگی سب کچھ ہمارے لئے بھلائی پیدا کرتا ہے اگر ہم مسیح میں ہوں تو خُدا ہماری زندگی میں اپنا کام کرتا ہے اور اس طرح سے اُس کا مقصد پُورا ہوتا رہتا ہے۔ خُدا ہر ایک زندگی کے لئے اپنا ارادہ رکھتا ہے۔ وُہ لوگ جو خُدا سے محبت رکھتے ہیں اپنے آپ کو اُس کے سپُرد کرتے ہیں۔ خُدا اپنا ارادہ پُورا کرتا ہے۔ خُدا اور انسان کے ارادے میں بڑا ہی فرق ہوتا ہے جب ہم اپنی مرضی سے کام کرتے ہیں تو وُہ خُدا کے خلاف ہوتا ہے لیکن جُونہی اُسکی مرضی کے تابع ہوئے وُہ ہماری رہنمائی کرتا ہے (افسیوں ۱:۴-۵/۱-پطرس ۱:۲)

رومیوں ۸: ۲۹-۳۰ "کیونکہ جن کو اُس نے پہلے سے جانا اُن کو پہلے سے مقرر بھی کیا کہ اُس کے بیٹے کے ہم شکل ہوں تاکہ وُہ بہت سے بھائیوں میں پہلوٹھا ٹھہرے اور جن کو اُس نے پہلے سے مقرر کیا اُن کو بُلایا بھی اور جن کو بُلایا اُن کو راستباز بھی ٹھہرایا، اور جن کو راستباز ٹھہرایا"

اس کے ساتھ عبرانیوں ۱۰: ۱۲-۱۴ کا مطالعہ کیجئے۔ خُدا قادر مُطلق کے ارادے کتنے بلند اور شاندار ہیں۔ اُس نے دُنیا کی پیدائش

سے پیشتر ارادہ کیا کہ ہم اُس کے بیٹے خُداوند یسوع مسیح کے بھائی اُور ہم شکل بن جائیں۔ ہمارا باپ خُدا اپنے ارادوں کی تکمیل کی خاطر سب کچھ کرتا ہے۔ وُہ ازلی اُور ابدی باپ ہے جو اپنے اَبدی بیٹے کو دیکھتا ہے اُور اُس کے دِل میں یہ ارادہ ہے کہ اُس کے بیٹے کے ساتھ دُوسرے بیٹے اُور بیٹیاں بھی ہوں اُور یہ سب کچھ اُس کے فضل سے ممکن ہوتا ہے۔

رُومیوں ۸ : ۳۱-۳۴ "پس ہم اِن باتوں کی بابت کیا کہیں؟ اگر خُدا ہماری طرف ہے تو کون ہمارا مخالف ہے؟ جس نے اپنے بیٹے ہی کو دریغ نہ کیا بلکہ ہم سب کی خاطر اُسے حوالہ کر دیا وُہ اُس کے ساتھ اُور سب چیزیں بھی ہمیں کس طرح نہ بخشے گا۔ خُدا کے برگزیدوں پر کون نالش کرے گا۔ خُدا وُہ ہے جو اُن کو راستباز ٹھہراتا ہے۔ کون ہے جو مُجرم ٹھہرائے گا۔ مسیح یسوع وُہ ہے جو مر گیا بلکہ مُردوں میں سے جی بھی اُٹھا اُور خُدا کی دہنی طرف ہے اُور ہماری شفاعت بھی کرتا ہے۔"

خُدا نے ہمارے لئے سب کچھ کیا۔ اُس نے ہماری نجات اُور مخلصی کا کامل انتظام کیا۔ پس وُہ خُدائے قادر ہمیں مجرم نہیں ٹھہرائے گا۔ خُدا باپ نے اُور اُس کے بیٹے خُداوند یسوع مسیح نے ہم پر کون سا احسان نہیں کیا۔ اُس نے ہم پر کرم کی نظر فرمائی اُور ہماری خاطر سب کچھ کیا اس لئے ایسا مہربان خُدا ہمارے مخالف نہیں ہو

سکتا۔ کسی شخص میں ہم سے کوئی چیز چھیننے کی استطاعت نہیں ہے پس اس باب کی ۳۱ تا ۳۹ آیت میں خوشخبری کا یہ پیغام ہے کہ ایماندار کو پوری نجات ملے گی۔

۱۔ خدا نے اپنے بیٹے کو دریغ نہ کیا۔ (۸ : ۳۱)

۲۔ خدا کا بیٹا مر گیا اور پھر جی اٹھا۔ (۸ : ۳۴)

۳۔ اس زندگی کے مصائب ہمیں اس کی محبت سے جدا نہیں کر سکتے۔ (۸ : ۳۶ - ۳۷)

۴۔ موت، زندگی اور قدرت ہمیں اس سے جدا نہیں کر سکتے۔ (۸ : ۳۸ - ۳۹)

مقدس پولس رسول آخر میں فتح اور کامرانی کا گیت گاتا ہے اور اس نے اس گیت میں چھٹے، ساتویں اور آٹھویں باب کی نظر ثانی کی ہے اور یہ گیت کتنا اطمینان بخش اور فتح و کامرانی کا گیت ہے۔

خدا قادر مطلق باپ کی محبت کی انتہا نہیں کہ اس نے اپنے پیارے بیٹے کو ہماری خاطر بخش دیا کیونکہ اس نے ہماری پست حالی پر نگاہ کی اور اسے ہم پر ترس آیا۔

رومیوں ۸ : ۳۷۔ "مگر ان سب حالتوں میں اس کے وسیلہ سے جس نے ہم سے محبت کی ہم کو فتح سے بھی بڑھ کر غلبہ حاصل ہوتا ہے"۔

جب ہم خداوند یسوع مسیح میں ہیں تو ہمیں پوری نجات، پوری

فتح اور پوری زندگی حاصل ہوتی ہے اس سے بڑھ کر اور کیا خوشی کی بات ہوسکتی ہے۔

مقدس یوحنا رسول کی انجیل میں خداوند یسوع مسیح نے پاک رُوح کے بارے میں آٹھ باتیں کہی ہیں۔

(۱) وہ سب باتیں سکھائے گا (۲) وہ یاد دلائے گا (۳) وہ مددگار ہے (۴) وہ رُوح حق ہے (۵) وہ خداوند یسوع مسیح کی گواہی دیگا۔ (۶) وہ قصوروار ٹھہرائے گا (۷) وہ سچائی کی راہ دکھائے گا۔ (۸) وہ خداوند یسوع مسیح کا جلال ظاہر کرے گا۔

(یوحنا ۱۴: ۱۶، ۱۷، ۲۶، ۱۵: ۲۶، ۱۶: ۷-۱۴)

رُومیوں کے خط کے اس باب میں ملاحظہ فرمائیے کہ رُوح القدس یا پاک رُوح سے کون سے کام منسوب ہیں۔

۱۔ زندگی کی رُوح کی شریعت نے یسوع مسیح میں مجھے گناہ اور موت کی شریعت سے آزاد کردیا۔

۲۔ تاکہ ہم رُوح کے مطابق چلتے رہیں۔ (رُومیوں ۸: ۲)

۳۔ رُوح خود ہماری رُوح کے ساتھ مل کر گواہی دیتا ہے۔ (رُومیوں ۸: ۱۶)

۴۔ اور نہ فقط وہی بلکہ ہم بھی جنہیں رُوح کے پہلے پھل ملے ہیں آپ اپنے باطن میں کراہتے ہیں اور لے پالک ہونے یعنی اپنے بدن کی مخلصی کی راہ دیکھتے ہیں۔ (رُومیوں ۸: ۲۳)

۵- اسی طرح رُوح بھی ہماری کمزوری میں مدد کرتا ہے۔
(رُومیوں ۸ : ۲۶)

۶- اور دِلوں کا پرکھنے والا جانتا ہے کہ رُوح کی کیا نیّت ہے کیونکہ وُہ خُدا کی مرضی کے موافق مقدّسوں کی شفاعت کرتا ہے۔ (۸ : ۲۷)

(۷ ، ۸) کیونکہ جن کو اُس نے پہلے سے جانا ، اُن کو پہلے سے مقرّر بھی کیا کہ اُس کے بیٹے کے ہم شکل ہوں تاکہ وُہ بہت سے بھائیوں میں پہلوٹھا ٹھہرے۔ (رُومیوں ۸ : ۲۹)

نظرِ ثانی

مقدس پولس رسول نے رومیوں کے پہلے آٹھ بابوں میں ترتیب سے راہِ نجات کی تعلیم پیش کی ہے۔

۱۔ فضل کی سب سے پہلی بخشش یہ ہے کہ گنہگار راستباز ٹھہرتے ہیں اور یہ فضل ہر ایک کے لئے مفت ہے لیکن اس فضل کو حاصل کرنے کی ایک ہی شرط ہے کہ ہم خداوند یسوع مسیح پر ایمان لائیں اور یہ ایمان کی اصطلاح ہے کہ ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں اور اپنے آپ کو گنہگار تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا نے اپنے بیٹے کی معرفت ہماری نجات کا مکمل انتظام کیا۔

۲۔ انسان اور خدا کے درمیان میل ملاپ کا نازک اور مقدس رشتہ اگرچہ ٹوٹ چکا ہے لیکن یہ رشتہ پھر استوار ہو سکتا ہے۔ ہمارے اور خدا کے درمیان صلح ہو سکتی ہے۔

۳۔ عملی راستبازی یعنی تقدیس موجود ہے اور میل ملاپ کا پھل ہے۔

۴۔ وہ دل جس کا خدا کے ساتھ میل ملاپ ہے اس میں روح القدس سکونت کرتا ہے۔ ایسا آدمی اپنے آپ میں خداوند یسوع مسیح کی قوت اور نئی زندگی اپنے تجربہ میں محسوس کرتا ہے۔

۵۔ وہ آدمی جس میں روح القدس ہے اور خدا کے ساتھ اس کا میل ملاپ ہو چکا ہے اس کے سامنے ایک اور بخشش کی امید ہے کہ اس کا بدن بھی نیا ہوگا اور وہ شخص پوری آزادی سے خداوند یسوع مسیح کے جلال میں شریک ہوگا۔

یہودیوں کی اپنی حالت

یعنی

چُنی ہُوئی قوم اِس راستبازی سے کس طرح رہ گئی؟

مقدّس پولُس رسُول نے رُومیوں ۹، ۱۰، ۱۱ ابواب میں (یعنی اِن تین ابواب میں) یہُودی قوم کے ردّ کئے جانے کے مسئلہ کا مطالعہ کیا ہے۔ اس خط کی ابتدا میں اُس نے کہا تھا کہ مَیں انجیل سے شرماتا نہیں اس لئے کہ وُہ ہر ایک ایمان لانے والے کے واسطے پہلے یہُودی اَور پھر یُونانی کے واسطے نجات کے لئے خُدا کی قُدرت ہے۔ (رُومیوں ۱: ۱۶)

لیکن تواریخ عالم شاہد ہے کہ مقدّس پولُس رسُول کے مندرجہ بالا الفاظ سچّے ثابت نہ ہُوئے کیونکہ یہُودی قوم کے لئے انجیل خُدا کی قُدرت نہ ہُوئی۔ یہُودیوں نے انجیل مقدّس کو قبُول نہ کیا۔ اس پیغامِ ربّانی کو قبُول نہ کرنے سے دو سوال پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) یا انجیل مقدّس سچّی ہے اَور خُداوند یسُوع مسیح حقیقت میں خُدا کا بیٹا ہے اَور وُہ خدا کا مسیح ہے لیکن جتنے وعدے خُدا نے یہُودی قوم سے کئے، وُہ پُورے نہ ہُوئے۔

(ب) یا بنی اسرائیل ابھی تک اور ابد تک خدا کی چنی ہوئی قوم ہے اور انجیل مقدس سچی نہیں ہے اور خداوند یشوع مسیح دھوکے باز تھے۔

مقدس پولس رسول نے ان دونوں اہم سوالات کا حل بڑی خوبی سے پیش کیا ہے۔ اس نے خدا کو راستباز ثابت کرنے میں اپنی تمام قابلیت اور زورِ بیان کا اظہار کیا۔ اس نے اس بحث میں یہ ثابت کیا کہ خدا کے وعدے سچے ہیں۔ دراصل اس قسم کی بحث کی اشد ضرورت تھی کیونکہ پولس رسول کو دو قسم کے یہودیوں سے واسطہ پڑ رہا تھا۔

(۱) ایسے یہودی بھی تھے جو خدا پہ پورا ایمان رکھتے تھے اور وہ اپنی قوم کی بہتری و بہبودی میں کوشاں رہتے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ پولس رسول یہودی قوم کا دشمن ہے اور وہ یہودی مذہب کا سخت مخالف ہے۔

(۲) پولس رسول نے اس خط میں ایسے یہودیوں کو قائل کرنے کی کوشش کی جنہیں سمجھ نہیں آتی تھی کہ خدا کے وعدے کس طرح سچے ہیں کیونکہ یہودی قوم تو رد ہو چکی تھی کیونکہ یہ بات تو بڑی حیران کن ہے کہ خدا نے اس قوم کو رد کر دیا جس کو اس نے خود چنا تھا اور وہ اسے اپنی قوم کہتا تھا اور اس کا جواب اس طرح سے دیا گیا ہے کہ :-

(ا) خُداوند قادرِ مُطلق خُدا ہے۔ اُس کے اختیار میں سب کچھ ہے۔ وُہ اپنے ارادوں میں آزاد ہے۔ انسان اپنی ذات میں فعل مختار ہے، اور جب انسان اپنی مرضی پر عمل پیرا ہوتا ہے تو خُدا اُسے اپنی مرضی پر چلنے سے نہیں روکتا۔ اُس نے یہُودی قوم کو ردّ کر کے غیر اقوام پر اپنا فضل ظاہر کیا۔ نویں باب کا یہی مضمُون ہے۔

(ب) قادرِ مطلق خُدا اپنے وعدوں میں سچّا اور آزاد ہے۔ جب یہُودی قوم نے اپنے لئے خُود ایک ایسا راستہ مُنتخب کر لیا جو غلط تھا تو اِس میں یہُودی قوم کا سراسر اپنا قصُور تھا اور آج اگر وُہ زیرِ عتاب اور راندہ ہُوئی قوم ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اُنہوں نے خود ایسا انتخاب کیا۔ خُداوند قادرِ مُطلق خُدا نے اپنے نبیوں کی معرفت یہُودی قوم کو ہر زمانہ میں اُن کے انجام سے آگاہ کیا لیکن اُنہوں نے خُدا کے پیغام کو سُنا تو ضرُور مگر اُس پر عمل نہ کیا۔

دسویں باب میں یہی مضمُون زیرِ بحث ہے۔

(ج) گیارھویں باب میں مقدّس پولُس رسُول نے یہ بات بتائی ہے کہ یہُودی قوم کے ردّ کرنے کا نتیجہ بڑا ہی شاندار نکلا۔

(ا) بنی اسرائیل کے انتخاب میں خُدا کی آزادی (رُومیوں ۹ باب)

۱۔ پولُس رسُول نے اس گہرے بھید کو بیان کرتے وقت

اپنے غم اور رنج کا اظہار کیا ہے۔ (رومیوں ۹: ۱-۵)

(۲) اُس نے یہودی قوم کی مذہبی تواریخ سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ خدا آزاد ہے۔ (رومیوں ۹: ۶-۱۳)

(۳) خدا کے مقدس کلام میں سے وہ یہ بتاتا ہے کہ خدا آزاد ہے۔ (رومیوں ۹: ۱۴-۲۴)

(۴) وہ بیان کرتا ہے کہ خدا اب اس آزادی کو کس طرح استعمال کر رہا ہے۔ پرانے عہدنامہ میں اس کے متعلق واضح پیش گوئیاں موجود ہیں پس کلام مقدس میں جو پیش گوئیاں تھیں اُن ہی کے مطابق یہودی قوم سے سلوک کیا گیا۔ (رومیوں ۹: ۲۵-۳۹)

حقائق کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے اپنی آزادی کو بطریق احسن استعمال کیا۔

رومیوں ۹: ۱-۵ "میں مسیح میں سچ کہتا ہوں، جھوٹ نہیں بولتا اور میرا دل بھی روح القدس میں گواہی دیتا ہے کہ مجھے بڑا غم ہے اور میرا دل برابر دکھتا رہتا ہے کیونکہ مجھے یہاں تک منظور ہوتا کہ اپنے بھائیوں کی خاطر جو جسم کی رو سے میرے قرابتی ہیں میں خود مسیح سے محروم ہو جاتا۔ وہ اسرائیلی ہیں اور لے پالک ہونے کا حق اور جلال اور عہود اور شریعت اور عبادت اور وعدے اُن ہی کے ہیں۔ اور قوم کے بزرگ اُن ہی کے ہیں اور جسم کے رو سے مسیح بھی اُن ہی میں سے ہوا جو سب کے اوپر اور ابد تک خدائے

محمود ہے۔ آمین "
مقدس پولس رسول کے دل میں یہودی قوم کے لئے محبت اور مہربانی کے جذبات ہیں۔ جب وہ اس قوم کی درماندگی اور پست حالی کو دیکھتا ہے تو اُس کو سخت کوفت ہوتی ہے۔ اُسے بے حد غم ہے اور اُس کا دل پاش پاش ہو چکا ہے کیونکہ وہ اُنہیں بہت ہی پیار کرتا تھا اور اس محبت کے جذبات کو وہ یوں ظاہر کرتا ہے کہ اُن کی خاطر وہ خود مسیح سے محروم ہو جانا چاہتا ہے تاکہ یہودی قوم نجات حاصل کر سکے۔ یہ ایسے محبت بھرے دل کی تصویر ہے جو اپنی قوم کی بھلائی کے لئے شب و روز کوشاں رہتا ہے اور اپنے بھائیوں کے لئے سخت آزردہ ہے۔ اب اگلا حصہ ملاحظہ فرمائیے، رومیوں ۹ : ۶ - ۲۹ -

مقدس پولس رسول بنی اسرائیل کی مذہبی تواریخ سے خدا کی آزادی کو پیش کرتا ہے۔

۱۔ خدا حکمران ہے اور اپنی مرضی پر قادر اور آزاد ہے۔ اُسے اس بات کا کامل اختیار تھا کہ وہ ایک قوم کو انتخاب فرمائے اور اُسے اپنے فضل کی نعمت سے سرفراز فرمائے۔

خدا قادرِ مطلق ہے۔ وہ تمام کائنات کا خالق اور مالک ہے۔ اپنی مرضی میں وہ آزاد ہے۔ اُس کے سوا اور کوئی کارخانۂ قدرت کو نہ ہی سمجھ سکتا ہے اور نہ ہی اس کا انتظام چلا سکتا ہے۔ وہ

اپنے کام خود سرانجام دیتا ہے اور کسی بنی نوع انسان کو اُس نے اپنی
خُدائی کے اختیارات نہیں سونپے ہیں۔ بعض اوقات ہم اُس کی
مرضی اور اُس کے احکام کو سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں یہی وجہ ہے
کہ ہم ورطۂ حیرت میں گُم ہو کر پُوچھتے ہیں کہ کیا اُس کا اپنا اختیار
کم تو نہیں ہو گیا یا اُس کا ارادہ پُورا نہیں ہُوا یا نہیں ہو گا۔ اس باب
میں خُدا کی حُکمرانی کا مسئلہ زیرِ بحث ہے لیکن وُہ صرف اُن ہی
لوگوں پر اپنی مہربانی ظاہر کرتا ہے جن پر وُہ مہربانی ظاہر کرنا چاہتا
ہے۔ ہمارے لئے یہی چیز اہم ہے کہ خُدا قادرِ مطلق اور حُکمران
ہے اور سب کا مالک ہے۔ اس باب میں تمام سوالات کا
صرف ایک ہی حل ہے کہ خُدا کی حُکمرانی کو تسلیم کیا جائے۔ وُہ
جس کو چاہے اپنی مہربانی سے سرفراز کرے کیونکہ ہر ایک چیز پر
اُسی کا اختیار ہے۔

جس وقت ہم اُس کے قبضہ و اختیار اور حُکمرانی کو مانتے ہیں
تو ہم بے یقینی اور تشکیک کے شر سے محفوظ رہتے ہیں۔ کبھی کبھی
ہم خُدا کو خالق اور مالک تو تسلیم کرتے ہیں مگر اُس کی حُکمرانی کی
وُسعت کا ہم صحیح اندازہ نہیں لگاتے۔ ہم خُدا کو جائز مقام نہیں
دیتے۔ ہمارے ذہنوں میں خُدا کا تصوّر نامکمّل ہوتا ہے اور
حقیقت یہ ہے کہ وُہ قادرِ مُطلق ذات ہمارے تمام خیالوں
کا مرکز نہیں ہوتی۔ ہم اُس کا دَم بھرتے ہیں۔ اُس کی حمد و ستائش

کے گیت گاتے ہیں۔ ہمارے ہونٹ اُسی کے مُبارک نام کی تسبیح پڑھتے ہیں لیکن پھر بھی وُہ نہ ہی ہماری آرزوؤں کا مسکن ہے اور نہ ہی ہمارے خیالات کا مرکز، کیونکہ ہم نے اُسے اپنے دِلوں میں بہت مختصر سی جگہ دے رکھی ہے لیکن جب ہم پر مصائب کے پہاڑ آن گرتے ہیں اور ہماری زندگی کا سفینہ بلاؤں میں ہچکولے کھانے لگتا ہے تو ہم حتی المقدور اپنی عقل و دانش سے تمام مصائب اور بلاؤں کا مقابلہ کرتے ہیں تاکہ ہم ساحلِ مُراد تک پہنچ جائیں لیکن ہمیں اپنے مقاصد میں ناکامی ہوتی ہے۔ ہماری تمام انسانی تجاویز یکے بعد دیگرے بیکار ثابت ہوتی ہیں۔ جب چاروں طرف سے ہمیں نامرادی کا سامنا ہوتا ہے تو تھک ہار کر ہم خُدا پر بھروسہ کرنے لگتے ہیں۔ خُدا ہماری ہستی کا ایک اعزازی صدر یا سربراہ ہوتا ہے۔ ہم محض زبان سے اُس کی حمد و ثنا کرتے اور اُس کی تعریف میں رطب اللسان ہیں لیکن ہماری اپنی مرضی یہ ہے کہ وُہ ہماری زندگی میں کوئی عملی حصّہ نہ لے ہم جو چاہیں کریں۔ ایسی بے نیازی اور لاپروائی کو دیکھ کر مقدس پولُس رسُول کہتا ہے کہ خُدا مالک اور حکمران ہے اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اس بات کو محسُوس کریں۔

اس باب میں آزادی کے اہم موضوع کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ ہمیں معلُوم ہوتا ہے کہ انسان بھی فعل مُختار اور آزاد ہے۔

لیکن خُدا بھی آزاد ہے کیونکہ وُہ قادرِ مُطلق ہے۔ ہم اُس کی آزادی کی حدُود کو متعیّن نہیں کر سکتے۔ اُس کی آزادی لامحدُود ہے۔ وُہ قادرِ مطلق خُدا جو ساری کائنات کا خالق ہے اُور قُدرت کے کارخانے کو چلا رہا ہے اُسے اپنی آزادی میں محدُود قرار دینا یا اُس پر کوئی قیوُد مقرر کرنا نہایت ہی نامناسب ہے لیکن انسانی فطرت اکثر اوقات اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے کُچھ ایسے مفروضے اُور نظریے ایجاد کرتی ہے جس سے ذاتِ واجب قادرِ مُطلق کی آزادی پر پابندی عائد کر دی جاتی ہے تاکہ ہم اپنی مرضی کے مطابق فیصلوں کو ڈھال سکیں یا ہماری مرضی اُس کے فیصلوں پر اثر انداز ہو۔ مقدّس پولُس رسُول کے یہُودی مخالفین کی یہی عادت تھی اُور وُہ ہمیشہ اسی کوشش میں لگے رہتے تھے۔

مقدّس پولُس رسُول نے اس بحث کو از سرِ نو شرُوع کیا ہے کہ حقیقی اسرائیلی کون ہیں؟ بعض یہُودی فوراً یہ جواب دیا کرتے تھے کہ چُونکہ ہم ابرہام کی نسل سے ہیں لہٰذا ہم اسرائیلی ہیں لیکن مُقدّس پولُس رسُول کا مقصد اس سے ذرا بلند ہے۔ وُہ نسلی اُور اصلی اسرائیل میں حدِ فاصل مقرّر کرتا ہے۔ کلامِ مُقدّس کے مطابق خُدا نے اسرائیل کے فرزندوں میں سے انتخاب کیا۔ یہ وُہ لوگ تھے جو حقُوق میں ایک دُوسرے کے برابر تھے

اُسے کسی برتن کی صُورت میں ڈھال دیتا ہے۔ کئی برتن عزّت کے لئے اُور کئی ذلّت کے لئے ہوتے ہیں لیکن اِن دونوں کا کاریگر ایک ہی ہے۔ اُس کی مخلُوقات میں ایک خاص اخلاقی معیار ہے۔ وُہ اپنے اصُولوں کے مطابق تمام قوم کو پرکھتا ہے اُور اُن کا فیصلہ کرتا ہے۔ انسان اپنی تنگ ودو سے اُس کے معیار پہ پُورا اُترنے میں ناکام ہے اس لئے وُہ زیرِ عتاب اُور اُس کے غضب کے نیچے ہے پس وُہ غضب کا برتن بن جاتا ہے۔ خالقِ کون ومکان کا اس مخلُوقات کی تخلیق میں ایک خاص مقصد تھا لیکن جب انسان نے اپنے خالقِ حقیقی کے معیار کے مطابق اپنے آپ کو ثابت نہ کیا تو بُلانے والے کی اُمید پُوری نہ ہُوئی۔ اب کمہار کا استعارہ پھر دیکھئے جب ایک برتن اصُول پہ نہیں اُترتا تو دُوسرا برتن چُن لیتا ہے اُور پھر سو باتوں کی ایک بات تو یہ ہے کہ خُدا نے اس معاملہ میں بڑا ہی صبر کیا۔ لوگ نافرمان اُور لاپرواہ تھے۔ اُنہوں نے احکامِ خُداوندی کی نافرمانی کی۔

بنی اسرائیل کی تواریخ کے مطالعہ سے معلُوم ہوتا ہے کہ خُدا نے ہر معاملہ میں اپنی آزادی کو استعمال کیا ہے۔ اس تواریخ میں ایک انتخاب نظر آتا ہے۔ اُس نے اسمٰعیل کی بجائے اضحاق کو انتخاب فرمایا۔ اسمٰعیل اُور اضحاق دونوں ایک ہی باپ کے دو بیٹے تھے لیکن اضحاق وعدہ کا فرزند تھا اس لئے اُسے چُنا گیا۔

پھر یعقوبؔ اور عیسوؔ ایک باپ کے بیٹے تھے۔ وُہ ہر بات میں یکساں تھے لیکن خُدا کی نگاہِ انتخاب یعقوب پر پڑی۔ وُہ اپنے اِس انتخاب میں آزاد تھا اور اُس پر کِسی قسم کی کوئی پابندی نہ تھی۔ وُہ اپنے چُنے ہُوئے لوگوں کے ذریعہ اپنے مقاصد پُورا کروانا چاہتا تھا اور اسی طرح سے وُہ اپنے وعدے کی بھی تکمیل کرنا چاہتا تھا۔

رُومیوں ۹: ۱۲ "تاکہ خُدا کا ارادہ جو برگزیدگی پر موقُوف ہے اعمال پر مبنی نہ ٹھہرے بلکہ بُلانے والے پر۔"

رُومیوں ۹: ۶-۱۳ میں واضح طور پر معلُوم ہوتا ہے کہ خُدا اپنے ہر ایک کام میں قادر ہے۔ وُہ جسے چاہتا ہے اُسے بُلاتا ہے۔ انسان کا برگزیدہ ہونا اس کے اپنے ایمان اور اعمال کی بدولت نہیں ہے بلکہ اس میں اُس کی اپنی مرضی اور مہربانی کو دخل ہے اور یہ ایمان اور اعمال تو اس برگزیدگی کا پھل ہیں نہ کہ برگزیدگی اِن کا سبب ہے۔ (رُومیوں ۸: ۲۹، افسیوں ۲: ۸، ۱۰، فلپیوں ۲: ۱۳۔ ۲۔ تھسلنیکیوں ۲: ۱۳، ۲۔ تیمتھیس ۲: ۲۵، ۱، ۱ پطرس ۱: ۲۔

ولی آگسٹین کا قول ہے کہ خُدا ہمیں اس واسطے نہیں چُنتا کہ ہم اُس پر ایمان لا چکے ہیں بلکہ وُہ ہمیں اس واسطے انتخاب فرماتا

ہے تاکہ ہم اُس پر ایمان لائیں۔ خُدا نے بہُت سے آدمیوں کو چُن لیا اَور یہ بُلائے ہُوئے انسان اپنی کسی خُوبی یا اعمال صالح کے باعث اُس کے منظُورِ نظر نہیں ہُوئے بلکہ اُس نے خود اپنی محبّت اَور مہربانی کا اظہار کیا۔ اس انتخاب میں اُس کی پاک مرضی کو بڑا دخل حاصل ہے۔ تمام بنی نوع انسان خاطی اَور نالائق تھے اَور اُن میں کوئی خُوبی یا نیکی نہ تھی۔ پس خُدا نے بے شمار انسانوں میں سے چند ایک کو انتخاب فرمایا اَور باقیوں کو چھوڑ دیا۔ وُہ لوگ جنہیں برگزیدگی کا شرف حاصل نہیں ہُوا، اُنہیں اپنے کئے کی سزا ملے گی یعنی وُہ سزا اَور موت کے حقدار ہوں گے۔ وُہ لوگ کسی طرح سے نہیں کہہ سکتے کہ خُدا نے اُن کے ساتھ کسی طرح سے بے انصافی کی ہے کیونکہ مزدُور مزدُوری کا حقدار ہے اَور گناہ کی مزدُوری مَوت ہے۔

رُومیوں ۹: ۱۸۔ "پس وُہ جس پر چاہتا ہے رحم کرتا ہے اَور جسے چاہتا ہے اُسے سخت کر دیتا ہے۔"

اس کے ساتھ ہی رُومیوں ۱: ۱۸۔ ۳۲ کا بھی مطالعہ کیجئے۔

پہلے باب میں ہم نے دیکھا کہ جب انسان خُدا کو چھوڑ دیتا ہے تو خُدا بھی اُس انسان کو چھوڑ دیتا ہے اَور اس قسم کا انسان جسے وُہ چھوڑ دے یا رَدّ کر دے، گُناہ اَور مصائب کی زندگی بسر کرتا ہے۔ اُس پر عرصۂ حیات تنگ ہو جاتا

ہے اُور اُس کی زندگی ایک چلتا پھرتا جہنّم ہے جس میں کسی
قِسم کی کوئی خُوشی نہیں ہوتی۔ لیکن خُدا قادرِ مُطلق، غیب کا
علم جاننے والا اُور خبیر ہے۔ اُسے پیشتر ہی معلُوم ہوتا ہے
کہ کون سا انسان مجھ سے رُوگردانی کرے گا اُور اس لیئے راندہ
جائے گا لیکن وُہ بنی نوعِ انسان کو موقع پر موقع دیتا رہتا ہے۔
وُہ بڑے صبر سے ہماری کوتاہیوں کی برداشت کرتا ہے اُور
اس لحاظ سے خُدا کے یہ بھید ہماری عقل و فکر سے پرے ہیں۔
فانی انسان اُس کے سربستہ رازوں کو کس طرح معلُوم کرسکتا ہے۔
حضرت داؤد نبی کے ساتھ ہم یُوں کہہ سکتے ہیں کہ

"تھرتھراؤ اُور گناہ نہ کرو۔ اپنے اپنے بستر پر دِل میں سوچو
اُور خاموش رہو" (زبُور ۴:۴)

یہ تعلیم کوئی مجرّد تعلیم نہیں ہے کہ محض ایک آدمی کے لئے
مُفید ہے یا صرف ایک آدمی پر ہی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔
اس میں تمام لوگوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ یہ تعلیم عالم گیر ہے۔
ہم خُدا کی محبّت کی تعلیم پر بھی غور کریں اُور یہ یاد رکھیں کہ
محبّت کرنے والا، برگزیدہ کرنے اُور چُننے والا قادرِ مُطلق خُدا
کیسا غنی اُور رحم دِل باپ ہے۔

اسی باب کی سترویں آیت میں یُوں لکھا ہے "کیونکہ کتابِ
مقدّس میں فرعون سے کہا گیا ہے کہ مَیں نے اسی لئے تجھے کھڑا

کیا ہے کہ تیری وجہ سے اپنی قدرت ظاہر کروں اور میرا نام تمام رُوئے زمین پر مشہور ہو۔"

فرعون زمانۂ قدیم کا جابر اور ذی وقار بادشاہ تھا لیکن اُس نے احکامِ خداوندی سے بے اعتنائی کی اور اُس کی برگزیدہ قوم پر ہر قسم کی سختی روا رکھی گئی۔ وُہ بار بار اپنے وعدہ سے پھر گیا اور جب اس عظیم الشان بادشاہ کی تصویر ہماری آنکھوں کے سامنے آتی ہے تو اس کے ساتھ ہی ہم قادرِ مطلق خُدا کے متعلّق بھی سوچنے لگتے ہیں کہ اُس نے فرعون کے دِل کو سخت کر دیا۔ کلامِ مقدّس میں حضرت ایّوب کے متعلّق بھی ذکر ہے کہ اُس مردِ خُدا پر طرح طرح کی آزمائش آئی۔ اُس کے جوان بیٹے اُس کی آنکھوں کے سامنے ہمیشہ کی نیند سو گئے۔ اُس کا گھر جہاں شب و روز خوشیوں کی فراوانی تھی اب ماتم کدے میں تبدیل ہو چُکا تھا اور ظاہر ہے کہ خدُا کا ہاتھ اُس پر بھاری تھا اور جس طرح آگ یا دُھوپ میں موم نرم ہو جاتی ہے اسی طرح ایّوب کے دِل کی کیفیّت ہُوئی۔ وُہ سختیوں کی آگ میں ڈالا گیا لیکن اُس نے خدُا کے خلاف کُفر کا کلمہ نہیں کہا۔ اُس نے خدُا کی رضا کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا اور توبہ کی لیکن فرعون اپنے کردار میں ایک مُنفرد شخصیّت ہے۔ اُس نے اپنی آنکھوں سے خدُا کی طرف سے بھیجی ہُوئی بلاؤں کو دیکھا لیکن

اُس کا دِل اَور بھی سخت ہوتا گیا اَور جس طرح دھوپ میں مٹی کی تہ زیادہ سخت ہو جاتی ہے اُسی طرح سے فرعون کے دِل کی کیفیت ہُوئی۔ جب آسمانی روشنی سے دُور چلے جاتے ہیں تو گہری تاریکیوں میں ٹامک ٹوئیاں مارتے پھرتے ہیں اَور آسمانی نُور سے محرُومی کی وجہ سے انسان اندھے ہو جاتے ہیں۔

لیکن شاہِ فرعون اس بات پر بڑا ہی اِتراتا تھا کہ قادرِ مُطلق خُدا اپنے نبی کی معرفت اُس سے ہم کلام ہے اَور اس مُتکبّر بادشاہ نے اپنے دِل کو سخت بنالیا۔ عادت انسان کی فطرتِ ثانیہ بن جاتی ہے۔ فرعون نے بار بار اپنی مرضی پُورا کرنے کی کوشش کی اَور اُس نے خُدا کے کلام کو درخورِ اعتنا نہ سمجھا لہٰذا ہم اس کے متعلّق کہہ سکتے ہیں کہ فرعون نے اپنے دِل کو سخت کر دیا۔ یکے بعد دیگرے نافرمانی کے گناہ کی وجہ سے انسان کا ضمیر مرُدہ ہو جاتا ہے اَور اُس پر خُدا کے کلام کا کچُھ اثر نہیں ہوتا۔ ملاحظہ فرمائیے۔ خرُوج ۷: ۲۲/ ۸: ۱۵-۳۲، ۹: ۱۲۔

اب فرعون کے دِل کی سختی کو اپنے ذہن میں رکھیئے۔ اس ضمن میں ہمارے سامنے سوال پیدا ہوتا ہے کہ

۱۔ اگر خُدا کسی انسان کے دِل کو سخت کرتا یا اُسے چھوڑ دیتا ہے تاکہ وُہ اپنے دِل کو سخت کرے تو پھر خُدا اُسے قصوُروار نہیں ٹھہرا سکتا۔ انسان فطری طور پر کمزور ہے۔ اس کی سرشت

میں خامیاں ہیں لہٰذا وُہ قادرِ مُطلق کی مرضی کو کس طرح بجا لائے یا وُہ اُس کے معیار پر کس طرح پُورا اُترے۔ اس سوال کا کوئی تسلی بخش جواب ممکن نہیں ہے لیکن ہم یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ جب ہم اُس کی مرضی کو پُورا نہیں کرتے تو ہم اُسے رنجیدہ کرتے ہیں اور اُس کے ارادوں کے پُورا ہونے میں مزاحمت کرتے ہیں اور یُوں اُس کی مرضی کا مقابلہ کرتے ہیں۔

۲۔ ہم اِس قسم کے اعتراض کے بودے پن سے واقف ہیں۔ اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ ہم فعل مُختار ہیں۔ ہم اپنی مرضی سے گناہ کرتے ہیں۔ ہمارے اپنے دل میں بُری خواہشات پیدا ہوتی ہیں اور ہم اُن کی تکمیل کی خاطر خُود ہی اسباب اور وسائل مہیّا کرتے ہیں۔ گناہ ہم اپنی مرضی سے کرتے ہیں۔ اس میں خُدا کی مرضی کو کوئی دخل نہیں ہے۔

رُومیوں ۹: ۲۲۔ ۲۴۔ "پس کیا تعجّب ہے اگر خُدا اپنا غضب ظاہر کرنے اور اپنی قُدرت آشکارا کرنے کے ارادہ سے غضب کے برتنوں کے ساتھ جو ہلاکت کے لئے تیار ہُوئے تھے نہایت تحمّل سے پیش آیا اور یہ اس لئے ہُوا کہ اپنے جلال کی دولت رحم کے برتنوں کے ذریعہ سے آشکارا کرے جو اُس نے جلال کے لئے پہلے سے تیار کئے ہیں یعنی ہمارے ذریعہ سے جن کو اُس نے فقط یہُودیوں میں سے بلکہ غیر قوموں میں سے بھی بُلایا۔"

(ا) رحم کے برتن وُہ ہیں جو گنہگار ہیں اور اس لئے وُہ سزا کے لائق نہیں لیکن خُدا نے اُن پر مہربانی فرمائی، اُس کی رحمت جوش میں آئی اور اُس نے اُن کو فضل کی نعمت مُفت عطا فرمائی۔ اِن لوگوں میں کوئی خُوبی یا صفت موجُود نہ تھی۔

ب۔ اس رحم کے برتن کا انتخاب اس لئے ہُوا تاکہ وُہ زندگی حاصل کرے۔

ج۔ غضب کے برتن وُہ گنہگار لوگ ہیں جو اپنی سخت دلی کے سبب سزا کے لائق ہیں۔

د۔ خُدا نے اس انتخاب میں اپنے فضل کا اظہار فرمایا۔ یہُودی قوم اس بات کا گمان کرتی تھی کہ فقط وُہی خُدا کی برگزیدہ قوم ہے اور اس لحاظ سے وُہی اُس کی تمام مہربانیوں اور بخششوں کے حقدار ہیں لیکن اب خُدا اپنے حلقۂ انتخاب کو یہُودی قوم تک ہی محدُود نہیں رکھتا بلکہ وُہ غیر قوموں کی طرف بھی متوجّہ ہوتا ہے تاکہ وُہ بھی فضل کی دولت کو حاصل کریں جب تک اُنہیں موقع نہ دیا جائے وُہ کس طرح اس دولت کو حاصل کر سکتے ہیں۔ عہدِ قدیم میں خُدا نے اپنے نبیوں اور پیغمبروں کی معرفت یہ فرمایا تھا کہ وُہ دُوسری قوموں کی طرف بھی متوجہ ہوگا۔ خُداوند یسُوع مسیح نے بھی یہی فرمایا تھا کہ خُدا کسی قوم کا طرفدار نہیں۔

کمہار کے برتنوں کے استعارہ کو یُونانی میں مُختلف الفاظ

میں سمویا گیا ہے - یہ رحم کے برتن وُہ ہیں جسے اُس نے جلال کے لئے پہلے سے تیار کیا تھا - πpoπτoíμαθεν

لیکن یہ غضب کے برتن وُہ ہیں جو ہلاکت کے لئے تیار ہُوئے تھے - یونانی میں اسے καтηρτιομενα کہا گیا ہے اور اس میں PERFECT PARTICIPLE ہے - تواریخی طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ وُہ تیار کئے گئے تھے لیکن اِن دونوں الفاظ کو دیکھئے جو زمانہ مکمّل میں ہیں لیکن "πpo" کا مطلب ہے "پیشتر سے تیار کیا گیا" اور "κaτη" کا مطلب ہے "زور سے کام کیا گیا"۔

غالباً نافرمان لوگوں کے بارے میں اس قسم کا خیال پیش کیا گیا ہے لیکن یہ کوئی مُستند خیال نہیں ہے - خُدا قادرِ مُطلق کے متعلّق یہ باور کرنا کہ اُس نے کسی قوم یا فرد کو ہلاکت کے لئے چُن لیا ہے قرینِ مصلحت نہیں ہے - یہ راز ایک راز ہی رہنا ہے اور اس پر سے پردہ نہیں اُٹھایا جا سکتا اور بلا خوفِ تردید ہم اس قسم کی رائے قائم کر سکتے ہیں کہ بنی نوع انسان فعل مُختار ہیں، اُنہیں اپنے افعال میں آزادی ہے - وُہ حتیٰ المقدُور اپنے ارادوں کی تکمیل میں تمام انسانی ذرائع اور وسائل کو بروئے کار لاتے ہیں اور ممکن ہے کہ اُن کا لائحہ عمل ہلاکت کا باعث ہو - وُہ خُود ایسے راستہ پر جادہ پیما ہوئے جو ابدی ہلاکت کی خوفناک منزل کی طرف رہنمائی کرتا ہے یعنی وُہ اپنی مرضی سے اپنی ہلاکت کا سامان مہیّا کرتے ہیں لیکن لاریب

خدا نے بعض لوگوں کو انتخاب کیا اور پیشتر سے تیار کیا کہ وہ ابدی زندگی میں شریک ہو جائیں۔ دُوسرے الفاظ میں ہم یُوں ادا کر سکتے ہیں کہ اِن فضل کے برتنوں کو خُدا نے خُود تیار کیا۔ اُس نے دُوسرے برتنوں کو چھوڑ دیا۔ خدا نے اپنی طرف سے ان کے ساتھ کچھ نہیں کیا پس اِن لوگوں نے خلافِ فطرت کام کئے اور اس لئے وُہ اپنے گناہ میں گرفتار ہُوئے۔

رُومیوں ۹: ۲۷ "اور یسعیاہ اسرائیل کی بابت پُکار کر کہتا ہے کہ بنی اسرائیل کا شمار سمندر کی ریت کے برابر ہو تو بھی اُن میں سے تھوڑے ہی بچیں گے"۔

ہر زمانہ اور دَور میں مُندرجہ بالا آیت کا پیام سچ ہے کہ خُدا کی کلیسیا میں حقیقی ایمانداروں کی تعداد کچھ زیادہ نہیں ہوتی۔ وُہ ہمیشہ ایک اقلیت ہوتے ہیں۔ یہی لوگ دِل و جان سے خُدا کے کلام پر عمل پیرا ہوتے ہیں جب تک ہم اپنی کلیسیا کی اصلی حالت سے واقف نہ ہوں گے تب تک اِن حقائق کو نہیں سمجھ سکتے۔

ب۔ اسرائیل اپنے ردّ ہونے کا سبب خود ہے

رُومیوں ۹: ۳۰ - ۳۲ "پس ہم کیا کہیں؟ یہ کہ غیر قوموں نے جو راستبازی کی تلاش نہ کرتی تھیں، راستبازی حاصل کی یعنی وُہ راستبازی جو ایمان سے ہے مگر اسرائیل جو راستبازی کی

شریعت کی تلاش کرتا تھا اُس شریعت تک نہ پہنچا، کس لئے؟ اس لئے کہ اُنہوں نے ایمان سے نہیں بلکہ گویا اعمال سے، اُس کی تلاش کی۔ اُنہوں نے اُس ٹھوکر کھانے کے پتّھر سے ٹھوکر کھائی"۔

ہم اپنی نجات کی خاطر تگ و دَو کرتے ہیں لیکن ہماری یہ مساعی نہ ہی صرف بیکار ہے بلکہ ہماری نجات کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بھی ہے۔ اُن میں تمام قسم کے ظاہری گُناہ موجُود تھے (متّی ۲۱ : ۳۱)۔

حلیمی، خاکساری اَور خُود انکاری کی صفات سے وُہ بالکل کورے ہوتے ہیں۔ یہ صفات انسان میں بڑی مُشکل سے پیدا ہوتی ہیں۔ انسان، نخوّت، خُود پرستی اَور خُودستائی کا دلدادہ ہے۔ اسے اپنے کمال پر غرُور ہے اَور فطرتاً وُہ مغرُور ہے۔ اپنے آپ کو بےبس اَور لاچار محسُوس کرنا وُہ باعثِ ننگ سمجھتا ہے۔ اسرائیل میں اس قسم کے تمام عیُوب اَور نقائص موجُود تھے اَور یہی سبب ہے کہ وُہ راستبازی سے عاری رہ گئی۔ یہ قوم صلیب کی عظمت کو نہ ہی تسلیم کرتی تھی اَور نہ ہی اُس کے سامنے ادب سے سر جُھکانے کے لئے تیار تھی۔ وُہ خُدا کی راستبازی کو قبُول کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ اُنہیں اس امر کا احساس تک نہیں تھا کہ ہمیں اس نعمتِ غیر مترقّبہ کی اشد ضرُورت ہے۔ وُہ اپنی فطرت کے تقاضوں سے بے خبر تھے۔

رُومیوں ۹ : ۳۰ اور ۱۰ : ۲۱ میں مقدس پولُس رسُول نے اس سوال پر غور کیا ہے کہ راستبازی کس طرح سے حاصل کی جا سکتی ہے۔ بڑی عجیب بات ہے کہ وُہ یہُودی قوم جو راستبازی کی تلاش میں سرگرداں رہی اور اُن کی زندگی کی گھڑیاں اسی کشمکش میں گُزریں، اس نعمت کو حاصل نہ کر سکی اور اس کے برعکس غیر اقوام جنہوں نے راستبازی کی قطعاً تلاش نہ کی، وُہ اس نعمت سے سرفراز ہُوئیں۔

راستبازی کو دو معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔

۱۔ راستبازی سے مُراد ایک خاص قسم کے اعمال یا ایک قسم کی زندگی ہے۔

۲۔ خُدا کے ساتھ ہمارا رشتہ۔

یہُودیوں کے نزدیک راستبازی ایک قسم کی زندگی تھی لیکن مقدس پولُس رسُول نے راستبازی کو ایک ایسا رشتہ قرار دیا جو خُدا کی طرف سے ہمیں عطا ہوتا ہے۔ اس بخشش کو حلیمی اور انکساری سے قبُول کرنے کا نام راستبازی ہے۔ وُہ راستبازی جس کی اساس اعمال ہیں یہُودی اس کے قائل تھے لیکن ایمان سے حاصل ہونے والی راستبازی مقدس پولُس رسُول کی بحث کا موضُوع ہے۔ یہُودی قوم نے نہ راستبازی کی غرض و غایت کو سمجھا اور نہ ہی اِن کے ذہن میں یہ چیز آئی کہ اس کے کیا معنی ہیں۔ اُنہوں نے راستبازی کی تلاش میں اپنی عقل و دانش کی تمام صلاحیّتوں کو داؤ پر لگا دیا لیکن مایُوسی اور ناکامی کے

سوا اُنہیں کچھ بھی حاصل نہ ہُوا۔ انسان کی اپنی سعی اُور جُستجو زیورِ کامیابی سے مزیّن نہیں ہو سکتی۔ پس پولُس رسُول نے یہُودی قوم کی ناکامی کو موضُوعِ بحث بنایا ہے، اگر ہم ناکام ہوں اُور منزلِ مقصُود تک نہ پہنچ سکیں تو ہماری تگ و دو ٹھوکر کا سبب نہ بنے، کیونکہ اُنہوں نے راستبازی کے معنی ہی غلطی کی۔ یہُودی قوم کا راستہ منزل سے ہٹا ہُوا تھا، اس لئے اُنہیں ناکامی اُور شکست کا مُنہ دیکھنا پڑا۔ دُنیا میں بے شمار ایسے مذاہب ہیں جو شریعت کے اعمال پر بھروسہ کرتے ہیں اُور ان کا یہ اعتقاد اُنہیں نجات کے تجربہ سے محرُوم رکھتا ہے۔ مقدّس پولُس رسُول نے کہا ہے کہ یہُودی قوم نے بڑی جانفشانی سے اُس راستبازی کی تلاش کی جو شریعت پر مبنی ہے لیکن کبھی کبھی نیک آدمیوں کو بھی اپنے ارادے میں شکست ہوتی ہے اُور یہُودی اگر ناکام ہُوئے تو اُن کی ناکامی کا باعث اُن کی گمراہی تھی نہ کہ لاپروائی۔ اُن کے مذہب میں عمل کو دخل ہے اُور ایمان کو صرف فرُوعی حیثیت حاصل ہے۔ وُہ ایمان کی بجائے اپنے اعمال سے خُدا کو خُوش کرنا چاہتے تھے۔ خُدا پر بھروسہ رکھنے سے یہ مُراد ہے کہ وُہ نعمتیں اُور بخششیں جو وُہ ہمیں عطا کرنے کو ہے ہمیں اُس پر اعتماد ہے کہ وُہ ضرُور ہمیں دے گا اُور ہم بڑی حلیمی اُور انکساری سے اُسے قبُول کرتے ہیں اُور صرف اسی طریقہ سے ہم اُس کو خُوش کر سکتے ہیں۔

رُومیوں ۱۰: ۶۔ "مگر وُہ جو راستبازی ایمان سے ہے وُہ یُوں کہتی ہے کہ تُو اپنے دِل میں یہ نہ کہہ کہ آسمان پر کون چڑھے گا"؟ (یعنی یسُوع مسیح کے اُتار لانے کو)

اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ کالے کوسوں کا سفر طے کر کے گوہرِ مقصُود کو حاصل کرنا بیکار ہے۔ ہندُو لوگ تیرتھ یاترا کرتے، مختلف مقدّس مقاموں کی سیر کرتے یعنی گنگا جمنا میں اشنان کرتے، بنارس، امرناتھ اَور کالی دیوی کی زیارت کرتے ہیں تاکہ اِس طرح سے اُنہیں مُکتی یا نروان حاصل ہو۔ وُہ بھگتی کے نئے نئے اصُولوں پر عمل کرتے ہیں لیکن بےسُود۔ اہلِ اسلام بھی مقدّس مقامات کی زیارت کرنا اَور حج بیت المقدّس کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ مکّہ معظمہ اَور مدینہ منوّرہ کی خاک کو آنکھوں سے لگانا اَور آبِ زمزم سے اپنے تشنہ لبوں کو تر کرنا بڑے فخر کی بات سمجھتے ہیں لیکن ہماری یہ اپنی جدوجہد بالکل بے معنی اَور بیکار ہے۔

رُومیوں ۱۰: ۹۔ "اگر تُو اپنی زبان سے یسُوع کے خُداوند ہونے کا اقرار کرے اَور اپنے دِل سے ایمان لائے کہ خُدا نے اُسے مُردوں میں سے جلایا تو نجات پائے گا۔"

خُداوند یسُوع مسیح کے خُداوند ہونے کا زبان سے اقرار کرنا ضرُوری ہے لیکن یہ اقرار تنہا زیادہ مفید نہیں ہے جب تک دِلی ایمان کو اس کے ساتھ شامل نہ کیا جائے۔ ایمان اندیکھی

چیزوں کا یقین ہے اور یہ ظاہری نشان ہے۔ روزمرہ کی زندگی میں خُداوند یسُوع مسیح حقیقت میں ہماری زندگی کا خُداوند ہے۔

پس خُداوند یسُوع مسیح کا بدیں الفاظ اقرار کرنا کہ خُداوند ہے بڑی مستحسن بات ہے۔ خُداوند یسُوع مسیح کو زندہ سمجھنا اور یہ یقین کرنا کہ وُہ ہمارے دلوں پر حکُومت کرتا ہے، راستبازی یعنی خُدا کے ساتھ ہمارا ٹھیک رشتہ ہے۔ اس طرح سے:-

(ا) ہم خُداوند یسُوع مسیح کو اپنا مالک اور خُداوند بنا لیتے ہیں۔

(ب) ہمارا یہ ایمان ہونا چاہیئے کہ وُہ زندہ اور ہر جگہ موجُود ہے اور وُہ زندہ خُداوند ہر وقت میرے ساتھ ہے۔ مَیں ہمیشہ اُس کے ساتھ ساتھ چلتا ہُوں۔ مَیں اپنے ایمان سے اُسے خُوش کرتا رہُوں گا۔ مَیں خُوشی سے اس حقیقت کی گواہی دینے میں فخر محسُوس کرتا رہُوں گا۔

رُومیوں ۱۰: ۱۱ "جو کوئی اس پر ایمان لائے گا وُہ شرمندہ نہ ہوگا۔"

اس خُوشی کی حقیقت کا اظہار بڑے اطمینان کا باعث ہے۔ کتاب مُقدّس میں مرقُوم ہے کہ اُس پر ایمان لانے والے کبھی شرمندہ نہ ہوں گے۔ خُدا اپنے وعدوں میں سچّا ہے، اُس کی رحمت اُبدی ہے۔ اُس نے اپنے فضل سے گنہگاروں کو راستباز ٹھہرایا ہے۔

رُومیوں ۱۰: ۱۴-۲۱ "مگر جس پر وُہ ایمان نہیں لائے اُس

سے کیونکر دُعا کریں؟ اور جس کا ذکر اُنہوں نے سُنا نہیں اُس پر ایمان کیونکر لائیں؟ اور بغیر مُنادی کرنے والے کے کیونکر سُنیں؟ اور جب تک وُہ بھیجے نہ جائیں مُنادی کیونکر کریں؟ چنانچہ لکھا ہے کہ کیا ہی خُوش نما ہیں اُن کے قدم جو اچھی چیزوں کی خوش خبری دیتے ہیں .... الخ"

دسویں باب کی اِن آٹھ آیات میں بشارت کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔ مقدس پولُس رسُول کا اندازِ فکر اور طرزِ استدلال نرالا ہے۔ ایمان کو مقدم رکھا گیا ہے اور زنان اس بات پر ٹوٹتی ہے کہ بشارت یا انجیل کی مُنادی ضرُوری ہے۔ مُنادی کے لئے تقدیس بھی لازمی ہے اور اچھی چیزوں کی خُوشخبری دینے والے قدم مُبارک ہیں لیکن خُدا نے اپنے آپ کو ایسے لوگوں پر بھی ظاہر کیا جنہوں نے اُس کی تلاش نہ کی۔ وُہ کلام کی مُنادی جسے ایمان سے قبُول کیا جائے مؤثر اور پھلدار ہوتی ہے۔

گیارھواں باب

ج ۔ اسرائیل کے رد کرنے میں خُدا کا ارادہ ۔

مقدس پولس رسُول نے بُہت سے ایسے ضروری مسائل پر بحث کی ہے جو مذہب میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں مثلاً خُدا کی مہربانی کیا کرے گی ؟ اور جب ہمیں اپنی عقل و دانش سے اس کا خاطر خواہ جواب نہیں ملتا تو ہم آئندہ کی اُمید پر ایسی باتوں کو چھوڑ دیتے ہیں اور یہ ہماری کمزوری کا نشان ہے لیکن اگر ہمیں خُدا کی تمام اچھی صفات کا تجربہ ہے کہ وُہ کیسا خُدا ہے اور ہم اُس کے متعلق کیا جانتے ہیں تو ہماری اُمید پختہ ہو جاتی ہے۔

جب کبھی ہم بنی اسرائیل کا خیال کرتے ہیں کہ خُدا نے اُسے چھوڑ دیا تو کبھی کبھی ہمارا یقین ڈگمگانے لگتا ہے ، لیکن ہمیں چُونکہ خُدا کے ارادے کا علم نہیں ہوتا اس لئے اس قسم کے خیالات دِل میں پیدا ہوتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس طرح سے خُدا نے انسان کو اپنے فضل کے علم سے آگاہی عطا فرمائی ۔

رُومیوں ۱۱: ۱۔ "پس مَیں کہتا ہُوں کیا خُدا نے اپنی اُمّت کو ردّ کر دیا؟ ہرگز نہیں! کیونکہ مَیں بھی اسرائیلی ابرہام کی نسل اور بنیمین کے قبیلہ میں سے ہُوں"۔

مُقدّس پولُس رسُول کا قبیلہ بنی اسرائیل میں سے سب سے چھوٹا قبیلہ تھا۔ اب رسُول نے خُدا کی اُمّت کے ردّ کرنے کے متعلق جب سوال کیا تو اُس نے کہا کہ خُدا نے اُسے "ہرگز ردّ نہیں کیا"۔ اگر ساری قوم اجتماعی طور پر ردّ ہو چکی ہوتی تو پھر پولُس رسُول کس طرح مسیحی ہو سکتا تھا کیونکہ وُہ بھی تو اسی اُمّت کا ایک فرد تھا اور نہ ہی صرف ساؤل کو خُدا نے پولُس بنا دیا بلکہ بے شمار دُوسرے یہُودی بھی حلقہ بگوشِ مسیحیّت ہُوئے۔ مقدّس پولُس رسُول نے اس آیت کے حِصّہ اوّل میں یہ کہا ہے کہ وُہ اسرائیلی ابرہام کی نسل اور بنیمین کے قبیلہ میں سے ہُوں۔ اُس نے اپنی مثال پیش کرتے ہُوئے کہا ہے کہ خُدا نے اپنی حقیقی کلیسیا کے لئے اسرائیل میں سے لوگوں کو چُنا اور اس کلیسیا میں پولُس رسُول اکیلا نہیں تھا بلکہ دُوسرے یہُودی بھی اُس کے ساتھ شامل تھے۔ ابتدائی کلیسیا کی تواریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کلیسیا کا بیشتر حِصّہ اِن یہُودیوں پر مُشتمل تھا۔ پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خُدا نے اپنی قوم کو ردّ نہیں کیا، کیونکہ ابتدائی کلیسیا میں یہُودی لوگ ہی تھے، اگرچہ وُہ اقلیّت تھے۔

رُومیوں ۱۱: ۲-۶ "خُدا نے اپنی اُس اُمّت کو ردّ نہیں کیا جسے اُس نے پہلے سے جانا۔ کیا تُم نہیں جانتے کہ کتابِ مقدّس ایلیاہ کے ذِکر میں کیا کہتی ہے؟ کہ وُہ خُدا سے اسرائیل کی یُوں فریاد کرتا ہے کہ اَے خُداوند! اُنہوں نے تیرے نبیوں کو قتل کیا اور تیری قُربان گاہوں کو ڈھا دیا، اب مَیں اکیلا باقی ہُوں اور وُہ میری جان کے بھی خواہاں ہیں۔ مگر جوابِ الٰہی اس کو کیا ملا؟ یہ کہ مَیں نے اپنے لئے سات ہزار آدمی بچا رکھے ہیں جنہوں نے بعل کے آگے گھٹنے نہیں ٹیکے۔ پس اسی طرح اس وقت بھی فضل سے برگزیدہ ہونے کے باعث کچھ باقی ہیں اور اگر فضل سے برگزیدہ ہیں تو اعمال سے نہیں ورنہ فضل فضل نہ رہا۔"

بنی اسرائیل کی تواریخ سے پولُس رسُول یہ ثابت کرتا ہے کہ وُہ لوگ جو اُس کے احکام پر چلتے ہیں اور حلیم اور خاکسار ہیں وُہ اُس کی نگاہوں میں مقبُول ہیں۔ خُدا کو زیادہ تعداد کی ضرُورت نہیں ہے۔ حلیم لوگ خواہ اقلیّت میں ہی ہوں وُہ اُنہیں اپنے لئے استعمال کرتا ہے۔ ایلیاہ کے ایّام میں ظاہری طور پر سب لوگوں نے بعل کے سامنے گھٹنے ٹیکے اور اُس کی پرستش کی اور جب ایلیاہ نبی بڑا ہی آزردہ خاطر تھا تو خُدا نے اُسے تسلّی دی کہ میرے پاس ابھی کافی لوگ ہیں جو ایماندار ہیں مقدّس پولُس رسُول کے زمانہ میں کئی ایسے لوگ تھے جنہوں نے ظاہری طور

پر خُداوند یسُوع مسیح کو رد کر دیا تھا اور یہ یہُودی قوم تھی ۔ لیکن کئی لوگ حقیقی طور پر ایماندار تھے اور وُہ حقیقی اسرائیلی تھے ۔ پولُس رسُول نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ خُدا نے لوگوں کو اُن کی اپنی کسی خُوبی کے باعث نہیں چُنا بلکہ اس سارے انتخاب میں اُس کا فضل کرم فرما نظر آتا ہے ۔

رُومیوں ۱۱ : ۷ - ۱۰ ۔ ” پس نتیجہ کیا ہُوا ؟ یہ کہ اسرائیلی جس چیز کی تلاش کرتا ہے وُہ اُس کو نہ ملی ، مگر برگزیدوں کو ملی اور باقی سخت کئے گئے ۔ چنانچہ لکھا ہے کہ خُدا نے اُن کو آج کے دِن تک سُست طبیعت دی اور ایسی آنکھیں جو نہ دیکھیں اور ایسے کان جو نہ سُنیں ، اور داؤد کہتا ہے ۔

اُن کا دسترخوان اُن کے لئے جال اور پھندا اور ٹھوکر کھانے اور سزا کا باعث بن جائے ۔ اُن کی آنکھوں پر تاریکی آ جائے تاکہ نہ دیکھیں اور تُو اُن کی پیٹھ ہمیشہ جُھکائے رکھ “ ۔

خُدا نے اپنی قوم ہونے کے لئے اسرائیل کو چُن لیا لیکن ان لوگوں نے نافرمانی کی اور ان نافرمانی کرنے والوں کی تعداد بہُت ہی زیادہ تھی ۔ اس لئے اب خُداوند اکثریت کو چھوڑ کر اقلیت کے ذریعہ سے اپنا ارادہ پُورا کرنا چاہتا تھا ۔ باقی لوگ سخت کئے گئے ، لیکن ہمیں یاد کرنا چاہیئے کہ وُہ اس لئے ناکام

نہیں ہُوا کہ وُہ سخت ہو گئے بلکہ وُہ سخت کئے گئے۔ ان لوگوں کے لئے روشنی تاریکی بن گئی، کیونکہ جو لوگ روشنی کو استعمال نہ کریں، اُن کے لئے روشنی تاریکی بن جایا کرتی ہے۔ اب پولُس رسُول نے کتابِ مقدّس میں سے زبُور ۶۹: ۲۲-۲۳ کا اقتباس کیا ہے۔ یہ لعنت کے زبُور ہیں۔ اب لعنت کے زبور میں فضل کے پیغام کی تلاش بے سُود ہے لیکن اس میں وُہ حقیقت نظر آتی ہے جس کا رُومیوں کے خط کے پہلے باب میں ذِکر آیا ہے یعنی جب لوگ خُدا کو چھوڑ دیتے ہیں تو وُہ بھی اُنہیں چھوڑ دیتا ہے۔ ایک گناہ کرنے سے اَور زیادہ گناہ کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ خُدا کی سچائی کی پروا نہ کرنے والے آہستہ آہستہ اس سچائی کو دیکھ بھی نہیں سکتے۔ گناہ کوئی حقیر یا معمولی چیز نہیں ہے اَور نہ ہی ایسی بات ہے جس کا سِرے سے وجُود ہی نہیں، کیونکہ اس قسم کا مفروضہ ذہن میں رکھنے سے تو یہ چیز لازم آتی ہے کہ خواہ ہم خُدا کے راستہ پر چلیں خواہ نہ چلیں ایک ہی بات ہے اَور اگر راستبازی کوئی حقیقی چیز ہے تو پھر راستبازی کے مطابق چلنے کی ضرورت ہے ورنہ ہم اس راستبازی سے دُور ہوتے جائیں گے اَور ہم کھو جائیں گے اَور ہمیں کچُھ حاصل نہیں ہوگا

رُومیوں ۱۱: ۱۱-۱۲ "پس میں کہتا ہُوں کہ کیا اُنہوں نے ایسی ٹھوکر کھائی کہ گِر پڑیں؟ ہرگز نہیں! بلکہ اُن کی لغزش سے غیر قوموں کو

نجات ملی تاکہ اُنہیں غیرت آئے، پس جب اُن کی لغزش دُنیا کے لئے دولت کا باعث اور اُن کا گھٹنا غیر قوموں کے لئے دولت کا باعث ہُوا تو اُن کا بھرپُور ہونا ضرور ہی دولت کا باعث ہوگا"۔

اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ تھوڑے عرصہ کے لئے لوگ رہ جاتے ہیں، اُن کے رہ جانے کا ایک سبب ہوتا ہے لیکن اُن کی لغزش سے دُوسرے لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے یعنی وُہ لوگ جو اسرائیلی نہیں بلکہ غیر اقوام میں سے ہیں، اُن کو موقع ملتا ہے کہ وُہ بھی راستبازی اور نجات میں شریک ہوں اور یہ فائدہ عوام الناس کے لئے ہوگا۔

رُومیوں ۱۱: ۱۳-۱۵ — "مَیں یہ باتیں تُم غیر قوموں سے کہتا ہُوں چُونکہ مَیں غیر قوموں کا رسُول ہُوں، اس لئے اپنی خدمت کی بڑائی کرتا ہُوں تاکہ کسی طرح سے اپنے قوم والوں کو غیرت دلا کر اُن میں سے بعض کو نجات دلاؤں کیونکہ جب اُن کا خارج ہو جانا دُنیا کے آملنے کا باعث ہُوا تو کیا اُن کا مقبُول ہونا مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے برابر نہ ہوگا؟"

مقدّس پولُس رسُول غیر قوموں کا رسُول ہے۔ اُس نے غیر قوموں میں خوشخبری کا لافانی پیغام سُنایا اور وُہ غیر قوموں میں مُنادی کی خاطر مخصوص ہو چُکا تھا اور اُس نے تادمِ زیست اس خدمت کو بطریقِ احسن سرانجام دیا۔ اُس نے مرتے دم تک انجیل کا پیغام

سنانے میں سرگرمی کا اظہار---------------کیا اور جب
وہ چاروں طرف سے مشکلات میں گھر جاتا تھا تو وہ ہمت نہیں ہارتا
تھا۔ اُس کی دلی آرزو تھی کہ غیر یہودیوں کی طرح یہودی بھی خوشخبری
کی منادی پر ایمان لاکر راستباز ٹھہرائے جائیں۔ اس آیت کا مطلب
یہ ہے کہ جب یہودی لوگ غیر یہودیوں کو دیکھیں کہ وہ خوشخبری کی
منادی کوشش کر نجات حاصل کر رہے ہیں تو یہودی بھی غیرت
کے سبب خداوند مسیح کے پاس آجائیں اور اُسے قبول کریں۔
سولھویں آیت میں پولس رسول نے مثالیں پیش کی ہیں مثلاً پرانے
عہدنامہ میں سے قربانی اور نذر کی روٹی کی مثالیں۔ اس کا یہ مطلب
ہے کہ ہر یہودی شخص اپنا پورا کھانا یا پوری خوراک خدا کے حضور
پیش کرتا تھا اور خدا اُسے پاک کرتا ہے۔ دوسری مثال "جڑ اور درخت" کی ہے
جب جڑ درست اور پاک ہو تو اُس کی ڈالیاں بھی درست اور پاک ہوں گی اور
اچھی جڑ والا پودا بار آور درخت بن جائے گا کیونکہ جڑ درخت کا وہ حصہ ہے جو سارے
درخت کے بہت سے حصوں میں سے ایک ہے لیکن یہ حصہ بڑا ہی اہم ہے یعنی
یہ حصہ جزو لاینفک ہے اور جو خوبیاں اس حصے میں ہوں گی
وہ درخت کی ڈالی ڈالی اور پتے پتے میں سرایت کر جائیں گی
اور درخت میں خوبصورت پھل لگیں گے۔

مقدس پولس رسول نے اس باب کی ۱۷ تا ۲۴ آیات میں
زیتون کی مثال دی ہے اور کہا ہے کہ غیر اقوام جنگلی زیتون

کے درخت ہیں اور بنی اسرائیل حقیقی زیتون کے درخت ہیں۔ خُدا نے بنی اسرائیل کے درخت کی ڈالیوں کو کاٹا اور یہ سب کچھ جنگلی زیتون یعنی غیر اقوام کے لئے ہُوا تاکہ اُنہیں بھی موقع حاصل ہو۔ انجیل مقدس میں یُوحنّا رسُول کی انجیل میں خُداوند یسُوع مسیح نے بھی ایک درخت کی مثال دی ہے "انگور کا حقیقی درخت"۔ یہ مثال مقدس پولُس رسُول کی مثال سے بدرجہا بہتر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خُداوند مسیح کا اندازِ بیان فقیدُ المثال تھا۔ اگرچہ اُس نے تمثیلوں میں اپنے شاگردوں کو خوشخبری کا پیغام سُنایا لیکن اُس کے شاگرد اُس کے طرزِ گفتگو کو اپنا نہ سکے۔ مقدس پولُس رسُول صاحبِ طرز مصنّف تھا اور اُسے مشکل مسائل کو سلجھانے میں مہارت تامہ حاصل تھی مگر خُداوند یسُوع مسیح کے ساتھ اُس کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اس قسم کا موازنہ جائز ہے۔ غالباً ترسُس شہر کا رہنے والا پولُس زراعت سے کماحقہٗ واقف نہ تھا لیکن مقدس رسُول کا مطمحِ نظر زراعت نہیں بلکہ وہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ بنی اسرائیل کو کچھ عرصہ کے لئے چھوڑ دیا گیا تاکہ غیر قوم والوں کو موقع ملے اس لئے ہمیں شادمان ہونا اور اُس کا شکریہ بجا لانا چاہیئے کیونکہ جس طرح اُس نے بنی اسرائیل کو انتخاب کیا اُسی طرح اُس نے ہمیں بھی چُن لیا۔ یہ انتخاب اس وجہ سے نہیں ہُوا کہ ہم میں کوئی خاص خُوبی تھی بلکہ یہ خُدا کی مہربانی اور فضل کا کرشمہ تھا اور چُونکہ ہم حقیر اور فرومایہ لوگوں کو اُس نے اپنی رحمت سے اپنا ہونے کے لئے چُن لیا

لہٰذا ہم اپنی کسی خُوبی پر فخر نہ کریں۔ خُدا نے ہمیں موقع دیا اور اس سُنہری موقع سے ہمیں فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔

رُومیوں ۱۱ : ۲۵ ۔ "اَے بھائیو! کہیں ایسا نہ ہو کہ تُم اپنے آپ کو عقل مند سمجھ لو، اس لئے مَیں نہیں چاہتا کہ تُم اس بھید سے ناواقف رہو کہ اسرائیل کا ایک حصّہ سخت ہو گیا ہے اور جب تک غیر قومیں پُوری پُوری داخل نہ ہوں وُہ ویسا ہی رہے گا۔"

مقدّس پولُس رسُول نے بار بار اس بات کی تنبیہہ کی ہے کہ ہم اپنی عالی نسبی اور خاندانی جاہ و جلال یا ذاتی خصائل پر فخر نہ کریں بلکہ اس بات پر فخر کریں کہ ہم اُس کے فضل اور مہربانی سے اُس کے خاندان میں شامل ہُوئے ہیں۔ ہم اپنی کسی خُوبی کے باعث اُس کی بادشاہی میں شریک نہیں ہُوئے۔ مقدّس پولُس رسُول نے واضح الفاظ میں بتا دیا ہے کہ خُدا نے غیر قوموں کو بھی موقع دیا کہ وُہ بھی پُوری پُوری داخل ہوں۔ "داخل ہوں" کے محاورے کا یہ مطلب ہے کہ خُدا نے غیر اقوام کو اس لئے برگزیدہ کیا تاکہ وُہ انجیل کا پیام سُنیں اور خُداوند یسُوع مسیح کو قبُول کریں۔ مقدّس متّی رسُول کی انجیل ۲۴ : ۱۴ میں خُداوند مسیح نے فرمایا کہ "بادشاہی کی اس خُوشخبری کی مُنادی تمام دُنیا میں ہو گی تاکہ سب قوموں کے لئے گواہی ہو تب خاتمہ ہو گا۔"

مقدّس پولُس رسُول کا مطلب دراصل یہ ہے کہ جس طرح غیر اقوام سے وُہ اپنے برگزیدوں کو جمع کرے گا اُسی طرح سے بنی اسرائیل

میں سے بھی وہ اپنے برگزیدوں کو جمع کرے گا اور اس طرح خدا کے تمام برگزیدے ایک جگہ جمع ہو جائیں گے اور آخرکار اُن کی تعداد پوری ہو جائے گی۔

راقم الحروف کا خیال ہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر ایک انسان نجات حاصل کرے گا بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ ہر ایک انسان کو موقع دیا جائے کہ وہ انجیل کو سُنے اور اس طرح سے تمام وہ لوگ جو انجیل کا پیغام سُن کر ایمان لاتے ہیں ایک جگہ جمع ہوں گے اور اس طرح سے تمام قوموں سے برگزیدے اکٹھے ہو کر نجات حاصل کریں گے اور اس طرح سے برگزیدوں کی پوری تعداد نجات حاصل کرے گی۔

رُومیوں ۱۱: ۲۹-۳۲ "اس لئے کہ خُدا کی نعمتیں اور بلاوا بے تبدیل ہے کیونکہ جس طرح تم پہلے خُدا کے نافرمان تھے مگر اُن کی نافرمانی کے سبب سے تم پر رحم ہُوا اُسی طرح سے اب یہ بھی نافرمان ہُوئے تاکہ تم پر رحم ہونے کے باعث اب ان پر بھی رحم ہو، اس لئے کہ خُدا نے سب کو نافرمانی میں گرفتار ہونے دیا تاکہ سب پر رحم فرمائے۔"

رُومیوں کے خط میں مقدس پولُس رسُول نے رُوحانی زندگی کے مُشکل مسائل پر سیر حاصل بحث کی ہے اور اُن کا حل پیش کیا ہے۔ بی۔ فلپ نے اپنے انگریزی ترجمہ میں بیان کیا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ نظام اُلٹ پُلٹ ہے اور اس کی

وجہ یہ نظر آتی ہے کہ خُدا کی حکمتِ کاملہ تک ہماری رسائی نہیں ہے اُور جب ہم قادرِ مُطلق خُدا کی کمال مہربانی اُور عجیب حکمت پر غور کرتے ہیں تو ہمیں اس بات کی سمجھ آجاتی ہے کہ وُہ تمام نظام کو بخیرو خُوبی چلانے پر قادر ہے اُس کی مہربانی اُور شفقت سب کُچھ کر سکتی ہے۔

آٹھویں باب کے آخر میں پولُس رسُول نے ایک شُکرگُذاری کا گیت پیش کیا ہے۔ اس گیت میں خُدا قادرِ مُطلق باپ کی محبّت اُور مہربانی کا تذکرہ ہے۔ گیارھویں باب کے آخری حِصّہ میں بھی شُکرگذاری اُور حمد وثنا کا گیت ہے جس میں خُدا کی حکمتِ کاملہ کا ذکر ہے۔ اس باب کی ۳۳-۳۶ آیات میں یہ شاندار اُور خُوبصُورت گیت ہے۔

رُومیوں ۱۱: ۳۳-۳۶۔ "واہ! خُدا کی دولت اُور حکمت اُور علم کیا ہی عمیق ہے۔ اُس کے فیصلے کس قدر ادراک سے پرے اُور اُس کی راہیں کیا ہی بے نشان ہیں۔ خُداوند کی عقل کو کس نے جانا؟ یا کون اُس کا صلاح کار ہُوا؟ یا کس نے پہلے اُسے دیا ہے جس کا بدلہ اُسے دیا جائے کیونکہ اُسی طرف سے اُور اُسی کے وسیلہ سے اُور اُسی کے لئے سب چیزیں ہیں، اُس کی تمجید اَبد تک ہوتی رہے۔ آمین"۔

قادرِ مُطلق خُدا کی حکمت انسانی عقل سے پرے ہے اِس تک انسانی خیال اُور ادراک کی رسائی نہیں ہو سکتی، اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم خُدا کی اس حکمت کے سامنے سرِ تسلیم خم کریں اُور اُس کی حمد وثنا کے گیت گاتے رہیں اُور بڑی فروتنی اُور سنجیدگی سے اپنے دِل میں یقین رکھیں کہ جو کُچھ وُہ کرتا ہے سب اچھا کرتا ہے۔

پنجم - رُومیوں کے خط کی عملی تعلیم

خُدا کے سامنے راستباز ٹھہرائے ہُوئے ایماندار کی عملی زندگی

رُومیوں ۱۲ : ۱ سے ۱۵ : ۱۳ تک

رُومیوں کے خط کے تین بڑے حصّے ہیں اور ان سب میں تین مرتبہ "پس" کا لفظ استعمال ہُوا ہے۔ رُومیوں ۵ : ۱۔ راستباز ٹھہرانے کا پس"۔ پس جب ہم ایمان سے راستباز ٹھہرے تو خُدا کے ساتھ اپنے خُداوند یسُوع مسیح کے وسیلہ سے صُلح رکھیں۔ رُومیوں ۸ : ا میں "پس" ہے۔ یہ پس تقدیس کا "پس" ہے۔ "پس اب جو مسیح یسُوع میں ہیں اُن پر سزا کا حُکم نہیں کیونکہ زندگی کے رُوح کی شریعت نے مسیح یسُوع میں مجھے گناہ اور موت کی شریعت سے آزاد کر دیا۔" اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم خُداوند یسُوع مسیح میں خُوش رہیں۔ رُومیوں کے بارھویں باب کے آغاز میں بھی "پس" کا لفظ استعمال ہُوا ہے۔ یہ "پس" خدمت یا مخصُوصیت کا "پس" ہے۔

رُومیوں ۱۲ : ۱ - ۲ "پس اَے بھائیو! مَیں خُدا کی رحمتیں یاد دلا کر تُم سے التماس کرتا ہُوں کہ اپنے بدن ایسی قُربانی ہونے کے لئے نذر کرو جو زندہ اور پاک اور خُدا کو پسندیدہ ہو۔ یہی تُمہاری معقُول عبادت ہے اور اس جہان کے ہمشکل نہ بنو بلکہ عقل نئی ہو جانے سے

اپنی صُورت بدلتے جاؤ تاکہ خُدا کی نیک اور پسندیدہ مرضی تجربہ سے معلُوم کرتے رہو۔

بارھویں باب کا "پس" رُومیوں کے خط کے آغاز کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔ مقدس پولُس رسُول نے خُدا کی تمام مہربانیوں کو یاد کیا ہے۔ خُدا کا یہ احسان عظیم ہے کہ اُس نے خُداوند یسُوع مسیح کے وسیلہ سے ہمیں راستباز ٹھہرایا اور پھر رُومیوں کے نویں، دسویں اور گیارھویں باب کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔

خُدا حکمت والا خُدا ہے۔ اُس کا انتظام ساری خُدائی کے لئے ایک جیسا ہے۔ یہُودی اور غیر یہُودی اُس کی نگاہوں میں یکساں ہیں اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے آپ کو مخصُوص کریں۔ وُہ انسان جو اس راستبازی میں شریک ہیں، اُن کا فرض ہے کہ وُہ اپنے آپ کو خُدا کے سامنے نذر کریں اور ہر وقت اپنے دِل میں یاد رکھیں کہ وُہ خُدا کے بندے ہیں اور وُہ دُنیا کی تمام خواہشات سے آزاد ہیں۔ وُہ نفس اور دُنیا کے غُلام نہیں ہیں۔ سو اس دُنیا یا اس جہان کے ہم شکل نہ بنیں بلکہ عقل نئی ہو جانے سے اپنی صُورت بدلتے جائیں تاکہ خُدا کی نیک اور پسندیدہ اور کامل مرضی تجربہ سے معلُوم کرتے رہیں۔

اب ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم اپنی روزانہ زندگی اور تجربہ میں ان باتوں پر عمل کریں۔ اس باب کے پہلے حصّے یعنی

(۱) رُومیوں ۱۲: ۱-۲ میں حقیقی ایماندار کی مخصُوصیت کا ذکر ہے۔

طبائع مختلف مذاق کی حامل ہوتی ہیں - کھانے پینے یا ظاہری نمود ونمائش کو مسیحی زندگی کی بُنیاد نہیں قرار دیا جا سکتا اس لئے ہمیں چاہیئے -

(۱) کہ ہم ایک دُوسرے پر الزام نہ لگائیں -
(۲) ہم میں اَور دُوسرے لوگوں میں فرق ہے -
(۳) ہم ایسے کام نہ کریں جس سے ہمارے کسی بھائی کو ٹھوکر لگے -

ہمارے لئے لازمی ہے کہ ہم سب کُچھ خُداوند کی فرمانبرداری اَور اُس کے جلال کے لئے کریں -

پنجم :- شخصی باتیں (رُومیوں ۱۵: ۱۴، ۱۶ : ۲۷)

(۱) رُوما کی کلیسیا کے لئے پولُس رسُول کی اُمید اَور اس خط کے لکھنے میں اُس کا مقصد - (رُومیوں ۱۵ : ۱۴-۲۳)

مقدّس پولُس رسُول نے لکھا ہے کہ اُس کا ارادہ ہے کہ وُہ رُوما میں جائے اَور اس کے بعد ہسپانیہ یا سپین بھی پہنچے - پندرھویں باب کے آخر میں اُس نے یہ بھی ذِکر کیا ہے کہ وُہ کیوں یروشلیم جانا چاہتا ہے - دراصل اپنے مشنری سفر کے دوران وُہ یروشلیم کی کلیسیا کے لئے نذرانے جمع کرتا رہا - یروشلیم کی کلیسیا کی مالی حالت کُچھ کمزور تھی، اس لئے مُقدّس پولُس رسُول نے اس کلیسیا کی ضروریات کو پُورا کرنے کی غرض سے اپنے خطوں میں کلیسیاؤں کو کُچھ نہ کُچھ جمع کرنے کو کہا ہے - وُہ ماہر مالیات کی طرح چندہ جمع کرنے کی ایک سکیم پیش

کرتا ہے۔ مقدونیہ اور اخیہ کی کلیسیا نے جو نذرانے اور ہدیے جمع کئے تھے وہ اُنہیں یروشلیم لانا چاہتا تھا۔

(ب)۔ رومیوں ۱۶: ۱-۲۔ ان آیات میں کنخریہ کی کلیسیا کی خادمہ فیبے کی تعریف کی گئی ہے اور اُس کی سفارش کی گئی کہ اُس کی ہر طرح سے امداد کی جائے۔ اس مسیحی بہن نے خُداوند یسُوع مسیح کی بڑی خدمت کی تھی۔ یہ خط اسی نیک سیرت بہن کے ہاتھ بھیجا گیا۔ آج کل کے زمانہ کی طرح اُس وقت ڈاک میں اتنی آسانیاں نہ تھیں۔ اُس وقت خاص قاصدوں یا نامہ بروں کی معرفت پیغامات ارسال کئے جاتے تھے۔ ہر آدمی پیام بھیجنے کی استطاعت نہیں رکھتا تھا کیونکہ نامہ بروں کی اُجرت معمُولی نہ تھی اور پھر راستے بڑے دشوار گزار ہُوا کرتے تھے۔ بڑی عجیب بات ہے کہ نئے عہد نامہ کا یہ نہایت ہی اہم خط کرنتھس سے رُوما بھیجا گیا اور ایک مسیحی خاتُون فیبے نے نامہ بر کے فرائض ادا کئے۔

(ج) شخصی سلام (رُومیوں ۱۶: ۳-۱۶)

(د) جھگڑا کرنے والوں سے خبردار رہنے کی تلقین اور اس کے ساتھ ہی اس کلیسیا کے شُرکاء کی فرمانبرداری کی تعریف ہے۔ (رُومیوں ۱۶: ۱۷-۲۰)

(د) مقدس پولُس رسُول نے اپنے ساتھیوں کی طرف سے بھی اس کلیسیا کو سلام بھیجا۔ اس خط کے کاتب ترتیُس کی طرف

سے بھی سلام بھیجا گیا۔ (رومیوں ۱۶ : ۲۲) اور پھر اُس نے اپنے ساتھیوں کے نام لکھے ہیں جو اس کلیسیا کو سلام بھیج رہے ہیں۔ (رومیوں ۱۶ : ۲۱ - ۲۳)

(س) برکت کی دُعا (رومیوں ۱۶ : ۲۴)

(ص) دُعائے خیر (رومیوں ۱۶ : ۲۵ - ۲۷)

مقدس پولس رسول کی دُعائے خیر کتنی خوبصورت اور پُرمعنی ہے۔ "اب خُدا جو تم کو میری خوشخبری یعنی یسوع مسیح کی منادی کے موافق مضبوط کر سکتا ہے؛ اُس بھید کے مکاشفہ کے مطابق جو ازل سے پوشیدہ رہا مگر اس وقت ظاہر ہو کر خُدائے ازلی کے حکم کے مطابق نبیوں کی کتابوں کے ذریعہ سے سب قوموں کو بتایا گیا تاکہ وہ ایمان کے تابع ہو جائیں"۔

مقدس پولس رسول نے اس بھید کے متعلق بہت کچھ بتایا ہے اور ہم بھی اُس کے اس عظیم خط کو پڑھتے ہوئے "آمین" کہتے ہیں اور اُس کے ساتھ دُعا میں شامل ہو کر یوں گویا ہوتے ہیں:-

"اُسی واحد حکیم خدا کی یسوع مسیح کے وسیلہ سے ابد تک تمجید ہوتی رہے۔ آمین"۔

تفسیریں

۱- پیدائش کی کتاب کے مضامین :- از ڈاکٹر جے - جے لُوکس صاحب
بطور سوال و جواب - صفحات ۱۸۸ - قیمت ۵۰ پیسے

۲- خرُوج کی کتاب کے مضامین کا مجمُوعہ - از ڈاکٹر جے - جے لُوکس صاحب
بطور سوال و جواب - صـ۸۸ـ - ۳۷ پیسے

۳- احبار کی کتاب کی تفسیر :- از ڈاکٹر جے - جے لُوکس صاحب
سوال و جواب کے طور پر - صـ۱۸۸ـ - ۶۲ پیسے

۴- زبُور کی کتاب کی تفسیر - مصنّفہ پادری جے - علی بخش صاحب
صـ۵۵۲ـ (بڑی تقطیع) (زیر طبع)

۵- متّی کی انجیل کی تفسیر :- از ڈاکٹر واشٹ بریخیٹ سٹینٹن صاحب
صـ۰۰۰ـ (زیر طبع)

۶- مرقس کی انجیل کی تفسیر :- از پادری جے - علی بخش صاحب
صـ۳۵۱ـ - قیمت ایک روپیہ

۷- لُوقا کی انجیل کی تفسیر :- از پادری ولیم ہیچن صاحب ایم - اے
صـ۳۲۸ـ - ۲ روپے ۷۵ پیسے

۸- رسُولوں کے اعمال کی تفسیر مؤلفہ پادری ٹی - واکر صاحب ایم - اے
صـ۶۳۶ـ - ۴ روپے

۹ عبرانیوں کے خط کی تفسیر :- از ڈاکٹر جے - اے میکانلی صاحب - ڈی - ڈی
عبرانیوں کے خط کا تفسیری و تفصیلی مطالعہ - صـ۳۵۶ـ - ۷۵ پیسے

۱۰- عبرانیوں کے خط کی تفسیر :- از ڈاکٹر جے - جے لُوکس صاحب
مجلد صـ۵۶۴ - ۳ روپے ۲۵ پیسے

۱۱- افسیوں کے خط کی تفسیر معہ دیباچہ - از ڈاکٹر جے - ایچ آربسن صاحب
انجیل کے اُستادوں اور مبشروں کے فائدے کے لئے - صـ۱۴۴ - ۳۷ پیسے

۱۲- فلپیوں کے خط کی تفسیر - مصنّفہ پادری واکر صاحب - صـ۱۴۲ - ۵۰ پیسے

۱۳- کرنتھیوں کے نام پولوس رسول کے پہلے خط کی تفسیر :- از
ڈاکٹر جے - جے لُوکس صاحب مجلد صـ۳۹۴ - ۳ روپے

۱۴- کرنتھیوں کے نام پولوس رسول کے دوسرے خط کی تفسیر :- از
پادری کراسٹھ ویٹ صاحب - صـ۳۰۱ - ۷۵ پیسے

۱۵- کلسیوں کے نام پولوس رسول کے خط کی تفسیر :- از پادری
جلال دین بی - اے - صـ۹۲ - ۵۰ پیسے

۱۶- گلتیوں کے نام پولوس رسول کے خط کی تفسیر :- از پادری
ایم - آر - روبنسن صاحب بی - اے ، بی - ڈی - صـ۹۹ - ۵۰ پیسے

۱۷- یعقوب رسول کے خطِ عام کی تفسیر :- از ڈاکٹر جے - ایچ - آربسن صاحب
ایم - اے - طبع دوم صـ۱۲۰ - اصل ۵۰ پیسے - رعائتی ۲۵ پیسے

۱۸- یوحنا عارف کے مکاشفہ کی تفسیر : از پادری ای - ایچ - ایم والر صاحب
ایم - اے - صـ۴۱۹ - ۳ روپے ۲۵ پیسے

ملنے کا پتہ

پنجاب رلیجس بُک سوسائٹی - انارکلی لاہور

پی - آر - بی - ایس پریس لاہور میں باہتمام مسٹر وی - ایس - کے - فضل
سیکرٹری پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی - انارکلی لاہور چھپ کر شائع ہوئی -

BIBLIOGRAPHY

An American Commentary
Albert N. Arnold and D. B. Ford
on Romans
Philadelphia American Baptist
Publication Society 1889

C. H. Dodd : The Epistle of Paul to the Romans
Fontana Books 1959

The Expositor's Bible
New York Funk and Wagnall's 1900

The Interpreter's Bible
John Knox and Gerald R. Craig
on Romans
New York The Abingdon Cokesbury
Nashville Press 1954

John McNaugher's note on Romans
Pittsburgh-Xenia Theological Seminary

The New Bible Commentary
London Inter-Varsity Fellowship 1954

Banyamin,
A.R.P. Church,
Vehari
Distt. Multan.

Banyamin
A.R.P. Church
Vehari
Distt. Multan